

فرائد قاسم

سیم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

غیر مطبوعہ مضامین کا ایک نادر مجموعہ

جمع کردہ

حضرت مولانا حافظ عسکری الغنی پھلاؤمی رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ و تعارف

(حضرت) مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امرہوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ادارہ ادبیات دلی - گلی قائم جان دلی

فرائدِ قاسمیہ

قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم
نانوتویؒ کے غیر مطبوعہ مضامین کا ایک نادر مجموعہ
جمع کردہ: حضرت مولانا سید عبدالغنی پھلاودیؒ
مقدمہ و تعارف

حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہی

پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری

بعنائیت و شکر یہ: مولانا حبیب اللہ اختر، مولانا عبدالجبار صاحب

فرائدِ قاسمیہ

سیم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

غیر مطبوعہ مضامین کا ایک نادر مجموعہ

جمع کردہ

حضرت مولانا حافظ عسکری لغنی پھلاؤمی رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ و تعارف

(حضرت) مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امرتسری

ادارہ ادبیات دلی - گلی قائم جان دلی

مقدمہ و تعارف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نانوتوی، محمد قاسم — مقالات

قرآنِ قاسمیہ کا یہ نقطہ الوقت حضرت مولانا حافظ حاجی سید عبدالغنی صاحب پھلاؤڈی کے کتب خانہ کا ایک تاریخی نسخہ ہے مولانا حافظ سید عبدالغنی پھلاؤڈی ایک جامع کمالات اور اعلیٰ صفات کے بزرگ تھے۔ ان کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ اس کتاب میں ان کے مختصر حالات پیش کر رہا ہوں تاکہ قرآنِ قاسمیہ کی اہمیت سامنے آجائے۔

حضرت مولانا حافظ سید عبدالغنی پھلاؤڈی تحصیل مواندہ ضلع میرٹھ کے باشندے تھے آپ کا خاندان ساداتِ رضویہ کا ایک مشہور و معروف خاندان ہے۔ آپ کی پیدائش بروز جمعہ ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۹ اگست ۱۸۸۲ء بروز جمعہ ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام محمد عبدالغنی تھا۔

مولانا حافظ سید عبدالغنی صاحب نے ابتدائی تعلیم کن اساتذہ سے حاصل کی اس کی پوری تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔ قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بھی آپ کا علمی و روحانی تعلق تھا جس زمانے میں حضرت مولانا نانوتوی کا کیا ایام طبع میں تھا، غالباً حافظ صاحب نے اسی زمانے میں حضرت سے تعلیم حاصل کی ہوگی۔ آپ نے کس سن میں اور کتنے عرصے تک تعلیم پائی اس کا پتہ نہ مل سکا حضرت نانوتوی کے بہت سے خطوط آپ کے نام ہیں جن سے آپ کے اور حضرت نانوتوی کے علمی و روحانی

روابط کا پتہ چلتا ہے مولانا حافظ عبدالغنی اروا اور فارسی کے ایک بہترین اور بلند پایہ ادیب و شاعر تھے حافظ صاحب کو کتب و شعر و نظم کے دو مجموعے کتب خانہ پھلاؤڈی میں موجود ہیں جو شائع نہیں ہو سکے۔ ان میں علاوہ ادبی غریبوں کے تاریخی سرمایہ بھی موجود ہیں

ہے۔ آپ نے اپنی تمام عمر مکمل سلوک، تزکیہ نفس اور تعلیم و تدوین علوم دینیہ میں گزاری۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی مگر تمام علوم و فنون متداولہ مستفہ تھے۔

حضرت مولانا نانوتویؒ کے تلمیذ رشید راس الازکیار حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امر وہیؒ خورجہ ادبی و غیرہ میں تعلیم دینے کے بعد ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۵ء) میں مدرسہ شاہی مراد آباد کے سب سے پہلے صدر المدرسین ہوئے۔ جب مہرجادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ (۱۸۹۰ء) میں حضرت نانوتویؒ کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن صدیقی مفتخر امر وہیؒ جنھوں نے ترمذی شریف مسجد چیتہ دیوبند میں حضرت نانوتویؒ سے بیسی تھی اور جردار العلوم دیوبند کے فرزندانِ قدیم میں سے تھے، مدرسہ شاہی مراد آباد چلے گئے اور وہاں حضرت امر وہیؒ کے حلقہٴ درس میں شامل ہو گئے تھے۔ ۱۳۱۵ھ (۱۹۰۰ء) میں مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب امر وہیؒ کو مدرسہ شاہی سے سند فراغ ملی۔ غالباً حضرت حافظ سید عبدالغنیؒ کو بھی اسی سند میں مدرسہ شاہی سے سند فراغت ملی ہے۔ جب ۱۳۱۷ھ (۱۹۰۲ء) میں مدرسہ شاہی سے ترک تعلق کر کے حضرت امر وہیؒ نے اپنے وطن امر وہہ میں مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد قائم کیا تو مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب صدیقی اور مولانا حافظ سید عبدالغنی پھلاؤدی دونوں اس مدرسہ کے مدرس ہوئے۔ کئی سال اس مدرسے امر وہہ میں حضرت پھلاؤدیؒ نے درس دیا۔ حافظ صاحب پھلاؤدی کے قیام امر وہہ کے زمانے میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرینی کا مکہ معظمہ سے آیا ہوا ایک مکتوب گرامی پھلاؤدہ میں موجود ہے جو مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امر وہہ کے پتے پر حضرت حافظ صاحب پھلاؤدیؒ کو بھیجا گیا ہے۔ اس مکتوب میں حضرت حاجی صاحبؒ نے اس مدرسہ اسلامیہ کے حق میں دعائے خیر تحریر فرمائی ہے۔

حضرت مولانا نانوتویؒ اور حضرت مولانا امر وہیؒ سے حضرت پھلاؤدیؒ کا چوتعلق تھا اس کا پورا پورا علم اُن خطوط سے ہوتا ہے جو دونوں بزرگوں نے مولانا پھلاؤدیؒ کو تحریر فرمائے ہیں۔ نیز اس مجموعہٴ نظم و نثر سے بھی ہوتا ہے جو حضرت حافظ صاحب پھلاؤدیؒ کے ذہن و فکر کا بہترین نتیجہ ہے اور ادبی نقطہٴ نگاہ سے ایک عظیم سرمایہ ہے۔

حضرت مولانا امر وہیؒ کے مہر سلسلہٴ کتب و تالیفات بنام حضرت حافظ صاحب پھلاؤدیؒ بڑی تعداد میں ہیں جن میں سنوے زاد پوسٹ کارڈ ہیں اور کچھ کم پچاس نفاذ ہیں۔ یہ خطوط حضرت مولانا نانوتویؒ کے زادِ حیات کے آخری حصہ سے لے کر حضرت مولانا امر وہیؒ کی وفات تک کے ہیں۔ یہ مجموعہ بھی ایک تاریخی و دستاویزی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں ۱۳۱۵ھ (۱۹۰۰ء) سے لے کر حضرت امر وہیؒ کی وفات کے قریبی زمانے تک کے خطوط میں امر وہہ مراد آباد، دیوبند، انگلوہ وغیرہ کے بزرگوں کا ذکر ہے اور اس زمانے کے اہم واقعات کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ خطوط بھی اگر شائع ہو جائیں تو معلومات کی بہت سی راہیں کھلیں گی۔ حضرت حافظ صاحبؒ کو حضرت نانوتویؒ اور حضرت امر وہیؒ سے محبت کا وہ مقام حاصل تھا جسے عشق کہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں دو چار باتیں عرض کرنا ہوں:

حضرت نانوتویؒ نے مطبع مہبتائی کے حائل کی تصحیح کی تھی حافظ صاحبؒ اسی حائل سے تلاوتِ قرآن کرتے تھے اور اس کے غلاف پر اپنے قلم سے ان کا شجر لکھا ہوا ہے۔
 کرد تصحیح حضرت قاسم اہل حائل کا حریز جان بن است

حضرت نانوتویؒ کی تمام مطبوعات کا ذخیرہ اُن کے کتب خانے میں موجود ہے، جن میں وہ اڈیشن بھی ہیں جن کا وجود بہت کم کتب خانوں میں پایا جاتا ہے حضرت پھلاؤدیؒ کو یہ فکر رہتی تھی کہ حضرت کی وہ تحریریں جو طبع نہیں ہوئیں ان کو جمع کر لیں۔ آپ حیاتِ معشتہ حضرت نانوتویؒ میں سے چند اوراقِ کتابت و طباعت کے وقت دقیق مضمون پر مشتمل ہونے کی بنا پر اس زمانے کے بعض بزرگوں کے مشورے سے نکال دیے گئے تھے۔ حضرت حافظ صاحبؒ کو ان اوراقِ مستخرجہ کے حاصل کرنے کی تدوین جستجو اور فکر رہی۔ وہ اپنے ایک مکتوب میں بھی جو حضرت امر وہیؒ کے نام ہے خاص طور پر ان اوراقِ مستخرجہ کا ذکر کرتے ہیں۔

آپ حضرت نانوتویؒ کی ہر چھوٹی اور بڑی غیر مطبوعہ تحریر کو نہایت ہی کوشش اور تلاش سے حاصل کر کے جمع کرتے رہے اور اس مجموعہ کا کام از نارتہ قاسم رکھا۔

شاہ
مدرسہ

اب میں فراتہ قاسم پر تحریری روشنی اور ڈانچا جاتا ہوں۔ اس نسخے کے متعلق پہلے درج پر حضرت حافظ صاحب پھلاؤدی نے اس طرح تحریر فرمایا ہے:

”قائم قاسم کے رفیع عبدالغنی اس راہ ہزار عرق ریزی فراہم آورہ“

اس کتاب کے آخر میں دو مختصر علمی رسائل بزبان عربی ہیں جن میں ایک اثبات جزولانجیزی سے متعلق ہے اور دوسرے کا نام کلمۃ اللہ ہی العلیا ہے۔ چونکہ یہ دونوں رسائل دقیق مضامین پر مشتمل ہیں اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فی الحال ان دونوں رسالوں کے علاوہ کل ذخیرے کو جو ۲۴۱ صفحات پر مشتمل ہے عکس لے کر شائع کرادیا جائے۔ شروع سے لے کر صفحہ ۳۶ تک اردو زبان کی نادر تحریرات ہیں اس کے بعد استثنائے چند اولیٰ فارسی زبان کی نادر تحریرات ہیں۔ پھر آخر میں آٹھ سوال غریب امامیہ کے علماء کے سامنے حضرت نانوتوی نے پیش فرمائے ہیں جن میں پہلا سوال فارسی میں اور باقی اردو میں ہیں۔ سب سے پہلی تحریر شرک کی حقیقت کے بارے میں ایک سوال کا جواب ہے۔ اس کے بعد دوسری تحریر راہبام کی بحث میں ہے۔

صفحہ ۲۱ سے لے کر صفحہ ۴۱ تک تعلیم نفسیات کا بیان ہے کہ مباح ہے یا حرام؟ صفحہ ۴۱ سے ۶۳ تک رفع تعارض بین الحدیث والقرآن کا بیان ہے۔ صفحہ ۶۳ سے لے کر ۹۲ تک فرق مراتب تقویٰ و علم و عمل و معنی حدیث فضل العالم و الفضل کا بیان پڑا اور یہ تحریر ایک مکتوب ہے جو حکیم ضیاء الدین صاحب راسپوری کے نام ہے۔ صفحہ ۹۲ سے لے کر صفحہ ۹۶ تک مثل بظاہر محدث کا بیان ہے۔ یہ مکتوب مولانا نصر اللہ خاں کے نام ہے۔ صفحہ ۹۶ سے ۱۰۳ تک یادروں کے اعتراض کا جواب ہے جو تندر نکاح کے بارے میں تھا صفحہ ۱۰۳ سے ۱۲۲ تک تحقیق الیٰ حرام کا بیان ہے صفحہ ۱۲۲ سے ۱۴۶ تک ایک مکتوب درجست امکان و امتناع نظر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ مکتوب قاضی محمد اسماعیل منگوری کے نام ہے۔

لے جہاں میں کتاب کے صفحوں کے نمبر لکھے ہیں ان میں ہر نمبر کا ایک حصہ اضافہ کر دیا جائے۔

یہ فراتہ قاسم درحقیقت علمی جواہرات کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے۔ اس میں وہ تحریریں ہیں جو حضرت کے مطبوع تصنیفات و تالیفات کے علاوہ ہیں اور میرے علم میں ان میں کی کوئی تحریر بھی ایسی نہیں ہے جو اب تک کہیں شائع ہوئی ہو۔ مجھے خیال ہوا تھا کہ اس مجموعہ فراتہ قاسم کی کوئی تحریر شاید مکتوبات قاسم المعلوم میں ہو لیکن جب میرا کی گئی تو اس میں بھی کوئی تحریر اس مجموعہ کی نہیں تھی حضرت امروہی سے مولانا پھلاؤدی کو جس کا لکھ چکا ہوں بڑا گہرا تعلق تھا اور حضرت امروہی بھی ان کو اپنے گھر کے ایک فرد کی طرح سمجھتے تھے۔ حضرت امروہی کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرت پھلاؤدی سے اس طرح مراسلت کرتے ہیں جس طرح ایک دوست دوسرے دوست سے۔ اور اپنے تمام حالات مدرسے متعلق ہوں یا گھر سے ان کو لکھ دیتے ہیں جس سے انتہائی بے تکلفی اور تعلق قلبی کا اندازہ ہوتا ہے۔ خود حضرت پھلاؤدی کے خطوط جو حضرت امروہی کے نام ہیں ان میں بھی ادب و احترام کے ساتھ ساتھ بے تکلفانہ انداز بیان ہے حضرت امروہی پھلاؤدہ جاتے تھے تو حضرت پھلاؤدی باغ باغ ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت امروہی براہِ مہرٹھ دیوبند پہنچے اور بغیر پھلاؤدہ تشریف لے جائے ہوئے امروہہ واپس ہو گئے۔ اس کی خبر حضرت پھلاؤدی کو ہوئی تو ایک شعر ان کی زبانِ قلم پر آیا جس کا پہلا مصرع یہ ہے:

توبہ دیوبند رسیدہ دل باز زنت کثیرہ

حضرت مولانا گنگوہی سے بھی حضرت پھلاؤدی کا عقیدت و ارادت کا تعلق تھا حضرت گنگوہی کے بھی بہت سے مکتوبات آپ کے نام ہیں۔ آپ نے ایک مشترکہ تصنیف حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی کی شان میں لکھا ہے جس کا قافیہ کیا کی گستاں وغیرہ ہے اور ردیف ”دونوں“ ہے۔

حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا حکیم محمد صدیق تاسی مراد آبادی وغیرہ نے بھی ان دونوں حضرات کی شان میں ان زمین میں قصائد کہے ہیں۔ مولانا پھلاؤدی کو خلافت و امیارت حضرت حاجی امجد اللہ صاحب گجراتی سے ملی تھی۔

ان سوالات کے جوابات ہیں جو علماء مذہب امامیہ اثنا عشریہ امر وہ نے حضرت کی خدمت میں پیش کیے تھے۔

حافظ صاحب پھلاؤدیؒ نے وفات سے قبل ایک وصیت نامہ فارسی زبان میں لکھا تھا جس کا ترجمہ شیخ امجد علی مصطفیٰ پھلاؤدیؒ نے کیا تھا اور اس کو مع ترجمہ شائع بھی کر دیا گیا ہے۔ یہ وصیت نامہ ایک وعظ ہے جو علاوہ اعزاء کے تمام مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ اس میں اپنی ملک و کتب کا خصوصاً تصانیف و تحریرات حضرت مولانا محمد تقی نانوتویؒ و حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امر وہیؒ کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت مولانا حافظ عبدالمغنی پھلاؤدیؒ نے بتاريخ ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۳۲ء بروز چہار شنبہ وفات پائی۔ سید بھری کے لحاظ سے آپ کی عمر تقریباً ۸۳ سال ہوئی۔

اولاد آپ کے ایک صاحبزادے محترم سید محمد قاسم تھے۔ ان کا تاریخی نام خورشید حسین تھا۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ اپنے صاحبزادے کا نام مولانا نانوتویؒ کے نام پر رکھا تو ساتھ ہی ساتھ اس کا بھی لحاظ رکھا کہ تاریخی نام بھی تقریباً اسی طرح کا ہو جو مولانا نانوتویؒ کا تھا۔ مولانا نانوتویؒ کا تاریخی نام خورشید حسین تھا تو ان پر بھی خورشید حسین اپنے صاحبزادے کا نام رکھا جو مولانا نانوتویؒ کی وفات کے ایک سال بعد ۱۳۵۹ھ (مطابق ۱۹۴۰ء) میں پیدا ہوئے تھے۔

ان ہی صاحبزادہ گرامی سید محمد قاسم صاحب کے صاحبزادے مولانا طہر سید عبدالمغنی زید محمد ہیں۔ انھوں نے اپنے جہانگیر کی بہت کچھ صحبت اٹھائی ہے اور ان کی خدمت کی ہے۔ آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہیں۔

مولانا سید عبدالمغنی سے میری ملاقات میں حضرت پھلاؤدیؒ سے ملاقات دہ سال قبل ان کی خدمت میں ایک عزیز روزا گیا تھا۔ اس کے جواب میں انھوں نے اپنی

صفحہ ۱۴۶ سے صفحہ ۱۵۳ تک قرآنہ فاتحہ خائف الامام کی بحث ہے۔
صفحہ ۱۵۳ سے ۱۵۶ تک ایک خط مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ کے نام ہے جس میں تحقیق کلی متکثر الانوع کا ذکر ہے۔

صفحہ ۱۵۶ سے ۱۶۰ تک واسطیٰ العروض کے موضوع پر ایک مکتوب ہے۔
یہ مکتوب بھی مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ کے نام ہے اور اس کے آخر میں یہ تحریر ہے:
”اس چند سطور رقم زدہ ام ہیں از لحاظ این نامہ نقل اس نامہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب (امروہی) نیز ضرور باید فرستاد“

صفحہ ۱۶۰ سے لے کر ۱۶۳ تک تحقیق مختصر در بیان حدیث متشابہ ہے اور یہ مکتوب گرامی حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امر وہیؒ کے نام ہے۔

صفحہ ۱۶۳ سے لے کر ۱۶۸ تک تائید و تردید در فضائل جماعت و سنیت بہت رکعت در تراویح کا بیان ہے۔ یہ مکتوب منشی حمید الدین صاحب بیجو منجلیؒ کے نام ہے جو اس مکتوب کے آخر میں یہ تحریر ہے:

”در ضایع التراویح از تحریر جمیع خیالات فارغ شدہ ام“
صفحہ ۱۶۸ سے لے کر ۱۷۱ تک ستر و قصب کے در بیان فرق کا بیان ہے۔

یہ مکتوب بھی حضرت مولانا احمد حسن محدث امر وہیؒ کے نام ہے۔
صفحہ ۱۷۱ سے لے کر ۱۷۶ تک جواب اعتراض اہل شیعہ ہے۔

صفحہ ۱۷۶ سے لے کر ۱۸۳ تک ایک شعر کا مطلب ہے اور یہ تحریر ایک مکتوب کی شکل میں مولانا منصور علی خان مراد آبادیؒ کے نام ہے۔

صفحہ ۱۸۳ تا ۱۹۱ اشارات اجمالیہ در بحث امکان نظیر کا بیان ہے۔
صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۳ تہذیب تقریر دل شجاری از الکندوس ہے۔

صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۶ ایک مکتوب گرامی ہے جس کے مکتوب الیہ کا پتا نہیں مل سکا۔
صفحہ ۱۹۶ سے ۱۹۸ تک مولانا عبدالمجید نامہ اور

صفحہ ۱۹۹ سے ۲۰۶ تک چند از علوم قاسمیہ (تفسیر بعض آیات میں)۔
صفحہ ۲۰۶ تا ۲۱۳ چند روایات کے جوابات ہیں۔ صفحہ ۲۱۴ سے لے کر تا آخر کتاب

سخت علالت اور نقل ساعت اور معدومی بصارت کا ذکر کیا تھا۔

میں اپنی طالب علمی کے زمانے سے یہ سننا رہا کہ حضرت پھلاؤدیؒ مدرس اسلام پورہ جامع مسجد امر دہ میں درس رہے ہیں اور ان کو مقامات حریری کے کئی مقامات زبانی یاد تھے۔ تقسیم ہند کے کچھ دنوں بعد میں پہلی مرتبہ پھلاؤدہ گیا تو مولانا پھلاؤدیؒ کے صاحبزادے محترم سید محمد قاسم صاحب اور پوتے محرمی مولانا سید عبدالغنی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ غالباً ایک دو دن رہنا ہوا۔ مولانا عبدالغنی صاحب نے اپنی ضایات سے بہت کچھ نوازا اور حضرت پھلاؤدیؒ کے کتب خانے کی سیر بھی کرائی اور ان کے کچھ حالات و واقعات بھی سنائے۔ اُن کا اکابر دیوبند خصوصاً حضرت نافو ترقیؒ اور حضرت امر دہیؒ سے جو ربط تھا اس کا ذکر بھی خصوصیت سے کیا۔ اس کے بعد بھی میں کئی مرتبہ پھلاؤدہ حاضر ہوا۔ ایک مرتبہ تقریباً ایک ہفتہ رہنا ہوا اور بہت سے نوادہ کے مطالعات کا شرف حاصل ہوا۔ فرائد قاسمیدہ کو بھی یاد پڑتا ہے کہ عربی کے دورے پچھوڑ کر اُس وقت دیکھ لیا تھا۔ مولانا حافظ عبدالغنی صاحب کے کتب خانے میں حضرت قاسم العلوم والمعارف رحمۃ اللہ علیہ کا غیر مطبوعہ کلام بھی موجود ہے جو عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ہے۔ عرصہ ہوا احقر نے ایک مقالہ حضرت نافو ترقیؒ کی شاعری پر لکھا تھا اور اس میں اس غیر مطبوعہ کلام کو درج کیا تھا۔ یہ مقالہ رسالہ دارالعلوم نمونہ میں شائع ہوا تھا۔

مولانا عبدالغنی صاحب نے بتایا کہ مولانا نافو ترقیؒ کے اشعار کا ایک اور مجموعہ بھی اس مجموعے کے علاوہ تھا جو کتب خانے میں موجود تھا اور اب نہیں ہے۔ چونکہ یہ نادرمجموعہ تحریرات و مضامین ذی استعداد اہل علم کے استفادے کے لئے شائع کیا جا رہا ہے اس لئے فارسی زبان کے مضامین کے ترجمے کی فی الحال ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ بعد میں اگر کوئی صاحب اس کا ترجمہ کرنا چاہا اور اُن کو علوم قاسمیدہ سے مناسبت بھی ہو تو وہ ترجمہ کر سکتے ہیں۔ اس وقت تو ان مضامین کا شائع ہونا ہی بے فینیت ہے۔

اس سلسلہ خفیں میں اکثر عکریائے معروف کی جگہ یائے مجہول اور یائے مجہول کی جگہ یائے معروف ہے۔ قدیم طرز کتابت کے مطابق ہر لفظ کو لٹا (۱) لکھی گئی ہے۔ اکثر جگہ حروف کو جاکر لکھا گیا ہے۔ بعض جگہ شش کے تین نقطوں کی جگہ آٹھ واو تحریر کیا گیا ہے۔ جگہ کا ایک مرکب لکھا گیا ہے۔ ناظرین اس کا خیال رکھیں بعض جگہ کچھ غلطیاں بھی ہیں جن کی نشان دہی آخر میں کر دی جائیگی۔ البتہ تمام غلطیوں کا استیعاب نہیں ہو سکا۔ چونکہ خود یہ کتاب خوشخط اور کافی حد تک صحیح ہے اس لئے کسی کاتب و کتابت کرا کے شائع کرنے کے مقابلے میں سہولت اسی میں نظر آتی کہ اس کا عکس نہ کر شائع کرایا جائے۔

اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت قاسم العلوم والمعارف کے مختصر سوانح حیات اور اس مجموعے میں جن حضرات کے نام مکاتیب میں اُن کے مختصر حالات لکھوں:

قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم شیخ اسعد علی صدیقی نافو ترقیؒ کے بالکمال صاحبزادے تھے۔ ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۷ء) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی پھر دہلی جاکر مولانا ملک علی نافو ترقیؒ کی خدمت میں علاوہ حدیث کے تمام کتب و دیریں پڑھیں۔ حضرت مولانا ملک علیؒ ایک جید عالم اور قدیم دہلی کالج کے صدر مدرس تھے جو رئیس انتظامی مولانا رشید الدین خاں دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا رشید الدین صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا نافو ترقیؒ نے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی فاروقیؒ بمبئی سے خانقاہ منظر یہ دہلی میں دورۂ حدیث پڑھا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی شریک درس حدیث تھے۔ آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرٹیؒ سے بیعت تھے۔ سبکدوش کے تمام منازل طے کر کے ان ہی سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ جہاد و حریت عسکرانہ میں آپ نے بھی حضرت حاجی امداد اللہ کی قیادت میں علمی حصہ لیا اور شامی کے مہسبان میں مجاہدین کی صف میں شریک رہے۔ حضرت مولانا نافو ترقیؒ نے امن حاصل ہو جانے کے بعد مدراس کے قیام کی طرف توجہ فرمائی۔ میرٹھ میں مطبع مہتمائی اور مطبع ہاشمی میں

مکتوب الیہم کے مختصر حالات

حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امر وہیؒ

حضرت مولانا احمد حسن محدث امر وہیؒ ۱۳۱۵ھ میں سادات رضویہ کے ایک مشہور گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم امر وہیہ کے اساتذہ سے حاصل کرنے کے بعد حضرت نافقوئیؒ سے یہ کچھ میں کتب درسیہ پھر مدرسہ ربیعہ سے تعلیمی ربط قائم ہوا۔ تحریر و تقریر اور انداز تعلیم و تدریس میں اپنے اساتذہ کرام کے بہت مشابہ ہونے کی وجہ سے تصویقاً مرقوم اور قائم ثانی کہلاتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کی وفات کے غم میں جوا شہر لکھے ہیں ان میں آخری مصرعہ جوادہ تاریخ وفات بھی ہے یہ ہے ع۔

حک ہوئی تصویقاً مرقوم صفحہ دینا سے لو

آپ نے ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۶ء) میں ۶۳ سال کی عریں وفات پائی اور جامع مسجد امر وہیہ کے صحن میں جانب جنوب دفن ہوئے۔

مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہیہ آپ کی بہترین علمی یادگار ہے۔ آپ کے کھلوتے صاحبزادے مولانا سید محمد عرف مولانا تاجتے میاں تھے جن کی کاوی الجہر ۱۳۴۵ھ میں وصال ہوا ہے۔ ان کے کئی صاحبزادے ہیں۔

حضرت مولانا امر وہیؒ کے خطوط کا مجموعہ جو پچھلاودہ سے حاصل ہوا ہے اور جو نام مولانا حافظ عبدالغنی صاحب پھلاوڑیؒ ہے اس کے شائع کرنے کا بھی ارادہ ہے۔ مولانا کی ایک کتاب تحذیر اناس کے اعتراضات کے جواب میں ہے اور پچھلاوڑہ کے کتب خانے سے مجھے مطالعہ کے لئے ملی ہے جو قلمی اور غیر مطبوعہ ہے۔ عرصہ دراز احقر نے رسالہ دارالعلوم دہلیہ میں حضرت محدث امر وہیؒ پر نو قسطوں میں ایک مقالہ لکھ کر شائع کیا تھا۔ غرض ہے کہ حضرت کی مفصل سوانح حیات شائع کی جائے۔ افادات احمدیہ کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ پچھلاوڑہ میں موجود ہے۔ یہ کتاب اس تحریری مناظرے پر مشتمل ہے جو حضرت امر وہیؒ

تعلیم کا کام بھی انجام دیتے رہے اور دوسری حدیث و تفسیر اور دیگر علوم کی تعلیم بھی دیتے رہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد اگرچہ کم ہے لیکن استناد کی بلند پایگی کے لحاظ سے وہ سب ممتاز ہیں۔ آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں: (۱) حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امر وہیؒ (۲) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دہلیہ (۳) حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ (۴) نواب قاضی محمد الدین فاروقی مراد آبادیؒ (۵) مولانا مسعود علی خاں مراد آبادیؒ (۶) مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب صدیقی امر وہیؒ (۷) حضرت مولانا حافظ سید عبدالغنی پھلاوڑیؒ (۸) مولانا عبدالعلی فریدی قاسمیؒ (۹) مولانا محمد رافعی فریدی فاروقی مظفر گڑھیؒ (۱۰) مولانا حکیم جبریل صاحب بخنوریؒ۔

حضرت مولانا نافقوئیؒ کے مریدین میں صرف ایک خلیفہ کا بجے طے ہوا ہے اور وہ مولانا حکیم محمد صدیقی قاسمی مراد آبادیؒ ہیں جو بعد کو حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ بھی ہوئے اور حضرت گنگوہیؒ کے بھی۔ حضرت نافقوئیؒ کی بہت سی تصانیف ہیں جو شائع ہو چکی ہیں اور مشہور و معروف ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ محمد احمد تھے جو دوقول دارالعلوم دہلیہ میں رہے اور آج کل حضرت مولانا حافظ محمد احمد کے صاحبزادے حضرت مولانا قاری محمد طیب — دامت برکاتہم دارالعلوم دہلیہ میں رہتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم کے حالات میں مولانا محمد یعقوب صاحب نافقوئیؒ نے ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھا تھا پھر اس کے بعد مولانا مناظر الحسن گنگوہیؒ نے سوانح قاسمیؒ کی بڑی تفصیل سے کئی جلدوں میں لکھی۔ نیز بہت مختصر تذکرہ علماء ہند اور دیگر کتب تاریخ و تذکرہ میں بھی آپ کا ذکر خیر اختصار یا کچھ تفصیل سے ملا ہے۔

حضرت مولانا نافقوئیؒ کا وصال ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۳۵ء کو دہلیہ میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

عجیب اتفاق ہے کہ شمس صاحب حضرت نافقوئیؒ کے وصال سے ٹھیک مومال بدھمی سن ۱۹۲۹ء میں فرامید قاسمید کا یہ نسخہ خطیہ شائع ہو رہا ہے۔

۱۳۵۴ھ دارالعلوم دہلیہ میں سید محمد جبریل بخنوریؒ سے حضرت نافقوئیؒ کے ایک خط مولانا محمد رافعیؒ کا نام ہوا۔

اور مولانا محمد حسن امرتلی سمیعیؒ کے درمیان ہوا تھا۔ ایک کتاب افادات احمدیہ نام کی شائع ہو چکی ہے جو چند طبی و تحقیقی مضامین پر مشتمل ہے اور جن کو آپ کے صاحبزادے مولانا سید محمد رضوی مرحوم نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی تصحیح کے ساتھ شائع کر رکھا تھا اب یہ کتاب نایاب ہے۔ اس کے علاوہ کثیر تعداد میں فتاویٰ میں جوابی نمک کتابی شکل میں شائع نہیں ہو سکے ہیں۔

اپنے استاد مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مسافر میں مولانا احمد حسن صاحب دہلویؒ شریک مسافر تھے وہاں اسٹاڈنٹ مولانا شاہ عبدالغنی بمبئی فاروقیؒ کے معرفت دارالاجوہر سے مستحضرت حاصل کی۔ حاجی امداد شاہ صاحب مہاجر تھے جسے کو معظن میں بیت ہو سکا اور ان کے خلاف تہ اجازت حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ ابن عبدالرحمن گنگوہیؒ

ان کے حالات زیادہ معلوم نہ ہو سکے۔ تربت افواظ جلد ہفتم میں آپ کا ذکر تحریر بھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مکہ محمود خاں دہلوی سے طب پڑھی تھی نیزہ فواظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مولانا نانوتویؒ کے شاگرد ہی نہیں تھے بلکہ مسافر حضرت کے رفیق بھی تھے۔ سنن ابی داؤد پر آپ کا ایک عمدہ حاشیہ ہے جس کا نام تلبیخ المحمود ہے اس کے علاوہ آپ کے کتب دسیر پرچا بھی ہیں۔ آخر میں آپ کا پورچلے گئے تھے۔ وہاں مطب کرتے تھے اور کانپور میں ۱۳۱۵ھ (مقتولہ) میں آپ کا وصال ہوا۔

قاضی محمد اسماعیل منگلوریؒ

آپ حضرت شیخ محمد محمد ثت تھانویؒ کے ارشد خلفا میں سے تھے۔ آپ کے صاحبزادے قاضی عبدالغنی منگلوریؒ تھے جو آپ کے بعد جانشین ہوئے۔ ہندوستان کے دوشہابورو معروف بالکال شاعر اصف گوہر دہلوی اور گورکھ آبادی قاضی عبدالغنی منگلوریؒ کے مرید تھے قاضی محمد اسماعیلؒ اور قاضی عبدالغنیؒ اپنے وطن منگلور ضلع سہارنپور میں مدفون ہیں۔

مفتی حمید الدین بخٹو سمیعیؒ

آپ ایک اچھے ادیب و شاعر تھے، بخیر تخلص فرماتے تھے۔ آپ کو مولانا نانوتویؒ سے بڑا رابطہ و تعلق تھا اور مسافر حضرت کے ساتھی تھے۔ آپ کے کئی صاحبزادے تھے۔ ان میں علیم ظہور الدین بخٹو سمیعیؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور افادات شرح مقامات حریری کے مؤلف تھے۔

مولانا منصور علی خاں مراد آبادیؒ

آپ کے حالات بھی زیادہ معلوم نہ ہو سکے۔ اتنا معلوم ہے کہ حضرت نانوتویؒ کے شاگرد تھے۔ اور ذریعہ منصور نام کی آپ کی ایک تصنیف ہے جو چھپ چکی ہے۔ مدرسہ عالیہ پتھریلوں ضلع مراد آباد میں آپ درس دے رہے۔ آپ کے صاحبزادے علیم مقصود علی خاں تھے جو حیدر آباد دکن کے افسر لاطیما راور دارالعلوم دیوبند کے رکن مجلس خوری تھے۔ مولانا منصور علی خاں نے کو معظن میں ۱۳۲۵ھ میں انتقال کیا۔

حضرت حاجی محمد عابد صاحب دیوبندیؒ

حاجی محمد عابد صاحب جن کو عرب نام میں حاجی محمد عابد حسین بھی کہا جاتا ہے دیوبند کے سادات رضویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۳۵۰ھ (۱۳۳۵ھ) میں پیدا ہوئے۔ بچے با اخلاق اور درویشانہ مزاج کے بزرگ تھے۔ تذکرۃ العابدین سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے قیام کا اہام و انقاہ آپ کے قلب میں ہوا جبکہ آپ مسجد جنت میں چلے نہیں گئے تھے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے مجتہدین از امتہ میں ایک ممتاز فرد تھے۔ آپ ایک مشہور عامل بھی تھے۔ آپ نے ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ کو ۸۱ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کی معرفت ایک مکتوب حضرت نانوتویؒ کو موصول ہوا ہے جو اس مجموعے میں شامل ہے مگر مکتوب الیہ کا نام درج نہیں ہے۔

لے حق العین اور عیال اور یہ بھی آپ کی تعالیفات ہیں۔

حکیم فیض الدین انصاری رامپوریؒ

آپ رامپور نہیا ران ضلع سہارنپور کے باشندے تھے اور آپ تو ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حافظ محمد ضامن شہید سے بیعت ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد ایک کتاب اُن کے حالات میں لکھی جس کا نام مونس بھجوراں ہے۔ مدرسہ مولیٰ کے کتب خانے میں یہ کتاب حضرت حاجی صاحب کے ذخیرہ کتب میں رکھی ہوئی ہے۔ احقر نے اس کا خلاصہ رسالہ تذکرہ دیوبند میں ایک مقالے کی شکل میں شائع کر دیا ہے۔ آپ مجلس شوریٰ دیوبند کے ایک رکن تھے حضرت حافظ ضامن شہید کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ کی طرہ رجوع کیا اور ان سے خلافت حاصل کی۔ مزید حالات اور سند وفات کا علم نہ ہو سکا۔ ۱۳۱۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

مولانا نصر اللہ خاں صاحب

صفحو ۹۲ تا صفحو ۹۹ کا مکتب مولانا نصر اللہ خاں صاحب کے نام ہے۔ متعین طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ کون بزرگ ہیں۔ لیکن ہے کہ یہ مولانا نصر اللہ خاں خوشی کی خوجی مصنف تاریخ دکن ہوں۔ انھوں نے ۱۳۱۳ھ میں انتقال کیا۔

مولانا عبدالعزیز امر وہیؒ

آپ مولانا احمد حسن مراد آبادی تلمیذ مولانا فضل حق خیر آبادی کے شاگرد رشید تھے۔ مدینہ منورہ میں رہ کر حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ مہاجر سے علم حدیث پڑھا۔ حضرت نانوتویؒ سے ایک علمی مجلسیں تحریر مناظرہ ہوا تھا جو مناظرہ عجیب کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ حضرت مولانا نایب زلات علی چشتی امر وہی کے مرید تھے۔ ۱۳۱۳ھ میں انتقال ہوا۔

معاذین و محسنین

محترم المقام مولانا سید المغنی صاحب پھلاؤویؒ نیزہ قطب الوقت حضرت پھلاؤویؒ سے پہلے شکر ہے کہ مستحق ہیں جنھوں نے ازراہ کرم فرما کر قاسم کا نسخہ طباعت کے لئے میرے سپرد کیا۔ وہ اس نسخے کو دیگر مخطوطات کی طرح مولانا پھلاؤویؒ کی حیات کے اُس زمانے سے جبکہ وہ انھوں سے معذور ہو گئے تھے نہایت حفاظت کے ساتھ رکھے ہوئے تھے مولانا پھلاؤویؒ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالغنی صاحب زید مجدہم ہی کو اس نسخے کی حفاظت کرائی اور محض اپنے فضل و کرم سے مولانا کو یہ توفیق دی کہ انھوں نے اپنے قیام کی کتبوں خطوط مضامین اور تحریرات کو حوزہ زل و جہاں بنائے رکھا۔ ایک کچھ مکان میں یہ تمام اہم کتابیں نوادر اور تیرکات قدوس سے موجود ہیں۔ تقریباً ۹۰ سال کے عرصے میں کتنی سخت بارشیں ہوئی ہوں گی اور کتنے مکانات گرے ہوں گے جس کی وجہ سے کتنی رستائیں زلزلات اور کافزات ضائع ہوئے ہوں گے لیکن اسکو اللہ کی رحمت اور حضرت مولانا پھلاؤویؒ کی کرامت کہیے کہ آپ کی تمام کتابیں اور کافزات خصوصاً فرما قاسم کا یہ نسخہ کچھ مکان کی کچھ بچت کے نیچے بھی محفوظ رہا۔

میں مولانا حافظ محمد امین صاحب میرٹھی کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مولانا کو اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں مزید توجہ دلائی۔

میاں مولوی موبت الحق قاسمی درہنگوی سولہ نے بھی اس کتاب کے حصول کے سلسلے میں میرے ہمراہیہ تھا اور پھر پھلاؤویؒ کی کچھ کتاب کو اور اس کے ساتھ تنویر النبراس اور مکتوبات حضرت مجدد امر وہیؒ کو حفاظت کے ساتھ امر وہیؒ لانے ان کے مضامین سے آگاہ کرنے میں اور پھر اس کتاب کی ترتیب میں میری بہت مدد کی۔ مولوی حافظ محمد یوسف امر وہی سولہ نے اس کتاب کا مقدمہ اٹھا رکھا اور فہرست مضامین کے لکھوانے اور تیار کرنے میں میری کافی مدد کی۔

میاں ڈاکٹر خاں احمد فاروقی سولہ نے اس کتاب کا پہلا عکس اپنے اہتمام سے تیار کرایا

اور اس کی جانچ کی بیاں افضال الرحمن فاروقی پھیرا لونی اور شیخ عبدالرحیم صمدی ناگپوری نے بھی اس کتاب کے عکس کی جانچ کی اور اوراق پر غبر ڈالے۔

اس کتاب کے دوسرے عکس اور طباعت کی تکمیل کے سلسلے میں مکرم محمد احمد خاں صاحب مالک جتید برقی پریس دہلی نے پورا پورا انتظام فرمایا مگر یہ محمد طیب صاحب بن حاجی محمد حسین دہلوی نے بھی اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں مجھے بڑی سہولت بہم پہنچائی۔ فاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری داماد شیخ الاسلام حضرت مدنی جملہ نامہ محمد راشد صاحب بجنوری اور میاں انیس احمد فاروقی ملنے بھی اس کتاب کی تدوین و تکمیل میں مجھے کافی مدد دی۔

عزیز مہیاں غلج عباس عباسی کے اہتمام میں یہ نسخہ جتید برقی پریس دہلی میں شائع ہوا۔ میرے اجداد میں ماسٹر حاجی علاء الدین صاحب بھی قابل صد شکر یہ ہیں جنہوں نے میری آنکھوں کی معذوری کے عالم میں میری رفاقت اور نصرت فرمائی اور کوئی مرتبہ اس سلسلے میں دہلی کے سفر میں میرے ہمراہ رہے۔ میں ان سب معاونین کے حق میں دعائے خیر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین !

۲۹۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ

۱۶۔ اپریل ۱۹۶۰ء (چکرا شہر)

محمد جعفر اشعید۔ امروہہ (ضلع امراہ)

فیسم احمد فریدی امروہی

احمد سداہنت کہ محبوبہ بی بی سہیل سہیل

فرائد قاسمہ

کفر صمدی نرائیہ راجہ راجہ راجہ راجہ

درسا کہ محمد امہ نظر فرزند قاضی خستہ مل گریہ



ابن تیمیہ رحمہ اللہ

سوال علماء و متبنین محمدی و ورثائے علمین عظیمی جیسے اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم
 ارشاد فرمادین کہ تعینت اوس شرک کی کیا ہے جسکے سبب شرک الیہا جس
 ہو جاتا ہے کہ اوسکا ذبح درست نہیں ہوتا اور اوسکا نکاح مسلم سے نہیں
 ہو سکتا اور وہ شرک الیہا امر ہو کہ مختص بہ شرکین ہو اہل کتاب میں نہ پایا جاوے
 اسواسطے کہ اہل کتاب کا ذبح حلال ہے اور کتابیہ سے نکاح مسلم کا بھی
 درست ہے حالانکہ وہ امور شرکیہ جو عام اہل اسلام میں شہود میں زمین اہل
 کتاب اور شرکین شریک میں جیسے شرکین کا قول ہے اللہ اکبر یا نبات
اللہ یا ساسی اہل کتاب کا قول ہے غزیر ابن اللہ و مسیح ابن اللہ

۳۳
 شریکین کا اطلاق غیر الہ پر کرتے ہیں جعل الالہات الا للہ والحمد للہ
 کتاب ہی ایسا ہی کرتے ہیں انت قلت للناس اتخذوا فی داعی الدنیا
 من دون اللہ بانکد و نو فو قد اپنے معبود و مکتوسقل فی التاثر او غایت
 مغفم نہیں جانتے صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے قال کان المشرکون
 بقول زلیک الاشہار ہا لک قال فیقول رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم ولکم و قد یقولون الاشہار ہا لک حوالہ غلط کہ
 وما لک الحدیث ولکن مسئلہ ہر مخلوق السموات والارض
 لیقول لخلق من العزیز العلیم الایۃ اور جہدہ غیر الہ کو کسی دونوں
 ذریعہ کرتے ہیں عبادۃ کرتے ہوں یا تعظیما لکرو کہتے ہیں کہ ہم تعظیما
 تخیل کرتے ہیں اور ظاہر ہیں ہے کہ انکا سجدہ سجدہ عبادت ہو اسے
 کہ اوکلی عقیدہ میں غیر الہ غایت مغفم نہیں ہے پس یہ قصد غایت تعظیم
 نہ ہو کا ظاہر مولانا شاہ عبد الغیر صاحب تفسیر غیری میں یہ مفہوم ہوتا ہے
 کہ سجدہ غایت تعظیم اور مذلل ہے لائق ہے کہ غایت تعظیم کو ہو پس اگر
 غایت تعظیم ہو تو سجدہ عبادت ہے والا سجدہ تخیلہ بالجہدہ و تہمت
 شرک مطلوب البیان ہے کہ جس شرک اور تباہی متاثر ہو جاوی اور

لفظ تعمرسانی جو نا اہل کتاب کا بے مشرکین کا امتیاز کرتے ہے کافی نہیں ہو سکتا
 اسلئے کہ اہل اسلام میں سے جو عقائد شریک کرتے ہیں باوجود اقرار اساقی
 حکم شرک اور ہر گنا یا جاتا ہے علاوہ اسکے دلائل کا عقیدہ پر ہے ساقی زبانی پر
 بنیوا تو جروا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جواب لفظ شرک مثل لفظ تصور دو معنوں میں اصطلاح اہل شرع
 استعمال ہوتا ہے جن میں سے ایک معنی دوسرے معنوں میں عام ہے اور دوسرے
 معنی خاص غرض جیسے اصطلاح منطق میں تصور کے دو معنی ہیں ایک عام ایک
 حاصل ایسے ہی اصطلاح شرع میں شرک کہی تو مقابل موجود ہوا جاتا ہے اور
 یہ معنی عام میں اور کسی اس معنی کے ساتھ مفہوم الذی لہ یوت الکتاب کی
 قید پڑا کر اور عام کو خاص کر لیتے ہیں اور شرک بمعنی ثانی اہل کتاب کے
 مقابل میں استعمال کرتے ہیں اور اس اعتبار سے یہ تفریق ہے کہ اہل کتاب
 ذیجہدہ شرک کرتے ہیں کتابیہ کے تکل و درجے۔ شرک سے شرک
 نہیں ہو سکتا ذیجہدہ نہیں ہو سکتا بیان سے اویس طرح ظاہر ہے جیسے تصور کے
 تخصیص کی وجہ مقابل تعین یعنی جیسا وہاں تصور بمعنی مقابل تعین کا

۵
بہ نسبت تصدیق کے تصور جو ناظر تصانیف کے حصول صورت و ثبات نظر ہے
اسی ہی بہانہ آثار شرک شریکین یعنی ثانی میں بہ نسبت اہل کتاب کے ظاہر و باطن ہے
اسلئے بیان وجہ کی طرف توجہ کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ان اس بات کا
بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تعریف حکم دیکھو و کفاح بطور معلوم کیوں
کی گئی چہ نہ ہونے نا بکار و کفاح سمبسات میں معتبر نہیں خدا کی باتیں خدا
ہی جانی یا اوسکار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مگر بقدر فہم نام رسا معقول
اول تو خیال فرمائے کہ اہل کتاب تو مثل اہل اسلام موافق تو رت شریف
علی العموم خدا ہی کے نام پر فوج کیا کرتے تھے اور اگر کیسے شاذ و نادر غریبی
نہیں تھے فوج ہی کیا تو جو جہ ندرت اسی ہی قابل اعتبار و لحاظ نہ تھا جیسے شیخ
سد و وغیرہ کی نیست ہے بہانہ اہل اسلام بعض مقامات میں شاذ و نادر فوج
کرتے تھے اور اس وجہ سے دیکھ اہل اسلام میں تامل نہیں کیا جاتا دوسری کہ
ایمان ایک کلی شلک ہے جسکے لئے دلائل کثیرہ ہیں جن سے وہ مرتب جس سے
نجات عن الخلود فی النار شروع ہوجاتی ہے وہ نواہل اسلام ہی کے ساتھ
مخصوص ہے اس صورت میں مراتب بالاتر تو کوئی نادر کی ساتھ مخصوص نہیں ہوگی
پر مراتب اقلہ اور اقوام میں ہی موجود ہیں غرض نجات عن الخلود اور چیز ہے

اور ایمان اور چیز ہے موافق اشارہ — آیت لا تنفع نفساً اچھا
قیامت کو ایمان تو کفار میں ہی ہوگا یہ نجات عن الخلود ہوگی بالحد مراتب
سا فلاح ایمان مرتب سے جو سارے اہل کتاب میں پایا جاتا ہے باین وجہ کہ
ایک کتاب خداوندی پر تو ایمان رکھتے ہیں اوس مرتبہ ایمان سے عمدہ تھا جو
مشرکین میں ہوتا ہے اور اگر فرض کروا زمین ایمان بالکل نہیں ہوتا تو انکو
بھی دعا سہل ہو گیا پر حال زمین بونی ایمان زیادہ تھی اسلئے قابلیت اتحاد و
اختلاف ہی زمین بہ نسبت مشرکین زیادہ نکلی اور دیکھا تو سرمایہ حلت
اصل میں تقرب الی اللہ ہے حسین بانگ و شریکین اگرچہ بوجہ امور
خارجہ وقت ارتداد اوس اصل پر نظر نہیں کجا توجہ نہ تھی نہ تھی نہ تھی
انشاء اللہ تعالیٰ واضح ہوا جاتا ہے سب سے وجہ یہ ہے کہ تورات و انجیل میں
بشارات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مندرج نہیں مگر یہ بات کہ آپ صدق
ان بشارات کے ہو سکے میں یا نہیں بعد ملاقات تواتر و حسب ملاحظہ
و اختلافات کثیرہ تصور ہے اسلئے اس قدر اختلاف روا کیا گیا کہ کتاب سے
کفاح جائز ہونا کہ بعد استماع اوصاف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تطبیق ان
بشارات کی انکو سہل ہوجای اور ہر حیثیت کی محکومیت اور اسکا

موضوع کسی اپنے معنی تحقیق میں ہوتا ہے کسی معانی مجازی میں پر معانی تحقیق میں
اگر استعمال کئے جائیں تو اس کے پر و صورت میں بین ایک تو بہرہ کہ معنی مراد
اور ان الفاظ کے لئے اور کوئی معنی ہی نہیں ایک کے مراد معنی ہی ہوں و صورتیکہ
ایک لفظ کے کئی معنی ہوں اور ان معانی میں سے کوئی معنی مخالف مقاصد شرع
ہوں تو ایسے لفظوں کا اصل سے استعمال کرنا ہی ناجائز ہے اسی پر کہہ رہے تھے کہ
کہ معنی مخالف مقاصد شرع مراد ہوں تو استعمال منع ہے نہیں تو نہیں سند
اس دعویٰ کی کلام الدین موجود ہے فرماتے ہیں یا ایہا الذین امنوا لقولنا
راعنا و قولوا لظہرنا دیکھتے راعنا گو عربی میں انظرنا کے مراد فاعنا یا نظرنا
المنہ ہے لیکن یہودیوں کی اصطلاح میں یا عارفی زبان میں دشنام بھی ہوا ہے
منع فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لفظ سے خطاب مت کیا کرو
بلکہ راعنا کی جا انظرنا کہا کرو دیکھتے غیر زبان کے معنی پر ایسے مواقع میں جب نظر
توڑ کے معانی لکیر کا کہو کہ لکیر کا لفظ نہ ہوگا دیکھتے اسما اور اعلام مشتق میں ایک
وضع جدید ہوتی ہے اور بائیمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وضع قدیم
سابقہ کا لفظ لکیر اور عبد اللہ و عبد الرحمن کو احب اللہ امرایا اور ملک
الاملاک کو انقبض الاسما علی ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

شائرمہنہ خاطر و باہر ہے مگر چونکہ صورت معلومہ دوسرا اندیشہ تہام و کتاب
سے نکاح کر کے زن مسلمہ کو اجازت نہوی علی ہذا القیاس اور کئی کہانی کہلانی میں
ایک نوع اختلاف کی امید تھی جس سے مقصود معلوم کی امید کو نظر اتنی تھی
البتہ مسلمان ہو کر مرد ہونے میں وہ امید قطع ہو جاتی ہے بعد وضع تنقیہ
اسلام و مشاہدہ و استماع احوال سنیدہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص
مرد ہوگا تو باعث اوسکا بجز تعنت و عناد اور کفر نہ ہوگا اس صورت میں وہ
اختلاف موجود کشف راز اور باعث وضوح حقیقت الحال سمجھا گیا تھا
اس بات میں یکا نظر آیا ان اولیاء اسلام کو کئی محبت گراہ ہو جاتی کا اندیشہ
تھا اسلئے اس پر بھی نظر نہیں کجائی کہ علت علت بدستور عرض حسب قاعدہ
مقررہ جسکے طرف آیت قل فیہا اثمد کیوں و منافع للناس و انہما الکبر
من فخرہما شیعہ ان احکام میں غلبہ علل منافع و مضار پر نظر ہے واللہ اعلم
اجواب یہ ایک سوال نہیں بقدر الفاظ مندرجہ استفسار سوالات سمجھتے
مگر چونکہ الفاظ باعتبار اغراض و احکام متحد معلوم ہوتی ہیں اسلئے باعتبار اغراض
و احکام سوالات مسطورہ کو تعداد اصلی سے کم میں لکھ عرض جواب کی طرف
بنام خدا متوجہ ہوتا ہوں پر بطور تمہید اول یہ لکھنا شروع ہے کہ استعمال الفاظ

در بعض الفاظ میں تکرار

اوس زبان کو کونکے ایسے نام کی تغیر اور تبدل فرمائی جسکے معانی اصل کیا نام کو مکمل
 و شرک یا بد افلاک یا بزرگی و بڑائی کا ہونا یا بیداشتگی کا موصوم ہونا تھا چنانچہ
 ماہران حدیث شریف پر واضح ہے الغرض ایہام مذکور پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 کی یہی نظر ہے جیسی خدا تعالیٰ نے لحاظ فرمایا اور یہ باعتبار معانی الفاظ
 مشترکین بہر حکم ہے تو وہ لفظ جسکے معنی واحد و جود پر مخالف مقاصد و جمیع
 ہوں ایسے لفظ کا کسی معنی صحیح میں مجاز استعمال کرنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا
 و چراو سکی یہ ہے کہ الفاظ کثیرہ المعانی لغو و عسکے سب معانی باہم اجنبی اور
 متباین ہوتے ہیں ایک کو دوسری سے کہہ علاقہ نہیں ہوتا اگر علاقہ ہوتا ہے تو
 اتحاد لفظ کا علاقہ ہوتا ہے اور معانی مجازی اور حقیقی میں علاوہ اتحاد لفظ کو
 اور علاقہ نہیں ہوتا جس پر مدار تجویز ہوتا ہے مگر ایسے الفاظ کا استعمال کرنا خواہ
 معانی — حقیقی صحیح میں ہو خواہ معانی مجازی عمدہ میں و طرح متصور ہے
 ایک تو یہ کہ تعین معلوم علیہ ان الفاظ کے سیاق کلام سے ظاہر ہو جائے کیا کوئی
 زبیر قائم شدہ سو یہ ان ظاہر ہے کہ محکوم علیہ زید ہے اور اوس میں کس طرح کی نسبت
 نہیں غرض ایک تو یہ کہ بالیقین موصوف اور اوصاف کا متعین معلوم ہوا
 ایک یہ کہ تعین محکوم علیہ سیاق کلام سے ظاہر ہو گو واقعہ میں متعین ہو سکتا

اول میں تو ایسے الفاظ اگر ایسے محکوم علیہ کی شان میں استعمال کئے ہیں کہ ادا کی شان
 میں ایسے الفاظ کا استعمال بارادہ معنی پیچیدہ موصوع ہو تو دوسری معانی حسن میں ہی
 اور نکاح استعمال بوجہ مذکور ممنوع ہے اور شکل ثانی ارادہ معانی قیچہ تو ممنوع ہی
 ارادہ معانی حسنہ ممنوع نہیں اسلئے کہ ارادہ معنی حسن کو یہ برای ہیں مگر
 برا ہے تو ایہام معنی قیچہ برا ہے جسکی وجہ سے استعمال بطور مذکور ممنوع ہے
 سو یہ ایہام غیبی متصور ہے کہ اور کو تعین محکوم علیہ کی خبر ہو اور جب محکوم علیہ
 متعین نہیں تو یہ کچھ خرابی نہیں غرض جب کوئی فساد خارجی نہیں تو یہ شہادت
 انکار اعمال بالذات عند اللہ ایسی الفاظ کا معانی صحیحہ حسن میں استعمال
 ممنوع نہیں اگر محمل اشعار و ان حافظہ دیگر کلمات بزرگان جو اس قسم کے ہیں
 حسن ہے اور موضوع اور محکوم علیہ کوئی کلام کا خود خداوند کریم ہے تو بانیو جہ کہ
 سیاق کلام سے تعین محکوم علیہ معلوم نہیں ہوتا تو بدرجہ ایہام معانی قیچہ جو ان الفاظ
 ظاہر ہو اکی کو تو تحريم وغیرہ نذرنا چاہئے کہ یہی تہید مہم ہو چکی تو اب التماس یہ ہے
 کہ شہادت مندرجہ سوال متعلقہ جسم شریف میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ تشبہ
 عاشقانہ اور مضمون شاعرانہ ہو دوسری یہ کہ تشبہ عاشقانہ نہ ہو بلکہ دشمنانہ ہو
 یا بعض الفاظ میں معنی حقیقی ہوں جیسا غار مگر عالم یا خونیر خلق کو بعض الفاظ

جہاوت وغزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اطلاق ان الفاظ کا آپ پر ممکن ہے
 گویا ان ہی دو احتمال میں ایک نو بیہ کہ مجاہدانہ ہو سو بیہ محاورات کلام سے ہرگز کوئی
 مراد نہیں لی سکتا یعنی مجاہدان الفاظ کا استعمال صحیح نہیں دوسری یہ کہ دشمنانہ
 چنانچہ ظاہر ہے بالجملہ بطور ممنوع ہے اتنا فرق ہے کہ تشبیہ عاشقانہ ہو تو کفر نہیں
 اور دشمنانہ ہو تو استعمال الفاظ مذکورہ نسبت ذات پاک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
 کفر صریح ہے یہی بہ بات کہ کفر نہیں تو پر کر لیا ہے چونکہ ایہام تو بین اور تو بین کفر
 تو ایہام مذکور کلام ہو گا مثلاً لباس کفار اور شعائر کفار میں فقط ایہام کفری میں
 کفر نہیں تو عند الدیر اہم ہے علی هذا القیاس یہاں ہی پہنچتے ہاں اتنا فرق ہے کہ
 ملاحظہ شعائر عند القضا موجب کفر ہو سکتا ہے اور ایہام الفاظ مذکورہ موجب
 تکفیر نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ استعمال الفاظ موضوعیاً معنی حقیقیہ میں شائع ہے
 ویسا ہی معانی مجازی میں پر شعائر میں یہ بات متصور نہیں شعائر اسے کہتے ہیں
 کہ کسیکے ساتھ مخصوص ہوا اور چمکداس وجہ سے ایہام میں تخفیف ہوتی ہے تو حرم
 میں ہی بظاہر تخفیف ہوگی مگر باین نظر کہ نام موجب اذیت خاطر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
 ہو گا اور یہ ممانعت لاجل حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور انکی ادنی اذیت ہی
 حکم از الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرہ وانعم

عذابا یا ہمیدنا موجب لعنت ہے اور باعث عذاب کیونکہ اطلاق یو ذوں سے
 ہر قسم کی اذیت اسمیں بھی جاتی ہے اسلئے درجہ حرمت سے بھی اوتر کر یہ ممانعت
 حد کر اہمیت میں داخل نہوگی بلکہ بانو جب کہ بہندہ الفاظ موجب اذیت میں اور شعائر
 میں کوئی اذیت نہیں وہ حقیقہ حرمت جو بوجہ کی ایہام تہی اور شدید ہو جاوے گی
 حرمت شعائر سے بڑھ جاوے گی اور اگر باین خیال کہ ایہام تو بین کے کوئی قاضی پائے
 ایسے کو کوئی کافر ہی تو چند ان بعید ہی نہیں ہاں عند الدیر تہ پر درکار ہے واللہ
 اعلم بما فی الصدور بالجملہ ایسے الفاظ عاشقانہ کا استعمال ایسے محبوب نیرانی
 کی شان نگار ہے بعد تجرید معانی حاصل سبک محبوب کمال آئے ہاں وجہ کہ موہم تو بین
 اور شعر تشبیہ و تساوی معشوقان میں ہے جائز نہیں ہاں اگر محبوبیت ایمانی مجربیت
 جسمانی سے فوق ہوئی تو مصداق یہی تھا اگرچہ نسبت خاک را با عالم پاک محبوب را
 وایمانی و دہی حضرت رسول ربانی صلی اللہ علیہ وسلم کجا اور مردان خوش نظر اور
 زنان پری پر گرا کی آخری قصود اس محبت دنی کا فعل شیع ہے اور مقصود اعظم
 محبت ایمانی کا قرب خدای ربیع اور ظاہر ہے کہ ایہام اسباب میں ایہام مقام
 و شتاج مندرج ہے باین وجہ الفاظ متشاعر ایہام کا ایسے موقع متبرکین استعمال
 کرنا اگرچہ نسبت قائل فاسد نہ سہی ہرگز درست نہیں اور مقضای محبت نہیں کہ

برابرین اور ظاہر ہے کہ بڑو کو جو ٹوٹی برابر ہی سے جب گناہے اور یکسو تو ہیں
 کہتے ہیں غرض تہہ عین سے کہنا تا تو میں ہے اور بھیجے کے درجہ والوں سے برابر کرنا
 ہی کہنا ہی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رتبہ سے اوپر سوائی خدا
 اور سیکار تہہ نہیں سوا اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپکی تہہ محدود معین
 ذرا ہی بڑا ہونگے تو اسقدر رتبہ خداوندی بن آگے داخل کرینگے اور خود رتبہ
 خداوندی کیچھو داخل سمجھا جائیگا اور سیدر شرک حقیقتہً لانعم ایگیا اور حجتی بن
 کہ شرک سب بڑا گناہ ہے اور بڑو توبہ اور اسکی مغفرت کی کوئی توفیق نہیں اور
 وجہ شرک کی ایسی ہی ہوئی کہ وہی تو میں خداوندی ہے جسکی توجیح میں آئی
 فراغت پائی اور ظاہر ہے کہ تو میں خداوندی اور تو میں نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
 میں اسقدر فرق ہے جسقدر خدا میں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مگر کسی
 اہل ایمان کو اس میں تامل نہوگا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا نبی غفلت و رفعت
 مراتب خدا کے ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتے یہاں اگر تہہ بڑا ہی توجہ میں اور
 عبودیت بڑا ہے جسکی حقیقت خاکساری اور بجز و نیاز اور اظہار تذلزل ہے
 سو خدا کو تو سوا خدا کے عالی مرتبہ ہوگا اور میں نسبت اور کوئی تہہ نہیں پائی
 ہوگی اور ظاہر ہے کہ خدا میں من با تو نہکا وہم کرنا ہی عقل کے نادانی ہے اگر

ایسے الفاظ نازیل سے اظہار مافی الغیر کر کے بجای التفات خداوندی صلی اللہ علیہ وسلم
 مورد عن خداوندی و منتخب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ توجہ تہہ نسبت
 متعلقہ ذات شریف کا جو دعیاں محبت مثل عاشقان صوری اور کے ترکہ جی میں
 یعنی سائل نے ان تشبیہات راہیک کے بعد ان کلمات کو لکھا ہے جو بغرض تعظیم
 نبوی جاتی ہیں بغرض اظہار محبت مثل تشبیہات مذکور نہیں ہونے اگرچہ بعضی خاص
 تشبیہ ہیں جنہوں الغرض سائل نے جو یہ پوچھا ہے کہ یہ کہنا کیسا ہے کہ خدا محمد کو لکھا
 اور محمد خدا ہو گئے یہ چار سوال متواتر ان کلمات سے متعلق ہیں جو بغرض تعظیم اور
 اظہار عظمت مراتب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تہہ ص کے مجاہدان نادان بولتے ہیں
 سوان الفاظ کی اطلاق اور ان قسم کی بول چال کا حال اور حکم ہی وہی ہے جو
 الفاظ تشبیہیہ لکھا ہی مگر ان علت مانعت میں فروجہ اور اسلئے وجہ مانعت
 میں ہی تھا و شیعہ بنای کا مانعت الفاظ سابقہ بہام تو میں نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
 تھا اور وجہ مانعت الفاظ تعظیم یقین تو میں خداوندی ہے غرض سوائی خداوندی
 رفیع الہ جات کے ہر ایک کے رتبہ کی حد ہے اور اس حد سے کہنا ہے میں اسکی تو میں
 اور اس حد سے بڑا ہونے میں جسکا رتبہ اور اس حد سے بلند ہے اور اسکی تو میں
 کیونکہ بھیجے کے رتبہ والوں کو اگر اوپر کے رتبہ میں پہنچا دیتی تو یہ معنی ہوں کہ وہ تو

مقصود بہر حال ایک ہوتا ہے یعنی مصداق کلمات مذکورہ ہر طرز ذات واحد
مخاطب ہے بہرہ تعظیم اور تو میں بوجہ تعظیم الفاظ اور کچھ نہیں کہا جاتا معنی کی طرف گزرتے
منسوب نہیں کر سکتے ہر جب ہم اور تم باوجود اس اتحاد نوعی اور اشتراک لوازم
بشری اور جانج ضروری اور عیوب مقرر کی کے ایک نہ ہو رہی ہی بات کسی نہایت
اپس میں اتنے ملنے بار یک فرقوں پر نظر رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے اکثر لڑتے
ماتے ہیں تم کی جگہ اگر کوئی تو کہہ دے تو اسکے چہری مایں یا آب نہ کہاوتیں
تو خداوند مجید مالک ہر جزو کل فرج الدرجات غنی عن العالمین چارہا رکھ چکے
ایک کن میں لاکھ ایسے عالم پیدا ہوں لاکھ ایسے ایسے غارت ہو جائیں اسی الفاظ
یا ذکر ناخن سے معنی تحقیق لے جائیں تو بیشک کفر و تو میں لازم آئی کہ کو جو بوجہ تو میں
نہوگا انقض الفاظ مذکورہ میں اول تو گنجائش استعارہ و جو زمین وانی ہی
تو ایسی جیسی بی بی خلیفا و مذکور باب اور باب بیٹے کو بوجہ خبر گیری و روش
جو اصل میں باب کا کام ہے یا سہی کو بوجہ محبت و ہزارگی و جہد فیہ کی
بوجہ نگہداری آری فان مالک لکھ کر سے اب یہ فرماتے اس میں تو میں اور استہزا
نہیں تو اور کہی ہے اور کوئے عاقل نے اس قسم کی باتوں کو بی ضرورت روا
رکھا ہے لیکن اس قسم کے الفاظ کے استعمال کی وجہ مبالغت جو اسکے کہ نہیں

کسی کی خدا کی نسبت ایسے خیالات ہوں تو اسکے کفر میں کیا تا ہے انقض
رسول الصلحہ الصلی علیہ وسلم کو خداوند رفیع الدرجات غنی عن العالمین سے کوئی
نسبت نہیں تساوی تو دیکھنا یہ ان الفاظ میں کہ خدا محمد ہو گیا اور محمد خدا ہو گیا
ایہاں دیکھنا اس بات کی تصریح ہے کہ خدا اپنے رب سے معزول ہو گئی اور اوکھا
رتبہ گشت گیا علی مذاقیاس اس لفظ میں خدا جسم ہو گیا اور محمد جان ہو گئی اس کے
تصریح ہے کہ محمد کا رتبہ خدا سے بڑا ہوا ہے اور خدا کا رتبہ ان سے گستاوان الفاظ
میں کسی استعارہ صحیحہ اور تشبیہ صحیحہ کی گنجائش نہیں اور اگر کوئی احتمال بعد کیا
کہ بیان ہی وہی محبت اور محبوبیت مراد ہے تو ہم نے ماکہ مراد قابل ہی ہو کر ایک
بات انصاف طلب ہے اور قابل غور ہے اہل انصاف و فہم کو اسکے سننے
کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اس میں تامل فرمیں گا کہ کلمات مذکورہ میں اگر یہی
محبت اور محبوبیت ہوں تو تو میں خداوندی بہر حال لازم آتی ہے وہ بات یہ
کہ باہم کے خطابات میں لفظ تو اور تم اور جناب اور حضرت اور قبلہ وغیرہ الفاظ
خطاب میں فرق کرتے ہیں تم کو نسبت تو کے اور جناب کو نسبت تم کے اور
حضرت کو نسبت جناب کے بہتر سمجھ کر موقع تعظیم میں استعمال کرتے ہیں اور
ہر لفظ میں بہ نسبت سابق کے تعظیم اور بہ نسبت مابعد کے تو میں خیال کرتے ہیں

هذا الخرافات اهل ايمان کا کام نہیں اور بی ایمانوں سے کلام نہیں لیکن تمنا ہے
 کہ آج کل عیسایان ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریس اور توہین سے
 تو اس قدر مختصر زہون کہ خدا کی سلسلے ہی عاجز نہ ہو اور خدا کی توہین میں ہجرت
 کہ اللہ اللہ خداوند کریم ہدایت کری اور ایسی لغویات سے بچائی علی بن ابی نقیاس
 اس نقطہ میں کہ خدا میں ازلی وجود نہیں ہے اول تو خداوند پاک سبحان قدوس کی
 نسبت اس بات کا ایہام ہے کہ اس کے جسم اور لب اور منہ ایسی میں جیسے ہمارے
 دوسری خواہش بوس و کنا کا ایہام علی بن ابی نقیاس خدا کے عاشق اور اپنے قریب
 ہونے میں خدا کی طرف تو بقراری کا ایہام ہے اور انہی طرف خدا کی مخالفت کا ایہام
 ہے یہی بھید بات کہ عشق معین مجھ ہے جس کا خدا کی نسبت ثبوت کلام اللہ
 میں موجود ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ اتحاد معنی محض خیال عالم مردمان کہ ہم
 جن کو ہم مراد و سمجھتی ہیں وہ ہم مراد و کم ہوتے ہیں ظاہر میں حسن و جمال
 میں ترادف ہی مگر نظر غور سے دیکھتے تو ترادف میں تفاوت ہے حسن و صفت
 اضافی ہے اگرچہ بظاہر معلوم نہ ہو اور جمال صفت اضافی نہیں شرح او کی ہے
 کہ جمال اس کیفیت کو کہتے ہیں جو جملة اعضاء یا ارکان ضروریہ میں کسی
 پیدا ہوتی ہے چنانچہ جلد ہونیکا مقمور ہے لفظ جمال سے ظاہر ہے مویہ

۱۷
 کہ اگر خداوند بی کو انا کہیگا تو ایہام تو دلجو کا علی بن ابی نقیاس کوئی صاحب
 فرماتین تو یہی کہ اگر ایہام مذکور اس قدر موجب مانع ہے اور ایسا موجب استہزا
 اور توہین سمجھا جاتا ہے تو کیا استہزا اور توہین سے احتراز فقط آپس ہی میں ضروری
 خداوند فیج الدرجات کی نسبت قسم استہزا اور توہین سے احتراز ضروری نہیں
 باہم کی ان رشتہ داروں میں اگر فرق ہے تو ایک رشتہ کا ہی فرق ہے اور سب یا تو
 اشتراک ہے انسانیت اور لوازم انسانیت ضروریات بشری جو ایچ امکانی میں
 برابر ایک رشتہ رشتہ کے فرق پر یہ استہزا اور توہین بھی جاتی اور خدا کے ساتھ
 باوجود اس فرق کے کہ کسی بات میں اشتراک تو کیا نسبت اور نسبت ہی نہیں اس
 ایہام میں کہ یہ استہزا اور توہین نہوا لغرض حسی زور جیتا اور نہ ہونا یا باب ہونا
 یا زوجیت اور یہ نہ ہونا وغیرہ باعتبار حکم شرع کیسے جمع نہیں ہو سکتا اور
 اس وجہ سے ایہام مذکور ہی موقع ہے خدا کی کہ ساتھ نہ ہونا اور جسم نہ ہونا
 محمد کے ساتھ اس خدائی کی ہوتی بندہ نہ ہونا اور خدائی اور دولہ نہ ہونا اگر ممکن تھا
 نہیں وہاں تو یہ احتمال ہی ہے کہ خدا اپنے حکم کو بدل دی بیان کی بات ہی نہیں
 جو بدل دیتی اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی توہین اور اس کے ساتھ استہزا سب میں
 بڑا حرام ہے شرک میں برائی ہے تو اسی بات کے برائی ہے غرض بالہ من

۳۲۰

عقربین عشق چچان کہتے ہیں سو جیسے سبزہ مذکورہ و جوار کی انسیا پر چارون طرف سے لپٹ جاتا ہے اور چن چنوزن پر لپٹ جاتا ہے اگر وہ ارقسم سبزہ ہوتی ہیں تو اسکو سکھلا دیتا ہے ایسی ہی کیفیت مذکورہ تہذیب کے جوش مار کر کیفیات باقیہ کو دیا لیتی ہیں اور گویا نیست نابود کر دیتی ہے اور شخص کو جسکے دل میں عشق ہوتا ہے سکھا دیتی ہے غرض اس کیفیت کو فقط لیجئے تو محبت ہے اور اس مضمون کے ساتھ لیجئے کہ او کیفیات کو دیا لیتی ہے اور صاحب کیفیت کو سکھا دیتی ہے تو اسکو عشق کہتے ہیں سوار اول اگر ذات خداوندی میں نہ ہو تو ایسا ہے جیسے اور اضافیات علم اور قدرت انکی تسلیم میں جیسے تردد نہیں بوجہ شہادت کلام ربانی امر اول کی تحقیق میں ہی قابل مکرنا چاہتے اور امر ثانی کو خدا کی ذات پاک میں تسلیم کیجئے تو یہ معنی ہوں کہ خداوند پاک لغو ذرا بالہ مجبور اور معذور ہے تعالیٰ اللہ عزوجل علواً کہید۱ الغرض استعمال لفظ عشق میں ابہام بقیاری اور اضطرار ہے جس سے خداوند پاک منزہ اور پاک ہے باقی رہا بہر جملہ کہ میری مغفرت گناہ کرنے سے ہوئی اگر میں گناہ نہ کرتا تو میری مغفرت نہ ہوتی اس جملہ کو اس بات مجھوں کر نا چاہئے کہ بخشش گناہوں کی معافی کو کہتے ہیں فقط جنت میں داخل کر دینا

فہم مدبر ہا ہر کج ہے بہ نسبت اور الفاظ کے زیادہ تر ممنوع ہو گئی ولعائل
تکلیفۃ الاشارة

در تحقیق تفسیر طغیانیات کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سیاح انہما حرام
للمحمد رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ سید المرسلین
وآلہ النبیین والہ وصحبہ اجمعین بعد حمد و صلوة بہرگز اثر ہے کہ وجہ
استغنا کہ کچھ سچے مدبرین آتی استفسار اس امر کا کیا کرتے ہیں جس میں کچھ خطا اور ارتقا
کسی وجہ سے مخفی و مستتر ہو جو بات ہر پہلو سے ظاہر و باہر ہو اسکا استفسار
کیا کیجئے بانیان مدرسہ کی نیت اچھی مدرسہ کی نیت اچھی معقود علیہ یعنی در محقق
و ادب و علم سعانی و اکثر انواع معقولات مثل حساب و ہندسہ منطق خمین نہ
مخالفت عقاید اسلام ہے نہ ضروریات دین اسلام کا بیان بالیقین سیاح و تفسیر
محدود و معلوم بہر نہ معلوم باعث اشتباہ کیا چیز ہوئی جو استغنا کی نوبت آتی
ثان وقت کار اگر غیر محدود و یا غیر معلوم ہوتا تو وجہ استفسار مجہولیت معقود علیہ
البتہ خیال بطلان اجارہ کا موقع تھا معقود علیہ اگر کوئی احرام ہوتا تو مثل
صدر الصدوری و منصفی و دوشی کلکری وغیرہ مناسب حکومتین خلاف
ما انزل اللہ حکم کر نہی شرط ہے یا مثل تحصیل مسکرات و شراب و روشنی ذرا کار

۲۱
نہیں کہتے اور یہ بات چونکہ جہاں نہیں سوائے الفاظ اگر کسی نہر سے نکل جائیں
تو درگداز نہر ہے اور یہ احتمال کہ نسبت میں داخل کرنا، پر قوت ہے اگر سیاق
کلام سے ظاہر ہو چنانچہ ایہام شاعرانہ اسی غرض سے ہوتے ہیں جو بیان ہی و بی حکم
کیونکہ اس صورت میں اس بات کا ایہام ہی لازم آتا تھا کہ گناہ خدا کے نزدیک قبول ہے
او طاعت مردود اور زمین قطع نظر مخالفت قرانی اور احادیث متواترہ اور یہاں کی اور
استغنا فشریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بکلی نفع کا انوار اور نہ کسی ہی ہے
جو صفات کفار و منافقین اور شعا و مخالفان دین میں سے ہے واللہ اعلم و علما
اتم و اسلم و لہجہ مگر یہ ہے کہ اس جملہ میں اور تاویلات ممکن ہیں اس طرح کی
تکثیر و تفسیر بچا ہے مگر کہنے والوں کو خود احتراز لازم ہے اور اس بات میں نہر گئی
ریس نہایت کہ او کی تاویلات اور خیالات کو عوام کی عقلیں نہیں پہنچتی علاوہ دین
نہر رگان دین سے اگر اس قسم الفاظ صادر ہوتی ہو گئے تو غلبہ حال میں نہر مقلد ہو
او غلبہ حال ہو جبہر حال عقل انسانی فروع العلم ہو جائے باقی تقریر یہاں سے اہل فہم
فراسٹ خود مجھے ہو گئے کہ بعد ایہام نہر اگر حسب طالع قیہ مفہوم و مدح مرستہ
مانعت شدید و ضعیف ہوگی اس صورت میں استعمال لفظ نہر و غیرہ الفاظ
قیہ چکنے معانی اصلہ کے قیہ میں کچھ نامل نہیں اور الفاظ باقیہ کے قیہ سے انکا

وغیر چنین خود کوئی گناہ یا وسایل گناہ پر اجارہ منعقد ہو کہ جسے تو کمری درستی ہی
 حرام ہو جاتی ہے اور ایسی مدرسہ میں پڑھنا یا بیجا زینہ نا اور اس وجہ سے یوں کہہ سکتے ہیں
 کہ چندہ دینا اور اس کے وصول میں کوشش و سعی کرنی گناہ کی تائید ہے بہر حال یہ ہو
 تو کیونکر ہو اور ایسے مدرسہ کے طالب علم کو نوزکاء دیجتنے تو یوں کہہ لیں گے تو کوئی نوزکاء
 دے جس سے شیوع ہو اور جو مرئی مقصود ہے تائید دین یا اطاعت رب العالمین کی
 امید نہیں جو اصلی غرض عبادت مالی ہے جہ کیونکہ جب اعمال و شہادت خلق تکم
 فی الارض جمیعاً ہماری لئے مخلوق ہوئی — اور ہم شہادت و مسما
 خلقت الجن والانس الا لیعبدون عبادت کے لئے پیدا ہوئی تو یہ لیا
 قعد ہو گیا جیسے یوں کہتے کہ گھاس دانہ گھوڑی کے لئے اور گھوڑا سواری کے لئے
 سو جیسی ہر عاقل اس ارتباط سے بہرہ مند ہے کہ گھاس دانہ ہی سواری کی ہے
 ہی وجہ ہے کہ جو گھوڑا سواری ندی او سکھ گھاس دانہ نہیں دیتے بلکہ گولی
 حوالہ کرتے ہیں ایسے ہر عاقل و دونوں آیتوں کی ارتباط سے بہرہ مند ہے کہ ان کے
 اصل میں عبادت کے لئے نہیں ہی وجہ ہے کہ جہاں بہر غرض بالیقین منعقد ہو جاتی
 وہاں سلب اموال کے ادیان سابقہ سے لیکر اس میں تک اجازت ہے اور
 زکاء جو حکم خداوند خالق اموال و ممالک ہے کہ گھاس دانہ سے محروم رکھا جائے

موقر نفیر

صدقات نافذ نہیں خدا کی حکم کا واسطہ نہیں اگر کفار کو دی جائیں یا حیوان کے
 کام میں صرف کئے جائیں تو باوجود جائز ہونی کہ خدا کے حکم سے ہونی تو خدا کی طاعت
 بھیجے جاتی اور چونکہ احکام شرع صفت حکومت و معبودیت سے متعلق ہیں تو اگر زکاء
 کفار کو دیا جائے یا حیوان کے کام میں آئے تو یہ معنی ہوئے کہ اطراف و داخل عبادت
 میں جو معبود حقیقی اور حاکم حقیقی کی طرف سے بطور تقادی او کی بہر اعانت ہو
 مان وجود عالم صفت خالقیت و ربوبیت سے مربوط ہے اور ظاہر ہے کہ وجود
 حیوانات و نباتات و آدم غذا پر موقوف اس لئے مقتضای صفت خالقیت ہے کہ وہ غذا
 یا کافرو حیوان یا آدمی آدم غذا سے اس کی امداد لازم ہے غرض ربوبیت عام ہے
 اس لئے رب العالمین ہونا خدا کا ضرور ہوا اور معبودیت بالفعول خاص ہے اس لئے معبود
 کہلائیگا معبود المومنین و انکافیرین نہ کہہ سکیں گے بالجمہ صدقات نافذ کا کارخانہ بنو
 کی پیشکاری ہے اس لئے کفار و حیوانات ہی اس کے شیع ہون تو چند ان جا
 نہیں گواہی داتی تو یہ ہو کہ مومنین ہی کو ملین اور زکاء و صدقات و ہرچھ حکومت
 کی کارگزاری اور خدمت گاری ہے اس لئے مہندگان عبادت شاعر یعنی ہونا
 زار و خزار ہے اس کے مستحق ہے غرض تعلیم و تعلم علوم مذکورہ اگر غیر مومنین
 ہوتی تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ گورہ مومن کو مطیع ہو یا عاصی بوجہ ایمان جو اصل عبادت

زکاة دینی جائز ہے پر لحاظ اصلی اس طرف مشیر ہے کہ جو لوگ اموجہ میں نہ شک نہ
 اوکھا محروم رہنا سے اولیٰ چہ چنانچہ حدیث پر لایا کمال طوعاً مکراً لا تشقوا سیر
 شاید اور اسی لئے زکاة کے تہی ہی وہی لوگ اولیٰ میں جو غنی و پر نیکار ہوں
 علیٰ ذلک القیاس معقولہ علیہ من غنوت و علوم دین ہوتا تب ہی پریشیدہ ہو سکتا تھا
 کہ جب سے ملازمان سرکار کو کھانا پر اوکھے سے کچھ لینا ممنوع ہے ایسی ہی مومنوں کو
 جو ملازمان خاص اور بندگان باانتقام رب الفاس میں تعلیم علوم دینی پر جو
 بالیقین کار خدائے ہی ہے اجرة کا لینا جائز نہ کہ ہو سکتا ہے جو متاخرین نے
 اس پر اجرة کے لینے کا فتویٰ دیا اور اپنا ہی روزگار اوکھے ہر و سانی اجرة کو جائز
 سمجھیں اور چندہ دینے والے اور وصول کرنے والے باوجود حرم نہ ہونے کے اور
 نوابانیدہوں الحاصل با عبادات پر اجرة کا لینا ممنوع ہے ہی وجہ ہوئی کہ اجرة
 صوم و صلوٰۃ و ذکر و شغل وغیرہ حرام ہوئی یا معاصی پر اجرة کا لینا حرام ہے
 ہی وجہ ہوئی کہ اجرة زنا و کھانا وغیرہ کی ممانعت ہوئی اور وجہ وہی ہے
 کہ محکوم کو نہ حاکم کی مخالفت پر کچھ لینا روا ہے نہ کہ خود حاکم سے روا نہیں اور
 نہ حاکم کے تمیل حکم پر کسی سے لینا درست ہے کیونکہ وہ حق حاکم ہے تیسری مرتبہ عقد
 اجارہ یعنی نوکری ضروری کی ایک بہ صورت ہے کہ کار معقولہ علیہ کو اس مباح ہو

پر کسی امر حرام کا ذریعہ ہو مثلاً تعمیر کو کا مباح ہے پر تعمیر مندروں و شوالو کو باوجود
 معابد مخالفان دین اسلام یا بنو جانا جائز ہے کہ وہ ذریعہ عبادت غیر اللہ سے
 یا یوں کہنے کے تعلیم یا یعنی حساب و ہندسہ صرف و نحو و ادب وغیرہ علوم
 مباحہ اگر چہ مباح ہے پر ملازمین اسلام کے سوائے اور اس میں بطبع نوکری جاکر
 علوم مذکورہ کا تعلیم کرنا اسلام جائز ہے کہ اجارات میں نیت ستبر کا اعتقاد
 ہونا ہے ہی وجہ ہوئی کہ تعمیر معابد غیر اسلام ناجائز ہوئی اور ظاہر ہے کہ بحساب
 نیت بانیان مدارس الیہ اعلیٰ عبادات و حسنات تو معلوم البتہ یہ احتمال
 قوی ہے کہ ارتفاع علوم شرعیہ مقصود چہ چنانچہ منزل علوم شرعیہ جو ہر ترقی دار
 جو سب کو معلوم ہے بعد لحاظ مخالفت دینی بانیان مدارس مذکورہ اس پر شاید
 اور اگر بد نیت نہ ہو تب بھی تزل مذکورہ بوجہ ترقی مسطورہ احتراز کے لئے
 کافی ہے اور اسے ہی بدلنے دیجئے اگر نیت مدرس ہے تعلیم علوم مذکورہ سے
 تاہذا سب باطلہ یا ترویج عقاید فاسدہ ہونی تب ہی احتمال حرامت
 عطا چندہ و سعی چندہ بجای خود تھا اگر جب مستفتی خود یہ کہتا ہے کہ وجہ
 تخصیص علوم مذکورہ مدرس کی طرف سے فقط احتیاط ہے تو موافق ارشاد
 المنفی من تنفی الشبہات الباسدس تو اس قابل ہے کہ اس کے قدم یعنی اور جا

مذہبی ہر ایسے مدرس سے بہک ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں خیال بطلان غایب
 دین و الدجال آئے یا نہ ہر وقت معین کا مدد و پر خدا جانے وہ کونسی بات ہے
 جس پر متقی خوانان تصحیح اوقات مجیب ہو ایسے ہی سوالات لائق تر شرفی
 ہوتے ہیں جنہا پر حدیث قطبہ جو مسائل نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
 شتر گم شدہ کی نسبت پوچھا کہ اسکو بکریاں یا اون ہے چوڑ دین تو آپ نے فرمایا
 کہ یوسف فرمایا مائک و معہ خذاء و سقاہا او کم اقال مان بہ بات البند
 قابل استفسار نہی کہ لفظ معقولات ایک لفظ عام ہے فقط ریاضی و منطق ہے
 اس کے نامی داخل نہیں طبیعیات اور فلکیات اور الہیات حکمت ہی اسمیں داخل ہیں
 اور ظاہر ہے کہ اکثر مسائل علوم مذکورہ مخالف عقاید اسلام میں بہر او کتا تعلیم
 و تعلم جائز ہو تو کو کر ہو جو تصحیح عقد مذکور کیجئے اور چندہ دین میں شامل کیجئے
 اور اگر فرض کرو لفظ مذکور عقد میں عام نہیں یا تعلم تعلیم علوم مذکورہ حرام نہیں
 تو ہمیشہ میں نیست کہ مباح ہو مضمون بعد سے پہر ہی دوسرے ثواب کی امید
 پہر ہی گنجائش نہیں مان کی طرح تعلیم و تعلم مذکور کا عبادت ہونا ثابت ہو تو
 کیون نہیں مستحق نے تو نہ پوچھا ہم خود بنرض معلومت عرض کرتے ہیں سستے
 اگر کوئی باوجہ بہ شرط کرے کہ میں گوشت وغیرہ سالن بکھادیا کروں گا روٹی

نہ بکھادیا کروں گا تو کوئی دیوانہ ہی خیال عموم لفظ گوشت ہون نہ بکھادیا کہ اس میں سگنہ نہ ہو
 ہی گوشت اگیا اور اسکا کھانا پکانا حرام ہے اسلئے باوجہ مذکور کے تو کری ناجائز ہو
 ایسے ہی عموم لفظ معقولات سے خیال بطلان علوم مذکورہ مقدم در مدرس مذکور کے
 حلق میں متامل ہو نا کو دیون اور ہمیون کا کام ہے عقد سے اگرچہ جاہل ہی کیون نہیں
 افس کہ میں تین پانچ منوقت نہیں البتہ بھیج کہ امور مباحہ بذات خود مستوجب ثواب
 ہو تو میں نہ موجب عذاب مگر جب امور مباحہ وسیلہ حسنات یا ذریعہ سیئات ہو
 تو ایسی طرح حسنات و سیئات کی ذیل میں محسوب ہو جاتی ہیں جیسے او بکھڑی
 کہانیکے حساب میں بیٹے جیسے مہنی پر مشابہا کہانیکے حساب کرتے ہیں تو او بکھڑی کے
 دام نکال کر ہون کہانیکے میں کہ کہانیاں غنیمت ٹیڑا اور کہانیں اتنا صرف ہوا جسکا حاصل
 بہر ہوتا ہے کاشیاء مذکورہ باب و جب کہ ذریعہ حصول طعام ہو تو میں طعام ہی کے میں
 داخل ہو جاتی ہیں ایسے ہی امور مباحہ بعد تو مسل حسنات و حسنات کے میں داخل
 ہو جاتی ہیں اور بعد تسبیح سیئات کے حساب میں محبوب ہو گی جنہا پر سبکدھری
 رفتار اور ناز کے لئے انتظار پر جو ثواب نماز مباحہ اسکی ہی وجہ تو ہے کہ امور مذکورہ
 ذریعہ حصول نماز یعنی نماز مباحہ باجماعت میں ورنہ کون نہیں جانتا کہ رفتار کسی نماز
 نماز ہے اور انتظار کی طرح نماز یا نماز سے علی ہذا القیاس لیسادینا پڑنا نہا نہا

گو اہی شہادت جو بالیقین اصل سے مباح ہیں ورنہ امور مذکورہ کی طرح کسی موقع میں جائز نہ ہوتی اگر ذریعہ اکل رہا و سود نہ خوری ہجائیں تو اسی لغت کے مستحق ہوجائیں جو اصل میں شایان سود و فوائد کے اس طرح کی اوجہ نہا جسکی حاجت پر جو انکار استجاب پسند اولاد شام ہے اگر ذریعہ نامہ ہوجائیں تو موافق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہا کے مساب میں داخل ہوجائیں اور شرح کی طرف سے اطلاق نہا اور پھر کہا جائیگا حالانکہ بالبداء و غیرہ زبان میں تو یہ ممکن ہے جو بعد عبادت بھی جاتی ہے تو کیوں بھی جاتی ہے فقط اسلئے کہ وہ عبادت تھکتی ہے جسکا حاصل ہے کہ وہ سامان عبادت اور ذریعہ اطاعت ہے تعمیر عبادت اویان باطلہ جو منحلہ معاشی شمار کیا گیا تو کیوں شمار کیا گیا فقط اسلئے کہ وہ ذریعہ مصیبت اور سامان شرک و کفر وغیرہ ہے غرض کہ ان نگہانی ہزاروں نظریہ فرکان و حدیث میں موجود کتب نقد و اصول و عقاید و تصوف میں مذکور ایک ہی کہتے کہا گیا کہ پھر تعلیم صرف و نحو و معانی و بیان و ادب و ریاضی و منطق میں کیا تصور کیا جو یہ ذریعہ علوم دین ہو کر ہی داخل حساب علوم دین اور مستوجب ثواب کار دین نہ ہوں صرف و نحو و ادب و معانی مختلفہ اور نہ نولات اضافات متعددہ مثل فاعلیت و مفعولیت میں محتاج الیہ علم ادب اطلاع لغات و مصطلحات و محاورات میں مہذب اور علوم معانی و بیان قدر شائسی فصاحت و بلاغت یعنی حسن عبارت قرآن و حدیث

میں کار و علم منطق کمال استدلال و دلائل خداوندی و نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نافع و ظاہر ہے کہ جو نسبت عبارت و معانی میں ہے وہی نسبت حسن عبارت اور خوب انداز میں ہوگی کیونکہ عبادت متعلق ہے تو یہ معانی سے مربوط ہو کر کہہ دیجئے کہ علم معانی دنیا و جہان نہا و منطق نا جائزہ صرف و نحو و ادب و معانی و بیان میں اگر مخالفت میں نہا نہیں تو منطق ہی اس عیب سے پاک ہے اور اگر اشتغال منطق ہو و بجاہد بعض افراد کہ حق میں موجب محرومی علوم دینیہ ہو جائے تو یہ بات صرف و نحو وغیرہ علوم مسلمہ الایاتہ میں ہی بالبداء موجود ہے غرض اگر تحصیل صرف و نحو و معانی منطق سے توسل علوم دینی ہے تو یہ تک علوم مذکورہ مستوجب ثواب ہوگی نہیں تو نہیں ہو بہر ہر نہایت بائیان مدرسہ و نیت معلوم و تعلیم پر موقوف باقی کسی چیز بزرگان دین میں کسکلی بڑا کہا ہے یا بیان نظر کیا ہے کہ کہ فہموں اور کم فہموں کے حق میں اسکا مشغلہ تحصیل علوم دین میں خارج ہوا سو اس وقت وہ ذریعہ غیر نزا و وسیلہ شر ہو گیا اور یا یہ ہے کہ خود پوجہ کمال فہم منطق کی ضرورت نہوتی جو مطالعہ کی نوبت آتی اور عدم مخالفت معلوم ہوجاتی ہے یہ سمجھتے کہ یہ علم بظاہر بجا و کردہ حکمای یونان ہے اور انکی ایجاد کئے ہوتی علوم کی مخالفت کیسے قدر یقینی تھی اسلئے یہ خیال دل میں جم گیا کہ یہ علم ہی معانی دین اسلام ہی ہوگا ورنہ اس علم کی حقیقت سے آگاہ ہوتی اور اس زمانہ کے ہم ملان کے

کہوں کہ بعض اہل جمیع جو غیر مشروع ہوتے ہیں جیسے زنا اور قتل ناحق اور بعض اور
ایک دوسرے غیر مشروع ہوتے ہیں تو ایک دوسرے سے مشروع ہی ہوتے ہیں مثلاً شرک
مانعت کی طرف آیہ والشعرا یتبعہم الفأور والذراغفم فکلوا
یدعیون وانضم یقولون ما لا یفعلون اور نیز آیہ وما علنناه الشعروما
یتبعیہ اور سوا انہی اور ایک ہی تقریحات اور اشارات موجود ہیں اور حدیث
لان ممتلی جوف احدکم فیخا یر یہ خیر لامن ان عتلی شعرا۔ اور نیز
اور احادیث جو اسکے قیاس المعنی میں یا سپر شاد ہیں مگر یا انہی رسول الصلی اللہ
علیہ وسلم اور خلفائے زمانہ میں حضرت حسان رضی اللعنه ممبر پڑھ کر
اشعار پڑھا کرتے تھے اور سوا ان کے حضرت عبداللہ بن رواحہ اور مجاہد
قصیدہ بابت شعاد وغیرہ اصحاب کا آپ کے سامنے اشعار پڑھنا اور آپ کا
خوش ہونا کتب احادیث میں منقول ہے حضرت فاطمہ رضی اللعنا کا بعد دفن حضرت
سروکانات مصدق الصلی علیہ وسلم اشعار کا پڑھنا اکثر اہل علم کو معلوم ہوگا علاوہ
بریں حضرت عمر رضی اللعنا کا یہ ارشاد کہ علیک بدیوان العرب شہور ہے
اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا اون کو گونگے کے طرف بوجہ استماع و غلط فہم
اتصال ملل جو تاہا برقرار مانا کہ حصہ صومعنا لکما لکثرت کو معلوم کتب احادیث میں

اہلہام کو دیکھتے جو چوتھے ہی قرآن وحدیث کو لے بیٹھتے ہیں اور باوجودیکہ قرآن
کتاب میں اور اسکے آیات واقعی بنیاد میں فہم مطالع احکام میں ایسی طرح
دھکی کہاتے ہیں جیسی قنابیر کی ہوتی انہی دھکی کہاتے ہیں اور پراون خرابیوں
دیکھتے جو ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں واقع ہوتی ہیں تو ہرگز یوں فرماتے
بلکہ علمای جامعین کی برکات اور فیوض کو دیکھ کر تو خوشی نہیں پڑھ حسرت بوجہ
توسل مذکور غریب فرماتی اور کیوں لغواتی وجہ علوم فلسفہ الگری تو مخالفت
دین اسلام ہے چنانچہ تقریحات فقہا اس پر شاد ہے سو فرماتے تو سنی منطق کا وہ کو
مسئلہ ہے جسکو یوں کہتے کہ مخالف عقاید دین اسلام واحکام دین و ایمان ہے
مگر جن مخالفت نہیں اور وجہ مانعت مخالفت تھی تو یہ اور کیا کہتے کہ بوجہ مانعت
حقیقہ علم مذکور فقط اتساب فلسفہ سے اور فقہا کو دھوکا ہوا جو اسکو ہے
ہمسنگ علوم مخالف سمجھ گئے رہا فتوایحیوالا مستحبی آداب و راقہ اس سے
حرمت منطق پر استدلال کرنا ایسا ہے جیسے یوں کہتے کہ ڈھیلوں سے استخار کرنا
جائز ہے اسلئے ڈھیلوں کا الہا کرنا جائز نہیں اور اگر بالفرض والتقدیر تحصیل منطق
بھی ہمسنگ تحصیل علوم مخالف دین واسلام ہے یا غلط معمولات ایسا عام ہے
کہ ہر جگہ علوم مخالف کام اور ہوا ضرور ہے تو یہ کیا حرمت محدثہ پر ہی لازم نہیں آتی

مثل تجاری فیض و صیغہ مسلم اشعار مذکور ہیں کتب تفسیر میں مثل فیضی شریف و
مدارک و تفسیر کبر اشعار مسطور اور ہزار اولیٰ احباب اور اولیاء و علمائے شعر گوئی اور
شعر خوانی کا ثبوت مسلم و جہاں سکی کیا ہے وہی ہے کہ شعر و شاعری جمیع الوجوہ جموع
تہیں در بعد ارشاد و الشعراء بدیعہم الغا وں جو علی العموم قہریم کے اشعار
مذمت پر دلالت کرتا ہے اور بعد مائتہ لاکھ عتلیٰ الخرج علی الاطلاق قہریم کے
اشعار کی مخالفت پر شاہد ہے ایسی مخالفت صریح اول سے آخر تک تمام اسناد
اسند میں شایع و ذوالیغ نہ جوائی اور ایسے ایسے ارکان بن یون مخالفت ظاہر ہو کر
نہ بانہی مگر یہ ہے تو یہ کلام فقہار سے بنسبت علوم فلسفہ ایسی مخالفت علامہ مطلق
سمجھ لیتا اور نہیں کا کام ہے جنگو فہم ناقب خداوند عالم فی عطا نہیں کیا صاحبزادوں
زمانہ سے لیکر آغاز سلطنت عباسیہ تک جس علوم فلسفہ یونانی سے عربی میں
ترجمہ ہوئی لاکھوں اولیاء و علمائے یہیں اور گذر ہی جنگو علوم مذکورہ میں بہارت
کاملہ تہا و ہی مولوی ارشاد حسین صاحب راسخون اور مولوی عبدالحی صاحب
لکھنؤ میں اور مولوی شکر الدین صاحب مراد آباد میں باوجود فتویٰ و دینداری کے علوم
مذکورہ میں کمال رکھتی ہیں دلی میں مولوی ندیم حسین صاحب ہی جنگو صلاح و
تقویٰ میں اکثر و کثرت و یک ضرب الشمل کہتے توجہی ان علوم سے خالی نہیں علمائے

ممنوع اور اصل سے مکروہ حرام میں چہرے میں انہماک اور اس کے چہرے پر جانا
اور اس کو مقصود اصلی اور مطلوب اہم بتائنا ممنوع ہے مطلقاً مشغلہ شہر میں نہیں
جنا ہے حدیث میں فقط تعلیٰ اور سکی طوط مشیر ہے اور آیت میں استثنای الا
الذین امنوا اس پر شام ہے ایسے ہی قبلہ ہفت اور کعبہ طبعاً اللہ تعالیٰ جو ایک ممنوع ہے
بغرض تشدید اذان یا بخیال رہ عقاید باطلہ علوم مذکورہ کا حاصل کرنا یا بنینہ علوم
بطان علوم مذکورہ کو ایسی استناد کامل سے حاصل کرنا جو وقت و دراز اس کا بطلان
ثابت کرنا جانا مومن اگر ممنوع نہیں بلکہ شرط ایقاف و حسن نیت اگر مستحب ہو تو یہ علم
جیسے بغرض انتصار یا تحقیق علم یا تائید علم تفسیر مشغلہ شہر مستحب ہو جائے چنانچہ
ابن فرہار شاہ دہلوی اور ہریرہ عبدالعزیز بن سعد دیکھنا وہاں ہے اگر عربین
جس کے مانع قرآن و حدیث میں مخصوص ہو جو مذکورہ ہمہ استحب یا آجائے
تو وہ ممنوعات جن کی مخالفت قرآن و حدیث میں صریح نہ ہو فقط قیاس فقہاء وغیرہ
ممنوعات پر اس کی مخالفت کا منہ ہو کہ کوئی وجہ مذکورہ شرط ایقاف و حسن نیت مثل
تشہید ذہن بخشنہ ذہن کو یا ایک فہمی کی عادت ڈالنے میں سے یہ عقاب و غماض عقاید
احکام کو سمجھنے کے مستحب ہو جائیگی ہاں اگر کسی میں ایقاف علمی ہو جیسے آج کل کے
وہ صاحب علم جو یہ سچی سچی شہر و علوم مذکورہ کو علی اللہ اطلاق حرام بتلاتے ہیں

یائیت درست نہ ہو مثلاً قبل طلب انہیں علوم کو بنالے بطور مذکورہ نہ بناتے
یا ذریعہ بناتی تو علوم باطلہ کی تائید کا بنائی جیسے فرض کرواؤ مذہب والی بغرض
تائید مذہب یا مقابلہ اسلام حاصل کریں تو ان کے حق میں اگر مشغلہ علوم مذکورہ
مکروہ یا حرام مطلق ہو تو جی نہیں اور اس وجہ سے انکی حق میں درس علوم مذکورہ
اجرت لینا جائز ہو گا وہ آدمی اگر کچھ بیچ الوجہ مکروہ یا حرام ہی تو دور از غفل
نہیں اور انکی حامی اور موید تائید امر حرام کی مصداق ہوں تو لائق قبول ہے
خاصکہ اس صورت میں کہ مستاجر مسلمان نہ ہو کسی اور مذہب کا آدمی ہو کہ نہ فعل
اجیر تابع نیت مستاجر ہو اسے مثال دکر اسے تو بھیجے کار سہار فی جہاد و غیرہ
مگر کوئی شخص غلام مسند جنوائی کو کار تعمیر حرام ہو جائیگا اور مسکن و مسجد تعمیر کرتے
تو اور حکم ہو جائیگا ہاں اگر نیت اچھی ہے اور ایقاف کا مباح فی فہاد و موجود ہو یعنی
معلم و معلمین تشہید ذہن یا رد عقاید باطلہ مشغلہ اختیار کریں اور وہ دونوں میں ایقاف
ہی ہو کہ معلم اہل بطلان پر قیاد رہا تو معلم دلائل الباطل کے سمجھنے کی ایقاف رکھتا ہو تو
تعمیل علوم مذکورہ و اعلیٰ ثواب و حسنات ہوگی چنانچہ تقریر گذشتہ اس باب میں
کافی ہے مگر جب یہ ہے تو بیشک چند دینے والی بھی کر کے معمول کریں والی اس وجہ
مصعب بہ ثواب ہوگی اور پورا اس کے ساتھ یہ وجہ جدیدی ہی کی جیسے ہندوؤں کو

کہ منہ میں پہنچا شتا بعد ریحہ از دریل مکن نہیں ہے یہی درس علوم دینیہ مراد بادین
 بعد قیام عالم علوم دین مکن نہیں ہے جسے کوئی شخص مل کر کرے یا جہاں کانولی دیکھے عاصم
 بیت المکوریل یا ہمزہ ہزار کے تو کوئی نادان ہی اس میں تامل نہ ہو گا کہ کر دینے والی
 اور کوچ کا ثواب نہیں ملتا اور یہ کوئی کھنگا کہ اندر ریحہ ہزار عرب میں پہنچ جائیگی تو یہ بلا غمی
 کہ سوار ہو خواجہ ہی کہی ملی اور سیر جانہ لایا میل ولے بغض تول وصول دینا سوا
 کرتے ہیں اور سیر میل اور سیر زین پر کھنکھن جانا کوئی عبادت نہیں مصورہ میں کر رہا ہو
 کو ثواب ملی تو کوئی کھنگا لے یہی کوئی عاقل اگر جہاں ہے کیوں نہ ہوا سیر میل نہیں سکتا
 کہ در مغن دانشدی بعضی دفعہ وغیرہ بروصو تحیکہ و قیام عالم شازادہ ہوا حرکت
 دینی و الیکو ثواب امداد دین اور ترویج مغنولات نہ لگایا اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ بعض
 درس فنون دانشدی اگر کیں قیام ہوتا و سکوبہ لازم نہیں کہ علوم دین کی درس کا ہی
 اتفاق ہو اگر ہی اور پراسرہ درس علوم دانشدی کوئی عبادت نہیں مہندا درین میں
 وصول خواہ درس میں مشغول رہتا ہے مصورہ میں خواہ دینے والیکو ثواب ملی تو کوئی
 مگر یہ ہی تو پراسرہ کر خواہیوں اور در بدر بہر وصول کر خواہ کوئی شرط حسنیت ثواب
 شرطے لے کیا سنی اگر یہ ہم ہے کہ سوال حرام ہے تو بچے لے میضرت حرام ہے
 دوسرے کوئی تے سوال کرنا اور سنی اور غیب کر کے دلانا حرام نہیں اگر یہ ہی حرام ہو تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات خاصہ کہ وہ چاہے زمانہ کے تھا جو ان
 اور غلو کو کئی قرانی میں نعوذ باللہ داخل سوال حرام ہو جائیں سو اس بات کی کھنگالی
 اہل اسلام میں سے کسکو حرا ہے اور جب دینے والوں اور لانی والوں اور سنی
 کر خواہیوں اور وصول کر خواہیوں کو جو وہ مذکورہ بالا ثواب ملا تو بیک بہہ کار کیا کہ ہر
 اور کو نہیں خواہ اساعت علوم ربانی اور تائید عقائد احکام حقانی نیز سمیل اللہ علیہ السلام
 میں ہی اول وجہ کا اسلے کہ تو امد قیام دین و تائید علوم دین و رد عقاید
 مخالفہ عقاید دین تھو نہیں اگر تمام عالم مسلمان ہو جائی تو اعلیٰ کلام الہی حاجت پز
 بر علوم دین کی حاجت ہو کئی تول رہتے ہے غرض دیکھ تو میں اصل اور محتاج اللہ
 فردی علم دین ہے بلکہ کوئی چیز نہیں اسلے اسکی تائید اور ترویج میں صرف کرنا سوا
 وجہ کا فی سمیل اللہ ہے اور اگر فرض کر دے تائید علوم اور ترویج عقاید یقینی کوئی فی سمیل اللہ
 نہیں کہہ سکتے یہہ اطلاق اعلیٰ کلام الہی کے ساتھ مخصوص ہے تو اس کا رخنہ کو
 اعلیٰ کلام الہی ہے ہی بلکہ گناہا پڑ گیا اور اسلے واسطی ہر بادی کے دینی ہو خواہ کوئی
 تھو لے و عن سمیل اللہ علیہ السلام کی خدمت سے قرآن وحدیث پڑے سمجھنا لازم ہو گا
 یا اوسے ہی شہر کر انکو سمجھا جائیگا مگر میری سمجھ میں نہیں آتا لے مدرسہ کو کون ہا
 کہتا ہو گا اور کون اسکے دینی خراب ہو گا کہ جمین اکثر سبقت مغنولات کی طبعی جلتے ہوں

اور دین حق مستعولات کے بھی شرافاتی جلتے ہوں اور ان میں کہیں کسی موقع میں اگر کوئی
مسئلہ مخالف عقائد اسلام بلکہ مخالف اسے اکابر گناہ مخالف اسلام نہ ہوں تو اسکی
تردید کیا مینگی کیا ہی ان کوئی گنہ خواہ مدسین یا بدخواہ دین یا ان گنہ میں خاک ڈالکر اسکی
کھنے لگے تو کہنے لگے ہاں افسوس جہاں دین کی ترقی اور علوم و دین کی ترویج کا کوئی سامان کہیں
خدا کی تعالیٰ سے برپا ہوا تو شیطان یہ شیعہ و با زبان کھڑے کر دیتا ہے جسکو مل جہاں سے
ہی زیادہ عزیز ہے اور کوئی دین کے لئے ایک سامان ہوا جتا ہے اہل لہ کو لازم ہے کہ کچھ تو فعل
نہیں اور انکے دین اور کھولیں اور کھین کو کوئی حق نہ ہے اور کوئی تزدید کی باتیں کر کے
دین میں رشہ انداز تو ہے کیا قیامت کہ غلط نامہاں نہ ہو کہ سب سرگرمی ہو کہ امید و ہوس
سمی کے جاتیں اور دین میں یہ نہ کہنے چھلین یا نہ چھلین باوجود خدایمان ترقی نافع کے
مجھیں کٹالی جائیں اگر ایسے لوگ انہی کو کھولیں تو یہی نقطہ جو میں کہتا ہوں ایسے
کارخانہ کو کارخانہ تخریب چھین جی رہی تخریب ہوں مگر نہ اور عداوت پیشل مجھے مسلمان نہیں
وہیم ہے اور کوئی نہ ہو کسی سے عداوت ہے کسی محبت کا نتیجہ تو ہے وہ ال کی محبت ہو یا
عزت کی محبت ہو یا کسی اور چیز کی محبت ہو یہ یہ یہ باتیں دین نشین ہو چکی تو اسکی
کیا حاجت ہے کہ ایسے مرے کے طالب علم کو زکاۃ دیجئے یا نہ کہ شخص سچو گیا ہو گا کہ انکا دین
فی سبیل اللہ ہے اور خواہ ہے کہ قرآن میں مصارف زکاۃ کے بیان نہیں دوی الامام کا ذکر

انکے لئے کہ فضیلت اگر ہے تو ادا دین ہے اور فی سبیل اللہ خود قرآن میں بیان مصارف
میں موجود ہے اسلئے یا تو یہ کہ قرآن خریف حدیث خریف پر قدم ہے فی سبیل اللہ اور ان
جیسے وہ طالب علم مثلاً جو علوم دین میں پڑھتے ہوں یا بطور مذکورہ الصدقہ و عداوت کو تحصیل
کرتے ہوں دوی الامام پر قدم ہوگی علاوہ برین عقل اگر مسلم ہو تو پیر شاہ ہے کیا ہی کہ
سے خدا کی واسطہ داری مقدم ہے انہوں سے اللہ والی اہل دین تو بہتر ہے اور ایک
وہ لوگ جو ذوق ایمان رکھتے ہیں خدا کی واسطہ دار کو اپنے عزیز کسی عزیز سمجھتے ہیں
انصار و پیغمبر مباحیر کے ساتھ جو کچھ سلو کیا وہ انہوں کے ساتھ کہی کیا ہو گا کہ یہی مانج
وہ اگر انہوں کو قدم رکھتے تھے تو انکے اپنے ہی فی سبیل اللہ ہی غرض ایسے درویش کی طالب علم کو
دینا انہوں کی دینے سے زیادہ اولیٰ معلوم ہو کہ سو دینے والی زیادہ دیکھیں برابر ہی چھین
برابر چھین انکے چھین چھین کر دین تو کسی جو خدای ہی سرخرو ہوں دینہ الیا ہو تو
حساب جسے حدیث نہیں آیا ہے خلاف فرامے لگی کر میں ہو کہ تباہتے ہو کی کہا نا کھلا یا حدیث
شریف میں آیا ہے کہ جن بندوں ہی یہ خطا ہو گا وہ کچھ الیا عرض کرینگے تو یہ کوک
پیا س کے پاک کھانے پی سنے برابر اس پر خداوند تعالیٰ شانہ فرمائے گا فلا نمیر اندہ ہو گا
تو اگر اسکو کھانا دے میری حساب میں ہوتا ہی اب اہل فہم سے یہ عرض ہے کہ اگر کسی
جنگ کھلا یا خدا کے حساب میں محسوب ہو سوا انکی اور کوں ہو سکے میں جو خدا کے

کام ہے کہ ہوتی ہوئی ہی وہ کام کرتے ہوں جن میں نجات کی گنجائش ہو یعنی خدای ہی وہ کام
سرزد ہو سکے سو ایسی باتیں ہی تعلیم و ہدایت و قہر اعداء وغیرہ میں عبادت نہیں
کیونکہ خدای عبادت سے خوش نہیں البتہ ہدایت اور تعلیم اور قہر اعداء اور نصرت اولیاء اوسکا
کام ہے کوئی غیبی جانتا کہ اور واقعی ارشاد و علم اہم الاسماء معلم اصلی خدای ہے
اور واقعی ہدایت واللہ ھدی من لیستاء الخ نادى اصلی خدای ہی اور واقعی
فرمان و جبریل و عان آیت ثلاث الایام نذا ولھا یبین الناس اور آیت ان تصروا لاد
یصلھوہم ولقد نصرکم اللہ بیدہ وغیرہ آیات نصرت ہی جسکا حاصل وہی مقابلہ قدرت
کے بعد قہر اعداء ہے اصل میں خدای کا کام ہے باقی رہا یہ شبہ کہ ظالم علم علم سکتے ہیں
اور ظاہر ہے کہ یہ بات خدا کے عیون منوب نہیں ہو سکتی اسکا جواب یہ ہے کہ جبریل علیہ
کوئی چیز ہے کہ شکر کر پڑا تو نکلا اور کو کھول دیت کہ روکنا اور یہی نہیں تو اپنی انجوسی ہدایت کو لگتا
تو بیدار نہ پڑا نہیں اور ہر ایکے حساب میں ہوا جائیگا اور جیسے سامان اعلیٰ کلام اللہ کا مفسر
وہ اعلیٰ کلمۃ اللہ ہی کے حساب میں محبوب ہو جائے ہی یہاں ہی ہو گا مگر یہ جبریل ایا
تعلیک شمرطے استے چند خواہ مدین میں نہ رکھا تو کیا میں نے تو رکھا اور تھوکی ہاں مدرسہ کو
دی یا بلائے سلم کو شکر علیہ و معرفت رکھتوں بعد تعلیم لکنا ہوا جائیگی اسخبر یادہ کیاض
کیجئے فضائل طلبہ علم اخراہل اسلام کے گوش خورد دین اسے یہاں ہی ختم لازم ہے

الحمد لله رب العالمین تمام شد فقط الحاکم احادیث المیزان برآید
رفع تعارض بین الله الرحمن الرحیم و آیات عبادت
سوال اول حدیث کتاب بخاری شریف صفحہ ۴۴ سطری ۴۴ عن ابی ہریرۃ عن النبی
صلعم قال یلقی ابراہیم اباہ او یوم القیمة و علی وجہ اذ عنبرہ و ستون
فیقول لہ ابراہیم المر اقل لک لا تعصنہ فیقول ابوہ قال یوم لا نعصیت
فیقول ابراہیم یارب انک وعدت فی ان لا تخزن فیوم یبعثون فامخیزی
امخیزی من لہ الا بعد فیقول ان فی حرم الجنة علی الکافورین ثم امرت
من اوراۃ فلما تمعین لہ انہ عد و اللہ تبرہ منه من تعارض ہے اور نیز آیہ
لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن و قال صواباً اوراۃ من والذی یشفع
عندہ الا باذنه من حدیث اوراۃ اول من اسطرخ تعارض ہے کہ حدیث سے
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کئے سفارش کرنا ثابت ہوتا ہے اور آیہ سے دنیا
ہی بن تیری فرمانا ثابت ہوتا ہے اور وجہ تیری کی دینا میں عداوت اللہ واقع ہوئی
پھر آخرت میں آذو کو کسی اللہ سے محبت ہوگئی تھی جو اذ کے محبت حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے دل میں ایسی مائل کہ بلا استفراج و اذن سفارش فرمائی گئے اور حدیث اور آیتانہ
بن اسطرخ تعارض ہے کہ عدون ارشاد خداوندی کوئی شخص کسی سفارش نہیں کر سکتا

اور حضرت سے سفارش ہوا تو ان میں سے غرض کرنے معلوم ہوتی ہے مدح

جواب بلا لا انا عدو اللہ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر کو خدا سے عداوت تھی
یہ نہیں کہ خدا کو اور اس سے عداوت تھی مگر قیامت میں آؤں کہ عداوت بدل محبت ہو جائیگی
اگر کوئی نہ ہو خدا کی محبت جس کے دل میں ہے دنیا کی محبتیں اور کو خدا باطن میں برقیامت کو
مکمل کل نسب و صہرہ نہ قطع ہو مگر القیامۃ لہ اور یہ جو فیض المرحوم
اخیرہ دل بہر محبت خدا سے دنیا کی محبت اسی طرح رابل ہو جائیگی جیسے راکب لگا کے
اوپر سے اتر جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ روز قیامت کو کفار کا حق میں یوم الموعود کہا جاتا
ہے محبت مقصور نہیں اور محبت طبعی قابل زوال نہیں اپنی محبت طبعی ہی اور خالق کی محبت
اوس سے مقدم کہ کوئی تعاقب ممکن نہ ہو جو صرف یا جو صرف ہیں و نہ واجب فی اور
نہ معدوم محض یا بعد محض ہیں و نہ متمنی یا محال ہوتی مثل خطوط فاصل میں اللہ عزوجل
وہ حدود و فاصل میں الوجود و عدم یا میں الوجود و المعدوم ہیں اور ظاہر ہے کہ اس
صورت میں جسے خط فاصل کی حقیقت ایک لہ اضافی ہے یعنی انتہاء نور شدہ اور کو
کہتے ہیں اور اس سے زیادہ اس کی تعریف نہیں کیے ہی تعاقب ممکنہ امور اضافی یعنی
وجود صرف ہو گئی اسلئے اور کیا تعقل ذی نہ تھا کی نفی پر موقوف ہوگا اور کوئی نہ ہو نہ تھا کا
تصور بے تصور ذی تھا تصور نہیں اس سے زیادہ اور کیا چیز اس کے اضافی ہوئے چلا

کر گئی مگر یہی نوکانات کا تعقل اوس ذی نہ تھا کی نفی پر موقوف ہوگا اسلئے اپنی محبت ہی
لپٹے ذی نہ تھا کی محبت پر موقوف ہوگی اور جو کہ ذی انتہاء جو صرف ہیں اور کو ذات خدا کو
سے اسی ہی نسبت جسے شعلہ کو ذات آفتاب کے ساتھ جو جیسے شعلہ عین نسبت آفتاب
اضافی ہیں کہ کو کمال کی حقیقت اس سے زیادہ اور کیا بیان میں آ سکتی ہے کہ وہ ایک پر نور آفتاب
ایسے ہی وجود و مصروف ہیں بہ نسبت ذات خداوندی کی ایک لہ اضافی ہوگا اور اس وجہ سے
اوس کا تعقل ذات خداوندی کی نفی پر موقوف ہوگا اور اوس کی محبت ذات خداوندی کی محبت
موقوف ہوگی اور کوئی نہ ہو اپنی محبت اس وجہ سے ہے کہ اپنا تعقل اپنے ہی ساتھ ہی ہو گیا
اپنی موقوف علیہ میں نہ جدا ہو لی اور اوس سے یہ تفریق عقلی ہی تو جو تعقل ہی پر موقوف ہے
سے خدا کا یہاں خدا و ان اللہ لا یحب الکا فہن موقع رزق شرفی و عروجی و ان فی اسکا
صدرا و اسکی کو پسوند ہے جسکی دلیل خدا کی محبت ہو کہ کوئی نہ تفریق محبت ہے جس کا
دل ٹرپ سکتا ہے اجنبی کو تو اس کے کہنے کی گنجائش ہے کہ نہیں محبت تو ہماری بلا سے
اس صورت میں آؤر روز قیامت معدوق عدو اللہ نہ ہو گا بلکہ اللہ ہو جائیگا اور
تیری رابل ہو جائیگی اور جو عنایت ہاتھ لگی آؤر کوئی نہ نہیں جاتا کہ محبت خداوند
فی خدا و نہ ایک عمدہ بات اور جو خداوندی بہر طور لائی قراعات باقی عباد خداوند
مانع محبت مذکورہ نہیں بلکہ بہر عقاب خود اوس محبت پر ہی ہے البتہ مقتضای محبت

کہ مجھ کو اس کے حال پر نظر عنایت ہوتی مگر اس کے ساتھ یہ ہی شرط ہے کہ رضامندی
و زیور و محبت زیادہ تر مراد یہ عتاب ہوتی ہے کہ جیسے یہ مخالفت رضامندی عتاب
ہو جاتی ہے ایسی ہی وہ محبت اکثر باعث سفارش ہو جاتی ہے بالجملہ یہ سب کا خلاصہ یعنی
عتاب و عنایت اور سفارش و تقصصات طبیعت میں سے ہے اس کی مخالفت بالارادہ
کیا جاتا ہے یہی وجہ ہوتی ہے کہ اہل دل و سوت سفارش سے باز رہتے ہیں جبکہ اوپر
مخالفت ہو جاتی ہے وجہ ہوتی ہے کہ کفار کی شفاعت کی جائیگی یہ نہیں کہ کوئی شفاعت
یہ نہیں کہتی یعنی محال ہے بالجملہ مراعات محب خداوندی اور طبیعت ہے کہ کافر تو جو چہ
مخالفت خداوندی شفاعت کی گنجائش نہیں مگر مراعات کہ شفاعت میں منہمک نہیں
یہ مراعات حضرت ابراہیم علیہ السلام و علی بن ابی طالب و اسلام غور سے دیکھتے تو ان قسم
شفاعت نہیں بلکہ اقبال طلب حق ہے یعنی ذریک کیفیت معلوم کو اپنی روحانی
سمجھ کر یہ عرض کیا کہ مجھ سے یہ وعدہ تھا کہ روز قیامت تجھ کو سزا ملے گا شفاعت
ہوتی تو وعدہ کے خلاف عملی حاجت نہ ہوتی وعدہ کا جملہ ان خود اس بات پر شاہد ہے
کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے حق کے طالب ہیں کیونکہ وعدہ سے ایک قسم کا حق
و وعدہ کنوئیالی نیت ہوتا ہے یہی ہے کہ کہ انسانی وعدہ ضرور ہے اور ظاہر ہے
کہ شفاعت میں اپنے حق پر نظر نہیں ہوتی اور اس وجہ سے قبول نہ کرنے سے وہ شخص

جس سے سفارش اور شفاعت کی جائیگی اور عتاب اور شفاء مست نہیں ہو سکتا تو
سوال دوم حدیث مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۲ مطہر عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما من احد من خلق اللہ الا و لہ ما فی الدنیا و ما فی الاخرۃ من اللہ
بممن ان یرجع الی الدنیا فیقتل عشر مائت لما یوم من الکرامۃ متفق علیہ
فما لم علیہ یرجع لاطلاعة فقال اهل لفتشتمون شیئا قالوا نعم فی شفتی
ونحن نسبح من الخبیثات شیئا فقال فعل بہ ثلاث مائت فلما راوا انہم لہ
یونکہ امن ان یساوا یارب نون ان تردار و لحنا فی حبسا و ناخ فی قتل
فی سیدک مائت اخری فلما رای ان لم یس لہم حاجۃ نزلوا و لہ مسلم سید
کے الفاظ سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ شہداء خود بخود بلا استفسار ناجی نہ سزا کو ظاہر کرتے
اور شہداء دس مرتبہ شہید ہو جائیں گی کہ جس کے کیا کچھ ذوق و شوق شہادت ہوتا
ہو جائے اور دوسری حدیث کے بعد سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خود خداوند کریم کر
سزا کرنا خود فرما سیکے اور اس قدر اصرار فرمایا جائیگا کہ شہداء جان جائیں گے کہ بدوں اس
کہ ہم کو یہ کچھ جوارح بن ہمارا چھپانہ چھپی گا ناچار ہو کر یہ کہہ گئے کہ خدا باریک دال و ناس
بالکھواتا ہے کہ دوبارہ بہتری راستہ میں شہید ہو جائیں پس اس سے نہ وہ بہتر نہ کی خود
ساتن سے معلوم ہوتی ہے پائی آواز خننگ گدگد کا ذکر لکھ ظفرہ آخری ہے کہ جس سے

ایک مرتبہ بڑی بڑی کھمشل جیاد کچل کر کھٹکے تو او دراج ٹہریں گے خوشنیک بچے کے گو گو کنا
 تمنا کرنا مناسبت ہے اگر کین او جو کو پلے ہے اعلیٰ درجہ کا عبادہ کر چکی ہیں اب وہ
 کس بات کی تمنا کر کھٹکے اگر کسی وجہ سے یہ لوگ منتی ہوں تو بچے کے جھکی لوگ بددعا
 تمنا کس حق میں اور نیز قائل استغفار ہی بچی کے وجہ دہالی باعتبار ان فی قلیل الرضا کی
 میں نہ او پر کے وجہ دہالی کیونکہ یہ تو کسی کی دراج علیا پر سوچ چکی ہے تو جواب
 تمنا ایک لفظ میں ہے اور اظہار ایک فعل زبان مثلاً اسلے بہ ضرورت میں کہ زبان پر کی
 دفعہ ذکر آوی بلا اذیکہ عی ضرورت میں خاص کر یہاں کیونکہ وہام قیام خست لعلی
 اول اس وجہ سے کہ توقع مراجعت نہیں اظہار تنہا بی سود عبادت ہے استغفار
 نہ کر دیا اظہار صورت اسید کہ نظر آتی ہے اپنی اگر گزری اور عرض کر چکی ہو ان
 تو کیا کین علاوہ برین حدیث میں مذکور ہونے سے بہ لازم نہیں آتا کہ وقت
 استغفار ہی ذکر نہیں آیا لفظ مترواخری اگر چند ایک تے ہو مانو صاف نہ تھا مگر
 اسکو دیکھ کر تمنا نفس شہادت سے متعلق ہے غدا تو اس میں کہہ دے دل نہیں اور ظہر
 کا درجہ جو پیشہ محبوب رہتا ہے یعنی ہمیں نہیں کہ عجب میں ملکہ محبت ہو اور محبوب میں
 شان محبوبیت اور پیرا و سکو اس سے محبت نہ ہو بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ ایک محبت
 دوسری کی محبت کو دہالی گرد با لہنا اوسکا وجود دہالیت کرنا ہے نزول پر گریب

۴۷
 ایک مرتبہ ثابت ہوتا ہے اور نیز کہ جہاں راہی ہم یعنی جب شہادہ سوال کر کھٹکے
 کہ چاہتے ہیں کہ دوبارہ تیری راستہ میں اپنا سر دین تو اسکی کچل کھٹکے لئے ضرورت کی
 جا چکی کیونکہ اگر دوبارہ پر شہید ہوں تو ہی انکی تے ہی وجہ ان خوشنیک دوبارہ دنیا میں بچکر
 شہید کرانکی کچر حاجت نہیں اسلے پیرا نے سوال کرنا سو فہو گلاس جملہ کے معنی میں یہ
 مشہور ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات بدلے نہایت ہے اور اسکی سبک خانے ایسی ہی
 کیا اور قدرت نہیں کہ دراج غیر تنہا دنیا جلا جی دوسری بہر کہ جنتیوں سے وعدہ ہوگا
 کہ وہ لکم ہمما کہ آشتہیہ الا انفس اب یا تو یہ کہو کہ شہد کا یہ عرض کرنا تہ
 دے تہا ورنہ وعدہ اور قدرت اعطاء دراج غیر تنہا یہ کیا جواب ہوگا علاوہ
 بہر کہ ان خصوص شہد کا منتی ہونا ہی نظار ہمنا مشکل ہے کیونکہ او کو جو تنہا کا باعث
 وہ تو وہ ضرور ہے جو وقت شہادت کی ملا ہے یا درجہ آخر کی اگر شہادت کا ضرور ادا
 تو کوئی عبادت میں سے نروئی مالی نہیں نہایت لفظ قرعہ عین فی الصلوٰۃ آجہ
 شہادہ ہے اور اگر عزت کا وجہ رادی تو او جنتی کی کسی وجہ کے متعلق جاتی ہیں
 نظار قرعہ قیاس تو یہ امر تھا کہ جو شہد آجی وجہ کے لوگ میں وہ اپنی ترقی دراج کی
 منتی ہوں کہ خدا یا کو دنیا میں پیرا انفس سنا کہ ہم ایک مرتبہ بڑی بڑی جماعہ کین
 کیونکہ جب لوگ بہر دیکھیں گے کہ تے ہو ہی عبادت میں بہر کہ نہ پایا ہے تو اگر

نفس شہادت لائق نہاں شہری اور تعداد کو کچھ دخل نہ تاویہ نہ مرہ آخری سی وحدت
 مراد ہوگی عشر مراتب سی تقدیم اوس سے تکرار اس سنگتراز ہوگا اور اگر مرہ آخری
 وحدت ہی مراد ہو تو اسکی ہر چہ نہیں کہ ایک ہی دفعہ کی شہادت اوجہب آرزو ہے
 بلکہ یہ غرض ہے کہ جسے لہذا کہا نامہ فوق محبوب ہے پر ایک بار و تباہی کہا یا جاسکتا ہے
 جسماعدہ میں آسکتا ہی ایسی ہی شہادت کتنی ہی باکون نہ ہو غرض محبوب ہے پر ایک بار
 دس شہادتیں با زیادہ اکٹھی نہیں ہو سکتی وہاں اگر قصور وعدہ ہی قصور ترسنا نہیں
 ہی وجہ ہے کہ بعد طور معدہ ہر وہی نشانوش نویبان ہی تصور محل شہادت ہی باقی
 و جہد طبع نہیں کہ ثواب زیادہ ہے یا اوس میں موافق قول شاعر ۶ بہا خون کوئی قابل
 مبالغہ ہو سکے خون پہا بھی وہ واقعہ ہے کہ اور دن میں نہیں ہوجھت بہرہ فرمودہ اور ہو
 اصل وجہ ہے کہ اور عیال و اقربان میں ادا ہو سکتی ہیں وجہ یہ عافی ادا کیجاتی
 نو دوسری بات ہے چرچا و جنت میں مگر نہیں اور شہادت وہاں تصور ناز و روزہ
 حج و زکوۃ اگر کثرت میں ہی فرض ہوتی تو وہاں ہی ادا ہو سکتی ہی ہر جنت میں کافر
 نہیں جو جہاد ہو و فرخ میں جان نہیں مکی اوجہب میں کو کافر اب کافر نہیں رہے یعنی
 وہ انکار جو دہن جو او نہیں ہے جہاد کہتی اور یہ شہادت یعنی ہے اسکی کہ دنیا میں
 جاتیں بہرہ بات تصور نہیں مگر یہ ہی تو سوائی شہاد کو کسکو آرزو ہی مراد جنت نہاں ہوگی

نار و الونکو کچھ لٹا وہ لطیف ناز ملا وہ وہاں ادا ہو سکتی ہے علی ہذا القیاس زکوۃ
 و صدقہ و حج کو خیال کیجئے کہ نہایت معلوم جو وہاں موجود ہے غار کو کی سیدہ میں
 اور یہ بات مقرر ہے کہ تحت اثری سے ظلمت لٹکا لٹکا کیے مقابل میں قبل ہی
 غرض ادا ہی جہاد عبادات سوائی جہاد جنت میں مگر ہے اور یہی نظام ہی کہ کس کس کو کسی
 راہ سے کوئی نفع ملتی ہے وہ اوس راہ کو نہیں چھوڑتا نامقدور اوس میں کس کس راہ
 ہی وجہ ہے کہ ناجور کو زراعت اور زراعت کو تجارت کو کری میں کو فیض داری نہاں ہوگی
 نو کری دشوار ہو جاتی ہے بہا تک کہ سالوں سے باوجود اوس ذلت اور خواری اور
 دور و پیش پٹ کے اپنا اندر نہیں چھوڑتا اسلئے شہدای کو بہرہ آرزو ہوگی باقی
 آید کہ فیہا کما کشتہ بہ الا نفس میں لفظ فیہا ہے بہرہ ظاہر ہے کہ وعدہ مگر
 تولون چیز و کلمہ جو جنت میں ہیں دنیا کی چیز و کلمہ وہ نہیں اور فیما راہی الہی نہیں
 اسبط اشارہ ہے اور کوئی نہ ہو لفظ حاجت خود اس پر اشارہ ہے اسلئے حاجت
 اسی کہتے ہیں کہ کوئی چیز ضروریات دین و دنیا میں سے ہو تو وہ دنیا و بشری اور
 موقوف جو حسی غذا وغیرہ یا قیام دین کا اور ہر ہر جو حسی علم اور ہر ہر اسوجہ سے
 اوسکی خواہش ہو آرزو کو حاجت نہیں کہتے ہیں لفظ اس سے کہ جنت میں باس قسم کی
 چیزیں جنسی حاجت متعلق جو سب موجود ہوگی اور دنیا میں جانا اور ارجا نا اس قسم کی

چیزیں؟ سوال سوم حدیث شکوہ صفحہ ۴۷ عن عائشہ ؓ قالت ھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الانصار فقلت یا رسول اللہ طوبی لہذا عصفور من عصافیر الجنة لہ عمل بسورہ ولہ رید کہ فقال او غیر ذلک باعائشہ ان اللہ خلق الخبیۃ اہل خلقہم لہا وھد فی اصلاح اباہم وخلق النار اہل خلقہم وھد فی اصلاح اباہم وھدوا سلم صفحہ ۴۷ عن عائشہ ؓ قالت قلت یا رسول اللہ قدر اری المشرکین قال ھم من اہل ھم فقلت یا رسول اللہ اعلیٰ قال اللہ اعلیٰ عما کانوا عاملین قلت قدر اری المشرکین قال ھم من اہل ھم فقلت بلا ھل قال اللہ اعلیٰ بما کانوا عاملین طواہ ابو داود و صفحہ ۴۷ سطر ۱۲ المولود فی الجنة پہلی حدیث کا یہ معنوں سے ہے کہ اسی عائشہ اسکو بائین جننی کہنا چاہتے تھے تو نیکو یہ ارشاد علم سے ہے کہ اسکو اللہ نے دوزخی کہہ دیا ہے یا جننی جیسا کہہا ہے وہ باپ کی نسبت میں ہو چکی وقت کہنا ہوتا ہے اس سے بہر معلوم ہوا کہ مسلمان کے مری ہو ہی ہو چکی قطعاً جننی بخانین او دوسری حدیث سے بہر ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کو نکلی ہی تو قطعاً جننی اور مشرکین دوزخی بن باو تیری حدیث کے جملے سے بہر ثابت ہوتا ہے کہ جسکے بھی جننی ہی ہی تعارض ہوگا اور دوسری حدیث میں جو دونوں فریقہ کچھ کی دوزخی اور جننی ہو چکی نسبت لفظ اللہ

۱ اعلیٰ عما کانوا عاملین تو ایسا ہے بہر ہی لطافہ مشکل ہے کہ مذکورہ بالا کی اصل کے بھی نہیں کہ خیر و شر قسم کا عمل ان ہی زرد ہوگا بہر ایک فریق کے چونکہ قطعاً جننی او دوسری فریق چونکہ قطعاً دوزخی فرما دینا کس طرح شہیک ہوگا اور نیز قبل اسکے کہ انکو جننی فعل کی طرف دھت و فطرت اسلامی پری بین دوزخی کس طرح سختی ہو سکتی ہیں جواب جملہ ھم من اہل ھم جملہ جیسے ہے مگر اسکی بیعتی بین کہ مریوع او محمولین علاقہ جننی یعنی جیسے آدمی کے آدمی اور گیت کے گدیا پیدا ہوتا ہے او بدو او طبعی ہے اگر اسکے مخالف ہو تو وہ پوجہ بغیر اصل طبعیت ہوتا ہے پوجہ اصل طبعیت نہیں ہوتا غرض اصل طبعیت کو تو یہی لازم ہے اور اسوجہ سے جیسے ہوں کہہ سکتے کہ آدمی کے آدمی ہوا کرتا ہے ایسی ہی ہوں کہہ سکتے ہیں کہ ھم من اہل ھم مگر جیسے پوجہ احتمال معلوم کسی خاص محل کے نسبت یا بغیر جن نہیں ہوتا کہ مریو فی طبعیت اصل ہے ہوگا ایسے ہی خاص کسی مولود کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ جننی ہوگا یا دوزخی ہوگا اور اللہ اعلیٰ عما کانوا عاملین سے بہر غرض ہے کہ جیسے ہا ر قیمت زرد نقرہ اصل حقیقہ ہے کہ کسوٹی پر لگانا فقط اسکے دریافت کرنے کے لیے ہے ثواب و عذاب اور مقدار ثواب و عذاب اصل طبعیت پر ہے اعمال فقط اسکے مظہر ہیں نہ لفظ کسوٹی فقط بغرض امتحان و مطربہ خباہت لیبلو کہ ایک کمال حسن عملہ اس پر شاہد ہے مگر چونکہ امتحان

دو غرض سے ہوتا ہے کہ پہلے اپنے اطمینان کے لیے جسمی شہری کا زور و نفور کو کسوٹی پر رکھا
 اور کبھی دوسری کی امتحان کے لیے جسمی باقی زور و نفور کا اوکو کسوٹی پر لگانا اور کھانا
 یہاں پہلی صورت تصور نہیں کیونکہ وہ علم و خیر سے نوازا ہوا ہے دوسری ہی صورت کا
 اقرار کرنا زیادہ ٹھیک ہے کہ پہلی تو جو کئی طرح کی امتحان کی کچھ جزو و تہ نہیں خدا کو پہلی ہی اپنی
 حقیقت کی خبر سے خود اوکو نکل باغی ہوئی اس کے لئے کئی باتیں نہیں کہ لو ان الله هدا
 لکنت من الملقین کیونکہ اصل طبیعت کو جو دوسرا مان کا رکھ داری طبیعت
 نہیں یعنی جسے سانپ بہڑی کی طرح میں پیدا ہوتا ہے طبیعت نوعی یعنی خالص
 اجاتی ہے براسوت کو جو بعض جہد و کئی قوت ابا کام نہیں کر کے انسان کے کونکوی
 سمجھتے اس وقت تعین طبیعت نوعی کے لئے جو نتیجہ امتحان ہوتا ہے اس سے بہتر کوئی
 طریقہ نہیں کہ اوکئی اصل کو ٹوٹی سو دھم میں ان اٹھد سے مفہوم پرچکا القصہ
 ہم من ابا دھم اس پر شلہ ہے کہ امتحان کی حاجت نہیں بہر بات تو موافق
 مفہوم ظاہر ہی ہی اور غور سے دیکھتے تو یہ معنی میں کہ وہ اپنے آبا میں پیدا ہوتی میں
 اوکئی طبیعت نوعی کو اوکئی طبیعت نوعی میں داخل ہے اوکئی طبیعت تخصیص کو اوکئی
 طبیعت تخصیص میں داخل ہے وقت معلق بابا کے طبیعت پر جو کیفیت عارض ہوتی
 نطق کی جبلت میں داخل ہوجاتی ہے اور سوچے سے حواض لائق ہمان ذاتی

ہوجاتی میں اور زور و با شیعہ میں شمار کے جاتے میں اور وجہ دیکھ رہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ
 ولہ کے حق میں پیدا اور سبب ہوتے میں اور سبب کا بہ کام ہے کہ وہ اپنے کوئی چیز نکلا دے
 طرف جاتی تو جسے سبب اور نشاء افتاب اور اسکے روبرو کوئی سرخ یا سیاہ ترانہ آجیو
 اور اسکا نور آسمین کو نکلا کر جاوے تو آئینہ افتاب کے حساب اوکئی چیز سے براہین
 دوسری طرف رنگت کو کوئی ذات میں داخل ہوجاتا ہے ہی وجہ ہے کہ جدا نہیں کر کے
 ایسے ہی کیفیات معلق والدین کے قومیں ہوجاتی ہیں پراولہ کی حواض میں عواض
 میں جن جناتی میں ایسی بنا پر اختلاف شکل و صورت و مزاج و انداز میں ہے مگر یہی تو مسلسل
 ارشاد بہرہ کار و دلہا والدین سے پیدا ہوتے ہیں اوکئی حقیقت اور اس وقت کہ کیفیت
 معلوم ہو سکتا ہے کہ اوکئی کیا حقیقت اور کیا قدر و قیمت باقی علی کی کہ حاجت میں علی فقط
 امتحان کے لئے تھا اور خدا کو امتحان کی حاجت نہیں اس کو معلوم ہے کہ اس سے اثر ظاہر ہو تو
 بہرہ کہ جلائی اوپانی سے اثر ظاہر ہو تو بہرہ ہو چکا ہی اوچو کہ اوکئی حقیقت کی امتحان کے
 موافق اونے معاملہ کرنا اور کیا تو نہ فالکوم لا تظلم نفس الخ کشفاف ہوگا اور نہ
 روایت اولی کے معارض والد علم پہلی معنوں میں من کو تصحیف یا تانا من معنوں میں من کہ
 ابتداء اور اگر پہلی معنوں میں ہی ابتداء ہی یعنی تو کہ حرج نہیں فقط سوال چہام و
 حدیث مشکوہ شریف صفحہ ۱۸۷ عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ

عليه وسلم الواحدة والمودة في النار صفحہ ۳۲۷ سطر ۱۱ والوميد في الجنة
 پہلی حدیث میں مودہ جو کونزہ دفن کر دیا ہو دفن ہونا ثابت ہو جائے اور دوسری حدیث
 جملہ سے جنتی ہونا معلوم ہوتا ہے یہی معارض ہے دفن ہونے کی کوئی وجہ بیان نہ کی جاتی
 وہ تو معصوم خیر میں اور کسی طرف سے کیا الزام ہے اگر کوئی پہلے ہی چونکہ اور سکا یا نہ ہونے کا
 والدین کو باعث البقی فعل شنیع کا ہوا اس واسطے وہ دفن ہوئی ہے جواب یہی جہاں
 نہیں ہو گیا تو نہ اس کو اپنے پیدائش کے بعد نہ اس کا اختیار نہیں ہے جو اس کی طرف کچھ الزام عاید ہو
 جواب الواحدة والمودة او علی هذا القياس الوميد من الفلام علیہ السلام
 تو کچھ معارض ہی نہیں اول حدیث میں او فرد ہو گا اور دوسری میں او فرد اور اگر طبیعت
 مرویہ تھے تو احتمال اختلاف زبان ممکن ہے کہ پہلی دفن میں جانی اور چرخت میں
 آجائی اور صورت اس کی یہ ہو کہ جس سے وہ مائیں جو ان کے بال بچہ کی نگہبان تھیں اس محبت کے باعث
 بطفیل الفلان خبت میں جانی کی اور کوئی بھی اس محبت کے مکافہ نہ کر سکتے ہیں اگر جنت
 کہنے پر جانی کے ایسی ہی وہ مائیں جو ان کے بچہ کو کونزہ دفن کر دیں یا قتل کر دیں اس صلاوت
 و مستند کے باعث دفن میں جائیں اور کوئی بھی اس بھیجی کی مکافہ نہ کر سکتا
 بیش ازین اور کوئی دیکر وہ خیرین جو نہ جانی اس حدیث کے باعث جو نہ جانی کی سبب ظہور میں
 آئی ہیں یہاں اشارہ ہو کہ الواحدة والمودة في النار ہے چونکہ مودہ کا بہر کلام ایسا ہو گا

جیسا کہ لکھ کر ہی کہیں تو اس وجہ سے وہ بشر لفظ مانہ سرکاری ہو گئی ہے حدیث
 جیسا کہ نہ پر مودہ میں جیسا کہ لکھ کر ہی تو اس وجہ سے کہ وہ اہل تعزیر میں اور کار پر از ان
 تکلیف ہوتے ہیں جیسا کہ لکھ کر تکلیف نہیں ہو جتی ایسی ہی مودہ میں عذابا سے
 محفوظ رہنے کی اور یا اس کو نہ ستا گیا کیونکہ ایسا قصہ ہو کہ ایک طائر دوسری طائر کو
 ستائی اس قسم کے الفاظ کا ساتھ اس معنوی کی ادا کرنے سے غرض یہ ہو کہ اس تعزیر
 کو کوئی دوزخ میں خوف پیدا ہو یعنی جب یہ سنگی لکھ کر مودہ ہی دفن میں جانی کی کوئی فہم
 کی کوئی جی بھیجے کہ اس فعل شنیع کی نحو سے کہ سبب یہ بلا اس کو چھوڑ دے اس میں
 لکھ کر اندیشہ ہو کہ اگر جب اس فعل شنیع کی باعث مظلوم معصوم نہ ماری پڑی تو کچھ جیسے
 کہ اس کا وبال ٹھوس ٹھوس تک ہی پہنچے انہی بچاؤ کے اس سے شخص مائع ہو گا
 اور تعزیر کا اس غرض کے لئے جائز نہ بدلائت نفس اس سے شائع کر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بغرض خوش طبعی ایک بوڑھے سے یہاں اشارہ کیا کہ ٹھہرا جنت
 میں نہ جانی کی جب وہ آرزو ہوتی تو یوں فرمایا کہ جو ان ہو کہ جانی کی ٹھہرا لی صورت
 میں نہ جانی کی قصہ یہاں اشارہ کر ٹھہرا جنت میں نہ جانی کی اعتبار معنی مطابق اس بات
 ولایت میں کرنا کہ جو یہاں ٹھہرا ہو چکی وہ جنت میں نہ جانی کی مگر یا بچہ بال کہ وقت کلام
 وہ ٹھہرا ہی اس طرف دین دوڑ گیا کہ یہاں ٹھہرا ہو چکی وہ جنت میں نہ جانی کی اس طرح

لکھائی انداز باعتبار سنی مطابق تغذیب پر دلالت نہیں کرتا مگر کچھ کثرت آدم کا دفعہ میں
جاننا باعتبار اصل وضع بعض غدا ہی ہو گا تو اسطریق ذہن و ذرا ہے اور اس
فائدہ منع بمعاضی اور نہی عن المنکر حاصل ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ بات ہے
جو اصل بعثت انبیاء اور غرض ارسال رسول ہے جب مزاج و خوش طبعی کے لئے تغذیر
جائز ہو تب حالانکہ انکو غرض بعثت نہیں کہہ سکتے تو نہی عن المنکر اور تحویل کے لئے جو
مثلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اغراض بعثت ہیں کیونکہ جائز نہ ہوگی اور اگر لفظ
فی الناس سے تغذیب ہی مقصود ہو تو یہ ایسی صورت ہوگی کہ جیسے اپنی نسل اور اپنی اعضا
قطع کی باعث قاتل و قاتلہ سمیع اجزا اندوز میں جنگی شریعتوں ہی اور طبی اور
عقود قطع ہی اور باقی بدن ایسی ہی بدینو جہ کہ نوز استغنا عن الام اور استقلال
بدن میں آداب و تدبیر مثل اعضا مقتول نہ کرے یعنی کسی اسکے اعضا اپنے مقام و قرار
وغدا وغیرہ میں مستغنی اور مستقل نہیں بدن کے تابع میں ایسی ہی بودہ ہی و اندھلی تابع
او کا قتل کرنا بمنزلة قطع اعضا و قطع اس دوست و پاسے اسلئے اسکی تغذیب
ہی کچھ حکمت ضرور ہے بنا جو یہ کہ فعل تابع قتل کو اس سے تعلقی ہے جو بہرہ شریعت
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوجہ شریک امت کیوں نہی بہ حال اگر تغذیب ہو تو اس وجہ
ہو کہ چونکہ مظلومیت مستحق و محل جنبہ ہے تو بعد چندی مودہ ہی اس سے جدا ہو کر
تغذیر

جنبہ میں آجائے اور بعد غدا راحت پائی اور کیوں نہی مخرج الوجہ عدم استقلال
عدم استغنا نہیں تعدد و روح سے ظاہر ہے کہ کن و حیا استقلال اور استغنا ہی ہے نہ نہی
میں بالکل تابع نہیں حصول غذا ہی بنی توسط و الدہ تصور ہے اگر مجموعہ الوجہ استقلال پر
تو یہ جدائی ہی بنی علی الدوام و اندہ کے ساتھ و ذرا نہی گدردتے و ذرا نہی گدردتے
مجاہدیت کتاب شکوہ تصفیر و ہر مظلوم فاضل جبرئیل حتی لے السماء الدنیا
فانقطع قبل منہذا فالجبرئیل قبل ومن معك قال صو قبل وقد ارسل
الید قال نعم قبل مہجبا بفتح المہجاء ففتح الہ اسکے معنی سے یہ بات معلوم ہو
کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی مراجع کی اسانوں پر شہرت نہی کیونکہ اگر شہر ہو موقی
تو ہر آسمان کے دربان تعجب نہی دریافت کرنے بلکہ دروازے ہی بند کر کے کہوں کہ جو
کوئی ملے مکان یا سیر باغ کو بلاتا ہے اور بلانا اتنی تاک ہے ہو کہ خاص شخص لینے جائے
پھر دروازہ بند کرنا تعجب کی بات ہے اور نیز اشتیاق ملاقات پر ہی حرف آتا ہے
جواب دربار علم کی وقت ابوان شامی کی دروازہ کھولی جاتے ہیں و نیز مقتضای
وقت نہی تزلزل اور شوکت سلطنت یہ ہوتا ہے کہ دروازہ بند رہی مگر کس و ناکس
نہ آئے ہاتھ اور دیکھنے والوں کو یہ اشارہ ہو کہ ہمتی بلا شامی کوئی نہیں جو دروازہ
کھلا رکھتے اور رسم ملاقات جاری ہوا اسکے بعد اگر کوئی لاجا و تودہ کہوں نہی خواہ اسباب

یہودانہ او نصاریانہ او مجسمانہ کہ انہیج البھیمة بعدیة جمعاء ہل نفسون
 فیہا من کسب عام ثم بقول فطر علیہ اللہ الفی فطر الناس علیہا لا یتبدیل
 لخلق اللہ - آیت او حدیث سے ہر انسان کا فطر پر پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن
 جب اللہ تعالیٰ نے فطر پر پیدا کیا تو فطر اسلامی یعنی اصل طبیعت جسکو جبلت کہتے
 تھے یہی کہہ سکتے ہیں یعنی فطر اللہ کے خلق اللہ کے آتے ہیں اور ایک جگہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی
 بیکہی کر پانی پانی جگہ سے مل گیا ہے تو اعتبار کر لیا کر اس بات کا اعتبار کرنا کہ کوئی اپنی
 جبلت سے مل گیا ہے دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے اور دوسری یہ کہ جب یہ ہو تو
 قبل ہدایت شقی یا سعید لکھا جاتا ہے یہ فطر پر پیدا ہو گیا یعنی وہ تو اسی اپنی
 سعادت یا عافیت مکتونہ پر پیدا ہوا جو اب فطر او کچھ ہے او طبیعت اور خرم
 او کچھ ہے مگر فطر مگر مخموم علیہ ہے مگر ختم نہیں مگر بدل قدم بالذات ہے اور
 مخرجات بالذات پر زمانہ کی اعتبار سے کہ قدم و تاخر نہیں ابتدائی زمانہ ذات ہے دونوں متبہ
 ہیں پر انسانی کہ جسکی سخاوت او غصہ کے متحرک ہے اسباب معلوم کی ضرورت ہے اصل
 صفت کے وجود کے کسی ایک حاجت نہیں ایسی ہی حرکت مگر ختم کے ہے جو جبلت
 ہے اسباب عاجیہ کی ضرورت ہے والدین کی صحبت اور انکا اغواء اسکی حرکت کا
 ہوتا ہے اسلئے بہر شاد ہو کہ فایوہا یہودانہ ثم القدر مگر فطر مخموم علیہ

شاد ہو کہ جو کہ جسکے لئے کہو لگایا ہے ہر ای فیض المنزلت ہی جو یوں ملاقات کی تھی مگر یہ
 ولالت او سیوقت کامل ہوئی جو وقت پر دروازہ کھلی ورنہ ہر ایک خصوصیت کی سمجھنے کا
 کوئی صورت نہیں ملے دھماں میں تو دروازے پر بار کھلی رہتے ہیں کیونکہ وہ وقت بزلہ
 وقت دریا بعام ہوتا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلی نہ کہو لگایا گیا کی خصوصیت
 معلوم ہو جاتی اور یہ وجہ ہوتی جو دریا تو کتبہ اطلاع ہوتی کچھ محور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 آتے ہیں والو کی تھے دروازہ کہو لگایا گیا شہرت وقت منزلت مخمومی پر قنوت کیا نفل
 حکم انکا ہم سنکر کہو لگایا سننے والو کی تھے آپ کے قرب و منزلت کے پہچانی کے لئے دریا کا
 ہوا جو اسے یعنی اسوقت اگر پہلی سے حکم دیا جاتا تو ہدایت تھا کہ دریا بان یوں کہو لگائی اور
 عجب تھا کہ ہدیت ہے کہ کیا جانیں ہم کون ہو حکم ہوا تو تعمیل کر دی اس کے کچھ کچھ ثنائی الایلا
 یا چوٹا ہی اتفاق ہے اسی طرح بلالیا ہے جسکی سیف ورت میں کم تہ ملازمن او غلامو
 بلا لیا کہ تہ میں جیسے ہے دریاں کو کچھ حکم نہیں ہوا او پر نام سنی ہی دروازہ کہو لگایا تو معلوم
 کہ قرب منزلت مخمومی کہیں ناس کو معلوم ہی آتی ہے جس وجہ سے دریاں کو اطلاع کی ضرورت
 نہوتی تو او کو سنی وجہ ہوتی جو او کو اطلاع کیجانی تھا ارکان دولت ہوتی اور دریا یا مجلس
 میں سے ہوتی تو یوں ہی ہی سوال شرم صفحہ سطر عن الہم سیدہ قال قال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود ولد لعلی الفطر فایوہا

اور تورات پر ہے اور مرتبہ ستر مرتبہ ختم کی جہ سے مرتبہ فطرت زراہ میں ہو جاتا
جو یہ شبہ ہو کہ صفت اصلی کو با یک طرح زراہ کو تین میں حالانکہ یہ ارشاد ہو چکا ہے
لا تبدیل علی خلقی اللہ مرتبہ فطرت وہ اعتقاد توحید ہے خاص کر اس مقام میں بظاہر
اور ظاہر ہے کہ وہ تدوین سے زراہ میں ہو سکتا کیونکہ جب فی حقیقت کو خدا کی نسبت ایک
انترامی ہما اور پندرہ ہو یک سطح نورانی اور تنہا ہی اشعہ ہو ہے و جو بعض کے
حق میں ایک متصف اصل خیال کیا تو لایب یہی کہنا بیگز کا جیسا سطح شرط اور اک سوا
او جن کے جسکی وہ سطح ہے اور سیکو اپنا مشا سو جو دار لایق نیاز نبھینگے تو بہر حال
بہی شرط اور اک سوا اپنے منشاء انترامی کے اور سیکو اپنا مبدا اور قابل نما نہیں ہو سکتے
سو انسان کے اور اک و شعور میں تو مائل بنی نہیں تو اس اعتقاد کی تدوین میں ہونے سے
انکار نہیں ہو سکتا اور چونکہ فی حقیقت اولیٰ ہے اور اک میں کوئی چیز خارج نہیں تو اور کسی
چیز کا علم ہو سکے یا نہ ہو سکے پر لے علم سے کوئی چیز مانع نہیں ہو سکے یعنی کوئی چیز حجاب
فیہا بن نہ ہو گا اور لیٹے علم کا بہر حال ہی جس چیز کے علم پر اپنا علم ہی ہو تو وہ ہوا اور زمین
اور اور اک میں کوئی حامل نہ ہو گا اور اس کا علم ہوا تو اس شامیہ ہو گا کہ وہ اپنا مبدا
اور جو ہم ہی اور اس کے اوپر نہیں تو بہر اعتقاد توحید میں کیا کلام ہے اس اعتقاد کا
مقتضی یہ تھا کہ اسکی اطاعت میں سرور تفاوت نہ ہو انکار وجود تو درکنار اگرچہ

مخصوصات معلوم ہوا کہ اگرچہ وہی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ فعلیت ہو یا ضرور اس فعلیت کے
ایک مرتبہ قوت ہو گا اور سیکو مرتبہ خیال فراقی اور ظاہر ہے کہ مرتبہ قوت ذات کو محفوظ
حدا نہیں ہوتا مگر لازم ہو کر ہے اسلئے اگر یوں کہا جاوی کہ یہ مرتبہ جو اصل تھا وہ
اور اس کے مقابل کا مرتبہ جسکو سعادت کہتی مائی بیٹ ہی سے ساتھ ہے میں تو غلط نہ ہو گا
سراسر صحیح و صواب ہو گا و اللہ تعالیٰ اعلم و فی اول تو دفع تعارض الملوذ فی الخیر
جو نسبت ہم میں باہم اور نیز ان اللہ خلق الخیۃ اھلا و کھافا ل بظاہر معلوم
ہوئے بلو زنا اور بعد اختتام یاد آیا تو جہاں اس کا موقع تھا جگہ تریاتی حاشیہ پر کہہ
لکھنا شروع کیا نہاگر آخر کار گنجائش نہ کھلی اسلئے آخر میں لکھنا پڑا اور یہ جو دیکھا تو یعنی
وجہ سے یہی اجاب ہو ا کیونکہ بعض پہلو تفریق متعلق الملوذ فی الخیۃ تفریق جواب سوال
آخر یہ ہو قوت میں بالجمالیٰ ہے موقع پر لکھنے کا اتفاق ہوا بطور تیسرا میں لکھتا ہوں
المو لود میں شبہ صحت حدیث اگر الف لام عہد ہو تب کو کہ تعارض ہی نہیں و زرد
صورت میں ایک نوید کہ فرق افراد ذرا ری و لود و سیکو فرق حقیقت کیا جاو
دوسرے یہ ہے کہ ہم میں باہم کو خبر انکشافی اور لود و فی الخیۃ کو حکم وحی قرار دے
پھر خبر انکشافی ہونی پر یہی دو احتمال ہیں ایک نوید کہ جواب طبعی سوال ہو ظاہر میں
اور واقع میں ہی اس صورت میں تو بہر خبر انکشافی بدلت الترامی جواب سوال پر

ولادت کر گئی کہ چونکہ میرزا زمر امیر سلطان بنی تو ارشاد المودودی العنفسے اوسکی اصلاح
کی گئی اور دوسرا احتمال ہے کہ یہ کلام از قبل تعریف ہو جواب واقعی ہو صورت جواب ہو
تفصیل اس اہل کی ہے کہ ذریعہ کتنا ہوا و سوقت جائز ہو جبکہ از محبت والدین کہہ
نیکہا چکا ہو و قبل وصول ارشاد کو ذریعہ کتنا باعتبار لغت جائز ہوا و جائز ہی ہو تو
اس اعتبار سے ہو کہ وہ غرض و غرض و غیرہ امور و درین تابع والدین ہے کہ کوئی کفر و فتنہ
مضمون اتباع ملحوظ ہے مگر نقطہ درازی المؤمنین اور نقطہ دراز کرنا کہ باعتبار حقیقت
اس طرف تاویل ہے کہ وہ اتباع شرک و ایمان میں ہے سو یہ بات قبل وصول از محبت متصور نہیں
البتہ قبل وصول مذکور نقطہ موقوف ہوا کہنا صحیح ہے سو ذریعہ تو بوجہ قبول اثر کو یہ مصداق قسم
من اباء ہم ہوں مگر چونکہ بوجہ ضعف معلوم قبل بلوغ زمانہ معتد بہ نہیں تو بلا عمل کتنا
درست ہو خاکسار سو فی حق میں جبرائیل اعتقاد بوجہ صغر سن کی عمل کی نوبت ہی
ناتی ہوا کہ بعد ارشاد اللہ اعلم بما کأنو عاملین اس غرض کے لئے
کہ اثر مذکور اذقوی و ملکات ذریعہ کے بعد عقیدہ عمل صحیح معلوم ہو سکتا ہے
یہ حدیث رفع القلہ عن ثلاثہ وہ بظاہر معارض ہو اخذہ ذریعہ معلوم ہوتی ہے
مگر غور سے دیکھتی تو یہ بطل ہے لہذا اس رائے عمل کا ادر عدم عمل کا اعتبار ہوگا پر وقت اعتبار
یعنی وقت بلوغ ہو کہ اونسے نزد ہوگا اوی استعداد کا شروع ہو جسے کنون تھا ہر حال

عرض ہے کہ اس مسئلہ پہلی سے ہی اس مسئلہ بظاہر ہوا اسکی بواقی حکمت ہو جائیگا کہ یہ ہے
نویس المودودی الحنفی کی ہر بھی ہو گئی کہ مرفی فطرۃ و فاعلیہ تک ہو گیا ہوا و درختہ ہم ہو
نویس مرفیہ قوت ہی میں ہی مرفیہ فعلیہ نہ کہ نہیں ہو گیا اسلئے بوجہ بیکاری مرفیہ ہم اور
فعلیہ مرفیہ فطرۃ موقوف ہو کہ اور اسوقت مرفیہ شفا و ست عالم ہو سکتا ہے
ظاہر ہے حاصل اس تقریر کا تو یہ ہوگا کہ مودودی اور ذریعہ اور مگر اسوقت وہ غیر
جو متعلق سوال ہو ہے بقدر غلط ہوگی پر حد نہیں کی سب باعتبار مدلول صحیح ہو
اور اگر جملہ ہم من بامہم کو جو بکامشافی نہ کہتی اور تعریف کچھ نہ ہی ہی صورت ہی
کیونکہ اس صورت میں اصل مطلب تو انہی ہوگا کہ درازی باعتبار حقیقت ہی نوم
آباہن بظاہر نہ معلوم اس پر ہی ولادت کرتی ہے کہ وہ جتنی درازی ہونی میں ہی آباہکے
شریک حال میں حاصل کر کے یوں کہا جاوے کہ اصل سوال اس امر کا نہ کہ جتنی میں باور
اور اس ولادت ظاہری سے جسکے اعتبار سے اوی تعریف کہہ سکتے ہیں غرض وہی جو کون
اور خود یہ ہوگا کہ حسن والی انٹرکین کی صحبت پڑھیں اور میں نے کہ صحبت اختیار کر رہی
اسی صورت میں ہی باعتبار مدلول سب حد نہیں واقعی ہو گئی اور اگر یہ کہتی کہ انکشاف
خلو کی بنا پر آپس ہم من اباء ہم قرار یا یا اور مطلب یہ ہو کہ درازی کو شرک نہ فرمایا
ہم کہ شرک عذاب مواب کی طرف اشارہ فرمایا ہوا تو اس صورت میں انکشاف تو

صحیح حکم اشتراک فی العذاب والعواب غلط اور قسم کی غلطی انبیاء کرام
علیہم السلام سے ممکن ہے براصلاح او سکی ضروری ہے اسلئے بطور اصلاح حکم حق بہ
ارشاد ہوا ہو کہ الملو فی الجنة اور یہی احتمال ہے کہ غلطی نہ ہو بلکہ اول وہی حکم ہو
مگر آخر کا یہ مقتضای کرم ہے ارشاد ہوا ہو کہ الملو فی الجنة غرض و صورت صحت
جملہ احادیث انطباق سب طرح ممکن ہے اور شاید یہی وجہ ہوئی کہ ذراری کے باب
میں اختلاف عظیم ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال لفظ
فرق را بنویسے مصلیٰ جسد اللہ الرحمن الرحیم و منہ ہریش منہل مہام نو
حسب درخواست جناب حکیم ضیاء الدین صاحب تہذیب الدربا انا علی الصراط المستقیم
جو بندہ کس خدم و دکر میں طبع نارسا یوں متقاضی ہے کہ وہ بات تفصیل علم یا عبادت
ایک قول فیصل واضح ایسا لکھتے کہ جس سے ظہمان یک نعت اہل انصاف کی دل سے
اثر ملے اور غنی صریح واضح ہو جائی اسلئے اول بطور دعویٰ یہ عرض ہے کہ
یادیرغفر انسانی کل ترین چیزیں ہیں علم و تقویٰ اور علم جسے عبادت کہتی ہیں پر
نینون ہیں سے اصل اور عمدہ تقویٰ ہے بعد از ان علم بعد از ان عمل حبیب
دعویٰ شرح ہو چکا تو اب لازم ہے کہ اسکے دلائل نقل اور عقلیہ و قانونی قسم کے پیش
کیجئے تاکہ موجب غرہا لطینان ہو مگر چونکہ بیان دلائل دعویٰ مذکور موقوف ایک
فصل

تفصیل ہے چنانچہ بطور تہذیب اول گوش گذار اہل انصاف ہے کہ خدا و نبی مثل شال
اور ینگان سرا یا اشتغال کی مثال ایسی ہے جیسی کوئی تہنشاہ و یا ہدایت جو حسن جمال
اور وجود و خفا اور حسن اطلاق اور قہر کے کمال میں یکتا ہوا اور اگر کسی طرح کی حاجت و کرا
عارضہ حال نہ ہو بلکہ وہ بے نیازی اور بغیر غرض میں ہی ہوتا اور یا انہما و سکی ذات علیہ
کمالات محبوبہ منزہ اور برتر ہو یعنی ہر قسم کی وہ خوبان جسکے سبب دوسروں کو
محبت پیدا ہوتی ہے موجود ہوں اور علی ہذا القیاس ہر طرح کی وہ باتیں جسکے اور کو
خوف اور اندیشہ ہوا سکی ذات میں حاصل ہوں انظار ہے کہ رعایا یا بادشاہ
میں سے جو کوئی صاحب عقل صاحب دل صاحب نظر ہو گا اور اس پر نظر جان کمال
بادشاہی اور لطافت تہنشاہی سے بہرہ ور اور اسوا اسکے اور کمال سے مطلع ہو گا
نویسک و مرد سلیم فرقہ تہذیب اور ولادہ ہر کمال ہو گا محبت حسنی اور احسانی
اور کمال سے شفیقا و زلیفہ ہو کر مرد و جو باہمی رضای باطنی سرگیا اور باطنی عطا
محبت خلاف رضا بادشاہی سے متفر اور محبت ہو گا معہ اخیال شوکت و
سلطنت و بغیر غرضی اور بے نیازی سے ہر دم خائف و ترسان رہیگا اور اس سبب
ہی رضا کا طالب و رنا خوشی سے محبت ہو گا مگر چونکہ مطلب رضا اور اجتناب امور
غیر رضائیہ و غرض علم رضیات اور علم غرضیات پر ہے تو لاجرم قوانین ادب اور

دیگر احکام صادر ہو کر محفوظ رہے ہر دم و ہر خط باندہ غوامیہ ابدیہ را حکام صادر
 ہو گیا اور حیران حال کی شایع ہوئی خداوند و الجلال والا کرام اور بندگان عظمیٰ علیہ السلام
 کیونکہ خداوند کریم کا جامع جمیع کمالات ہونا خواہ جلال خواہ اور کمال استغنیٰ علیہ کا ذات نام
 خصوصاً اہل اسلام ہے اور علیٰ ہذا القیاس خداوند اکرام الکریم کا جامع جمیع کمالات
 سے منزہ اور مقدس ہونا بھی ہر فرد بشر خصوصاً ائمہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی
 نزدیکی علم بلکہ کسی بادشاہ وغیرہ کا جامع جمیع کمالات ہونا اور عریب سے منزہ ہونا تو
 ایک فرض محال ہے البتہ خداوند تعالیٰ کا جامع جمیع کمالات ہونا اور نام عریب سے منزہ ہونا
 اترختیہ ہے انسانوں میں تو جامع جمیع کمالات انسانی ہونا اور عریب فی الیٰ ہی ہونا
 ہی ایک عجوبہ ہے یہ جزوات مصطفویٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو کہا نہیں جاسکتا
 سو شوکت سلطنت اور شرم و خدوم ہو گا نہ کاہن و ناظر و بان ہی نہ تہا کر تقسیم
 کے تے ایسے لو کی فرض کر لینے میں کچھ حرج نہیں البتہ عریب جباری ہی ہونا ہو گا جامع
 جمال و جلال اور منزہ اور عریب اور عفو بہر کمال ہونا سب کے نزدیک محقق اور مسلم
 علیٰ ہذا القیاس بندگان خاص کا جمال خداوندی پر عاشق ہونا اور بغاضا و محبت
 جو بای رضائے اخلاص و رضی ہو جانے سے اندیشہ مندر ہونا اور اسطرح او سکی
 بیغرضی اور بے نیازی اور شوکت کی وجہ سے اس کے غصہ سے خالی ہو کر اپنی

بطائی

ہو کر فکر نہ گذارنا سب کے نزدیک خصوصاً اہل اسلام کے نزدیک محقق اور مسلم ہے
 جب بہر بات و ہر شے میں پہلی نواب اہل فہم کی خدمت میں پہنچنا شروع کہ بندگان عظمیٰ علیہ السلام
 احوال کی تسبیح اور شکر کی کرتے ہیں جب تا بین مرتبہ معلوم ہوتی ہیں اول تو خداوند کریم
 جلال و جمال و کمال کا یقین ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر خدا کے اوصاف کمال و جلال کی
 کسی وجہ سے اطلاع نہ ہوگی تو خدا سے محبت ہوگی اور اس سے خوف پیدا ہوگا کیونکہ
 محبت کا درجہ جلال اور اوصاف کمال ہے اور خوف کا درجہ غرضی اور جلال ہے ہر حبیب
 انہی اطلاع ہی ہوتی تو محبت اور خوف کا نام و نشان ہی نہ ہو گا نہ توحید کے تے عرض
 ہوں کہ اگر شریعت اندری میں باس کا ہر اہل آدمی اور سکو غلطی سے گامی ہو جائی تو ہرگز اس
 خوف نہ ہو گا علیٰ ہذا القیاس اندری میں اگر حسین بے نظیر کسی عاشق فرج کی باس ہو کر
 اور وہ اس کو سبب اندری کے قبیح للنظر سمجھے تو بوی محبت ہی اس کے دل میں آکر
 اور یہ محبت ہوتی اور خوف تو طلب و نا اور غیر مضیات سے احتراز کی کوئی صورت نہیں
 چنانچہ ظاہر ہے کہ نفس امارت طلب بغیران و دو کو ملوں کے کار دشوار عبادت و غلو
 کو ہرگز سر نہیں ہوتا سکتا اس تے خداوند کریم ہی فرماتے ہیں و انھا الکبیرۃ
 لا علم الخاشعین الذین یظنون انھم ملا قوہ و انھم الیہ راجعون
 یعنی بیشک تمہارا ایک ہر ای چیز ہے مگر شمع و النور جو بوجہ تہی ہیں کہ میں خدا

بنا ہے اور ہم اسکے طرف جانی والی ہیں فقط اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا ادا کرنا
بے خشوع بہت دشوار ہے اور یہی معلوم ہوا کہ خشوع ان وجوہات میں سے ہے
کہ ہمیں خدا سے ملاقات کرنی ہے اور اوسکی طرف جانبہ سوا میں سے متناہی
اور اندیشہ باز پرس جو محبت اور خوف پر موقوف ہیں دونوں نکلنے میں اور اگر کوئی
اس نکلن ملاقات اور صبح کو فقط باعث خوف ہی قرار دی اور محبت سے مربوط نہ بھی تو
ایقل ان کے فائدہ مند ہوں اللہ فائز ہو تو اس باب میں یہ ہے کہ محبت
سہولت اتباع شرع کا باعث قوی ہے کیونکہ امتحان محبت نبی بہرہ ہوا کہ اتباع کر کے
دیکھا دوسری ہذا القیاس فالما من خاف مقام ربه ونهي النفس عن الهوى
فان الجحند هي الماكوي اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خوف خداوندی کی سبب
نفس کو اوسکی خواہش سے روک سکتی ہیں اسلئے اول خاف فرمایا بعد از ان ونهي النفس
اور یہ ظاہر ہے کہ نفس کا خواہش نفسانی سے روکنا ہی دینداری ہے کیونکہ امتیاع شرع
اور مجاہدہ اور عبادت میں جو اشکال ہے تو اس سبب کہ خلاف خواہش کرنا پڑی
الغصا و فتنہ کمال و جلال خداوندی پر اطلاع اور اوسکا یقین نہ تو محبت اور خوف کا
ہونا مورد و کر دین اور سبب امکان اتباع شرع متین میں تصور نہیں واجب یہی ہوئی
تو نفس کا ترکیش تو خود ارام طلب ہے عبادت و تقویٰ اوسکی بلارگی تو لازم نہ ہوا

خاص کا حلال و حلال خداوندی پر یاقین مطلع ہونا ضروری ہوا مگر اطلاع یعنی و طرح
ہو سکتی ہے ایک تو دیکھی بہالی دوسری سنی سنائی چنانچہ ان دونوں میں کمال طرف
جہل مندرجہ حد متغی علیہ صحیحہ میں اشارہ موجود ہے وہ جہل یہ ہے از الاحسان
ان تعبدوا لکافک کافک تزلزل فان لک فک تزلزل فان لک فک تزلزل فان لک فک تزلزل
کہ احسان یعنی عبادت کی غیبت یہ ہے کہ خدا کی عبادت تو اسی طرح کرے جانو تو اس
دیکھتا ہے اور جو دیکھتا نصیب نہ تو یہی ہی کیونکہ بھی کہ وہ بھی دیکھتا ہے سو معنون
اول اول کی طرف مشیر ہے اور معنون دوم معنون دوم کی طرف باقی رہا ہے کہ
کامک تزلزل بلطف تشفیہ یا یہ ہے سواس سے عین رویت نہیں نکلتی جو معرفت کی
طرف اشارہ ہو کیونکہ معرفت کے باب میں اور یقین کو مگر شرط معتبر کہ ہے جو
دیکھتے بہانے سے پیدا ہوتا ہے بلکہ اس سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ اس حالت ہو جو
مشابہ ہو جسکے ہوسکا جواب ہے کہ رویت کا لفظ عرف میں ختم ظاہر ہے
دیکھتے کو کہتے ہیں سوا اگر کسی دیدار کی کیفیت اس آئینہ سے حاصل نہ ہو بلکہ کسی اور واسطہ
سے جو محسوس جواب میں باسعاطرا و یکا شہدین تو اور دیکھی جہاں کیو بطور تشبیہ کہہ دیا
کرتے ہیں جانو جن یوں دیکھتا ہوں وہ حقیقت میں رویت بہتم قلب متعلق ہے آئینہ
فقط بشرعین کے ہی مدد نہیں چنانچہ سبب انہم جانتے ہیں اسلئے رسول الصلوات

خداے عالم ہی ڈرتے ہیں سو اگر عالم ہی عالم جلال و جلال مراد ہو بلکہ عالم اسماں و صوم و صلوة
و دیگر احکام مراد ہو تو قطع نظر اسکے کہ خدا بجای اسکے خلقت شہود ہے عالم اسماں
فاسق و فاجر ہیں اور بہت سے جاہل خداسی ڈرتے ہیں خوف کو علم اسماں سے کچھ علاؤ ہی
تو نہیں بلکہ جسے علم ذات و صفات شریح و جیب خوف شریعہ ایسی ہی علامات و صفات
خداوندی جو علم جلال ہے البتہ تعجب خوف خداوندی ہے اس صورت میں بیہوشی ہو
کہ خدا سے جانی واسے ہی ڈرتے ہیں جو اسی جانتے ہیں انہیں کے دل میں اسکا
خوف، الغرض حال اول بندگان خاص کا تو یہی علم یعنی ہوسمی بمعرفت و اعتقاد ہے
اوسکے بعد بقدر قابلیت و ادراک محبت او خوف پیدا ہو کر دل میں فکر مضاجعت
اور غیر مضیات سے احتراز و اجتناب کا غم پیدا ہوتا ہے اسکا نام تقویٰ ہی خود خوف
جیسا کہ شہسوری تقویٰ نہیں کہ کوئی کفر تقویٰ اور تقاہ عربی میں بجا و کوکتے ہیں سو بجا و کا
مضمون خوف پر متفرع ہوتا ہے وہ خوف کہ سطح کا ہو خواہ وہ محبت ہو یا خوف
خیال ہے نیازی و قہاری و جباری دوسری حدیث صحیح میں وارد ہے الخلفہ
من یخفہ الشیءات یعنی متقی وہ ہے جو شہادت سے ہی بچے اس سے صاف
واضح ہو گیا کہ تقویٰ بری کاموں سے بچنے کو اور اپنے بجا و کوکتے کو کہتے ہیں ڈرتی کو
نہیں کہتی بلکہ ڈر کے تقویٰ البتہ ہو نہیں سکتا تقویٰ خوف ہی پر متفرع ہوتا ہے

۴۱
کانک تراہ فرمایا فقط تراہ نفرمایا بلکہ نظر کشا خدا جل جہن جہن بقدر وضاحت اور یقین ہوتا
نظر ظہری میں نہیں ہوتا اس لئے کہ نظر ظاہری بوسیدہ نور آفتاب وغیرہ کام دیتی ہے اور
نظر باطنی جل جہن میں نور خداوندی سے کام لیتا ہے چنانچہ حدیث میں موجود ہے انشوا
قراستہ المومنین انہ یخفون نور اللہ یعنی مومن کی فرست ہے بچو کیونکہ وہ بوسیدہ
اسکے نور کے دیکھتا ہے البتہ مدہ باطن کا شاعر حق معاینہ خیر ظہری جو نسبت
اجسام و اشکال احوال کے ہوتا ہے بڑھ کر ہے سو معرفت حقیقت میں ناکام کی رویت
دور جواب بہرے کہ خدا کی تحدیدات کا کچھ نہ سیکھا نہیں ایک سے ایک یاد و واضح ہی ہو مگر
میں کو رویت کیوں ہو برقیامت کو جو دیدار ہو گا تو اس تکلی کے سامنی معرفت کی تعلی
اسی ہے جیسے شمع فانوس کے پردہ میں نظر آتی ہے پردہ ہو سو اس لئے اپنے ناکہ نہ
فرمایا تراہ فرمایا کوئی کتراہ جہاں ہی موقع پر ہو کہ یہ طرح کا محاسباتی مزی جیسے خدا نصیب کی
قیامت کو جو گا کہ یہ ہی واضح ہے کہ شمع کی تعلی کو فانوس میں دیکھنا ہی کہتے ہیں سو
خدا کی تعلی کو جو معرفت میں جہاں کے چھپی ہے ہوتی ہے اسی رویت کیوں نہ کہتے ہیں بہرہ
معلوم ہو چکا تو اتنا اور بھی کہ ہم اول کو معرفت کہتے ہیں اور سنی سنائی لغین کو اعتقاد
الغرض خداوندی بلکہ علم جلال و جلال عالم یعنی ہونا بندگان خاص کے لئے ضرور ہے اور اسی علم
کی طرف آیت انما یخشی اللہ من عباده العلماء میں اشارہ ہی کیونکہ اسکے ہی معنی ہیں

معلوم نہواں ہے تقویٰ کو لازم ہوگا انسان اپنے شان کی موافق رضامندی اور اعتقاد
کی باتیں دریافت کریں مثلاً اگر مال ہو تو نہ کوہ حج کے سائل ہی معلوم ہوں ورنہ کچھ
ضرورت نہیں غرض تقویٰ کے واسطے علم احکام لازم ہوگا اگر اس علم کی دو قسم ہیں
ایک تو علم احکام متعلقہ اخلاق و اعمال تقلید سکونہم علم طریقہ و علم باطنی کہتے ہیں
دوسری علم احکام متعلق اعمال بذریعہ سکونہم علم طریقہ کہتے ہیں اس سے پہلے
معلوم ہو گیا کہ علم خضر علیہ السلام باین اصطلاح علم باطن نہ تھا جو کوئی یوں کہے کہ
حضرت خضر علیہ السلام علم طریقت اور علم باطنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام
فائق تھے بلکہ یہ غلط فہمی ہے علم ظاہری اور علم معرفت و اعتقاد میں جو
لازم اور ملزم تقویٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی فائق تھے ورنہ پہلا فضیلت
جو موسیٰ علیہ السلام کو یہ نسبت خضر علیہ السلام کی جمیع علیہ اہل اسلام ہے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کو نصیب نبوت کیونکہ رد افضلیت فرید تقویٰ پر ہے چنانچہ انشاء اللہ قریب ہی
ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ملزم بقدر لازم اور لازم بقدر ملزم ہوتا ہے چنانچہ اگر
ہوگی ذہنی ہی حرارت ہوگی جس قدر حرارت ہوگی ذہنی اگر چہ جہل افضلیت حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے تقویٰ میں فائق ہونا ثابت ہو تو علم
معرفت و اعتقاد اور علم احکام میں ہی اونکا فائق ہونا لازم آیا بان علم و واقعہ میں

۷۳
اب ایک اور گندارش ہے کہ صبر اور شکر اور توکل اور احسان جیسے کچھ بحوالہ حدیث مذکور
ہو چکی اور محبت اور خوف اور اخلاص اور رضا وغیرہ مقامات و احوال محمودہ رضیہ
سب تقویٰ کے ساتھ دست و گریبان ہیں بہر سب ابورزق کورہ اور تقویٰ آئیں میں
لازم و ملزم ہیں اگر محبت اور خوف اور رضا اور اخلاص اور تقویٰ کے مبادی اور مقدمات
میں سے ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ گناہ سے بچنے کے اسباب یہی ہیں توکل اور صبر اور شکر
اور سکون لازم اور لوازم بلکہ اسکے اجزاء میں سے ہیں کیونکہ اگر صبر یا شکر یا توکل ہوگا
تو بیشک موجب رضامندی خالق ہوگا اور نارضامندی کی کاوش نہ بچنی ہی کو تقویٰ
کہتے ہیں چہرہ رضامندی کی نوبت آتی تو تقویٰ کہاں غرض ناخواند اور فاق ہیں
کیونکہ چہرہ بنگداری کو عموماً اور اقسا بات کا معنی ہے کہ مایہ نفع انساناں کل میں
چیزیں ہیں علم تقویٰ عمل جائزہ مقامات کثیرہ اور احوال متعددہ مذکورہ ہی موجب شرف
انسان میں کیونکہ یہ سب تقویٰ کے لازم و ملزوم اور باہمیہ جو اسکے ملزوم ہیں وہ علم
فوقی معرفت اور اعتقاد کی لازم میں سے ہیں سو ان دونوں کو ذکر کرنا سبب کا
ذکر کرنا ہے احوال جیسے فکر رضاجوئی اور عزم احترام امور غیر متبذیر باعث کمال
معرفت اور رسوخ اعتقاد کے قلب پر غالب اور متولی ہوا تو مقام تقویٰ انسان کو
حاصل ہو گیا لیکن یہ فکر اور عزم چہرہ بیعیہ دیتا تو فکیر تفصیل امور رضیہ اور غیر رضیہ

ابنہ حضرت علیہ السلام کا قدم اگلی جا ہوا معلوم ہوتا ہی سو بہ علم معلوم ہوتا ہی اعتقاد اور علم احکام سے کچھ نسبت نہیں کہ نہ کیا نہ کوہ و تین واقعہ حضرت خضر علیہ السلام کو بطور مکاشفہ معلوم ہوتے عوام کو بطور معاینہ معلوم ہو سکتے ہیں یا شاہ غامض کیا بھی ہے آنا حضرت خضر علیہ السلام کو اگر دور سے معلوم ہو گیا اور حجاب بعد کافی اونکی حق میں نہیں تو جو لوگ بادشاہ نہ کو کہ ہر اہل حق اونکو بطور معاینہ پاس سے بھی جائے پات معلوم ہو علیہ القیاس لڑکے کا کافر ہونا اگر اونکو قتل بفرما معلوم ہو گیا اور بعد زانی اونکی حق میں حجاب نہ ہوا تو شرط طوع جو اوس لڑکے کے معصوم ہوتے عوام خواص اوسکے لڑکوں کو انکھنوں دیکھتے علیہ القیاس ایک بوز کا تینوں کی ملک ہونا اور اوسکے چچ خزانہ کا ہونا اور ان تینوں کی باپ کا صلح ہونا یہ ساری امور ایسے ہیں کہ عوام کو بطور معاینہ یہ وساطت غیر معلوم ہو سکتے ہیں مگر انسا فرق ہے کہ اونکی حق میں جیسا زانہ مستقبل قریب میں حجاب اور حضرت خضر کے حق میں حجاب نہیں ہوا تباہان و بارہ صلاحیت پدید تباہان زانہ واقعی عوام کے لئے حجاب ہو گیا اور حضرت خضر کے لئے نہ ہوا اور جیسی بے شکستن کشی یہ بعد عوام کی نظر اونکی لئے حجاب ہو گیا اور حضرت خضر علیہ السلام کے لئے نہ ہوا یہاں حامل سما یعنی دواور بارہ خزانہ عوام کے البصاکا حجاب ہو گیا حضرت خضر علیہ السلام کی لئے نہ ہوا باقی ہی یہ بات کہ بعد اسکے مشکوف ہو جائیگے کہ ایک بادشاہ کا کشت تباہان بجز انکا

اونہوں نے کشی کو باہین غرض تو ثور والا کردہ ٹوٹا دیکھ کر چڑھاوی اور اوسکے مالک اسی درست کر کے بعد اسکے چلے جانے کے ہر انا کام جلا تین تو یہ خیال احکام شرعیہ تباہین حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فائق ہونا معلوم ہے کیونکہ اسکا حاصل احسان اور روت اور کفالت احسان ہے سو بہ باتین خیال علم طریقت ہیں علیہ القیاس بعد اسکی ملکہ ہونے کے کہ یہ لڑکا کافر تباہی جیسی ہی پڑتے یا شیر کا بچہ بعد بڑی ہونے کے پہاڑ کہلے لگسے گور زید انشاہمین یہ بات نہ باقی جاتی ہو ایسی ہی یہ یہی بعد طوع رنگ لیک کا اوچے دانت دکھایا گیا جو جیسی یہ پڑتے کے بچہ کو اود ہی قتل کر دینا قریب مصلحت ہے خلاف انصاف نہیں ایسی ہی اوس لڑکے کے قتل کو ہی حضرت خضر نے عین مصلحت دینی سمجھ کر قتل کر دیا تو کوئی بات عیب کی نہ ہوتی بلکہ خود اتباع احکام ہے ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاص منصب تھا کیونکہ اسکا حاصل قتل کفار ہوا جسکے لئے جہاد شرائع میں مقرر ہوا ہے الغرض علوم خاص غرضی علوم عوام سے اگر متناہ بین تو طریق حصول بن ہمتا بن حقیقت بن تجدید بن ثمان علوم موسوی نے علوم انشاہ جو ذات باری تعالیٰ او علم صفات باری تعالیٰ او علم احکام باری تعالیٰ میں اونکی سطح عوام کو اطلاع ہی نہیں ہو سکتی جس میں سے خاصہ احکام جو فی الحقیقت مافی الغیبیاب باری تعالیٰ ہے کیونکہ ہماری تمہارے مافی الغیبیہ جیسی سنور و محبوب ہوں کہ سنی

سید کیا اور کو چاک کر کے دل سے طاقی قسے انہا رسائی فی الضمیر اور کے مافی الضمیر کی اطلاع ہو
تو مافی الضمیر ناریا یہ تعالیٰ جس کا حجاب خود ذات جناب یاری ہے خجہ پنجاہ سورجن بن لفظ
علی غیب میں جس کا غیب جناب یا تعالیٰ کی طرف صفات کرنا ہی اس پر شاہ ہے بے اس کے
انہا کر کے کیونکر معلوم ہو گا اگر ظاہر ہے کہ کوئی اپنا مافی الضمیر دے کے کہتا ہے جس سے اس کا
دل ملے تو مافی الضمیر جناب یا تعالیٰ بجز اوست نہیں پر ظاہر کیا جائیگا جو کمال و برکات
بسنیدہ جناب یا تعالیٰ ہو گی اور دیکھو اس کی ساتھ کہ نسبت نہ ہو گی اس کے جناب
یا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لا یظہر علی غیب احد الا من اراد من ربه
یعنی نہیں ظاہر کرنا خداوند کریم اپنے مافی الضمیر کو کسی پر اگر رسولوں پر جو اس کے چاہی ہوئے
بندی ہیں ان قصہ معلوم موسوی عوام کو یہ وساطت رسول کی سی طرح معلوم نہیں ہو سکتی
اور علم خفزی یہ وساطت غیر عوام کو معلوم ہو سکتے ہیں جنہا پنجاہ واضح ہو چکا ہے باقی
اس بات کا الہام کہ فلاں دیوار کو سیدی کر دیا جس کا لفظ و ما فعلت عن امری
اس پر دلالت کرتا ہے سو یہ بات ہر جنہا عوام کو معلوم نہیں ہو سکتی پر انہا کو بد بھادلی
افسوس کی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں چہ جائیکہ رسول معین الہام خفزی کا الہام تو اعلیٰ علیہ
یعنی احکام کے الہام کی برابر نہیں ہو سکتا اس تقریر سے وہ شبہ بھی مریق ہو گیا
بعض کہ نہیں کو اس قصہ کو دیکھ کر یہاں تو ہے کہ حضرت خضر کے بار میں تو اس شخص

کہ وہ ولی بن نہیں ہو گیا وہ برکات و عطا فی شریعت الہام جو حالہ کفر و کفر کر دیا
باب میں فرماتا ہے اقتداء رحمۃ من عندنا و علمنا کو ص. لکھنا علیہ یعنی وہ جسے
اس کو اپنے پاس کی رحمت اور سکھلا اپنے اس کو اپنے پاس سے علم اور یہی حق ہے کہ
مکاشفہ خلاف شرح غلط ہوتا ہے قابل تعریف کجا مکت مکاشفہ کے نہ لکھنا
کہ نہ تو اس کے خلاف نہ ہوا اور وہ جس شبہ کی دفع ہو جائے گی یہ ہے کہ جو باتیں حضرت
خضر کو مکشف ہوئے ہیں وہ شرع کے مخالفت نہیں بلکہ ان امور میں مخالفت اور
موافقت کی گواہی ہی نہیں کیونکہ شرع علم احکام کا نام ہے احکام طریقت ہو یا
احکام شریعت علم و فاعل جزیرہ ایک بات جدا گانہ ہے اور بعد مکشوف ہونی معقول
کے جو کچھ اپنے صادر ہوا وہ سب موافق شرع تھا یا احسان کا بدلہ احسان کیا یا
ایک کفر کو حیا کیا یا تمہوں کے ساتھ احسان کیا سو یہ تینوں باتیں ظاہر ہیں کہ
عن دین و ایمان میں اور تیس قصہ کو دیکھ کر جو بعضی کہ فہم یدین ہم استدلال
کی کرتے ہیں کہ مرید لازم ہے کہ اگر یہ خلاف شرع ہے ہی کہی تب ہی فرمانبرداری
میں قصور نہ کری اور کوئی گناہ استدلال باقی نہیں کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام کو کوئی
خلاف شرع مکشوف نہیں ہوا تھا جو اور یہ کوئی نسبت بہ گمان کیا جا ہی بلکہ حدیث
صحیحہ لا طاعۃ لخلق فی معصیۃ اللہ الخ اس باب میں نص صریح ہے کہ خلاف

شرح کوئی ہی کیونکہ ہرگز تسلیم نہ کیا جاتے ہاں مومنان کامل اور پیران عظام
نسبت مہنگانہ ہوگا کہ کوئی بات کسی پر کامل کے اپنی ایک خلاف شرع ہی معلوم
تب پیش لال فعال حضرت خضر علیہ السلام کے کہ بظاہر خلاف شرع معلوم ہوتی ہی اور حقیقت
میں مخالفت نہی او کی افعال کی مخالفت کو کہنے کے معنی یہ ہے کہ دل سے
اون افعال کو موافق ہی سمجھی اور موافق نفس پر غلبہ المومنین خیر کی حقیقت
اور حسن نفس سے پیش آئی اب بات کہیں کی کہیں جا پڑی کہ تباہ کیا کہنے لگا کہ یہ
بر سر طلب آتا ہوں غرض یہ ہے کہ تقویٰ کو علم احکام جو منہج علم حقیقت و علم حشر
لازم ہے اور تقویٰ کا وجود و علموں پر موقوف ہے ایک توانا جو علم معرفت و اعتقاد
دوسرے علم خفائی جو علم احکام ہے ایک تقویٰ کے اوپر ہے ایک تقویٰ کی ہی ایک اسکا سبب ہے ایک
اسکا آذر کو جو کہ تحصیل علم احکام اور تقویٰ بنو علی ہی تو علم موافق علم مذکور حسب استطاعت
آپ لازم ہوگا اور ان اعمال کے ساتھ تقویٰ کو ایسی نسبت ہوگی جیسے روح کو بدن کے ساتھ
جیسے سبب کمال ارتداد کے جسم انسانی کو انسان کہہ دیتے ہیں حالانکہ انسان حقیقی وہ
روح ہے بدن نہیں بدن کیلئے طاس ہی حقیقت میں تقویٰ ہی اسی فکر اور عزم و مصمم کا
نام ہے جسکا اوپر مذکور ہو چکا اعمال اس کے لئے تشریل بدن کے روح کے لئے ہیں اور
صاحب اعمال تک اور مجتنب اعمال بد کو جو متعلق کہتے ہیں تو اسی سبب کہ بتی ہیں کہ اعمال آد
فہمی

تقویٰ میں فیض عذاب اور عذاب خداوندی سے بچاوا نہیں اعمال کے سبب آتا ہے
جیسے جو سید پر تو را کے وارے آدمی بچ سکتا ہے اور چسکا کہ روح کو اپنے اندر کے
ساتھ لکھل و جبر باطن ہے گویا ہر جزو بدن میں سرایت کئی ہوتی ہے ایسا ہی تقویٰ یعنی
مذکورہ اعمال شرع متین کے ساتھ یعنی یہ نسبت ہی جسمی روح پر مدار شرع و
— منقصت بدن ہے ایسا ہی تقویٰ پر مدار شرع و منقصت اعمال ہے اور
جناب باری تعالیٰ فرماتے ہیں لَنْ يَبْتَغِيَ اللَّهُ لَكُمْ دِيْنًا وَلَكُمْ دِيْنًا ۝
التقویٰ منکرم یعنی نہیں یہ ہو جیتا اس کے بہان گوشت اور خون قربانیوں کا بلکہ یہ ہو جیتا
اس کے بہان تقویٰ تمہارا یعنی وہ فکر اور عزم معصم جس کے سبب نوب قربانیوں کی آتی ہمارے
اور سبکی پرش ہے اور اسی پر نظر ہے اسکی موافق حدیث شریفین اس طرح کے
الفاظ میں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلَى اَعْمَالِكُمْ وَصُورِكُمْ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَنْظُرُ اِلَى اَفْئَالِكُمْ
وَنِيَّاتِكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تمہاری اعمال اور صورتوں بلکہ اللہ دیکھتا ہے
تمہاری دلوں کو اور نیتوں کو سو اعمال تمہاری نیت ہی تقویٰ ہے کیونکہ نیت حقیقت میں
اور خیال کو کہتے ہیں جو باعث عمل ہوتا کہ کوئی خدا کی رضا کے لئے ناپڑتا ہی سو
خیال رضا اسکی نیت ہوتی اور کوئی دکھلانے کے لئے پڑتا ہے سو اسکی نیت خیال
ہو اور ظاہر ہے کہ بندگان خاص کے عین باعث اعمال وہی خیال رضا جوئی اور عزم

امور و فضیلت سوہی تقویٰ مذکور ہے اب ہر کوئی اس شریک و متقی سے سمجھ گیا ہوگا کہ
 بندگی خاص کو اول علم معرفت و اعتقاد پیدا ہوتا ہے بعد ازاں تقویٰ میں بعد علم
 احکام اور سکے بعد عمل جب یہ قدر مہم ہو چکا تو سامعین الفین کو معلوم ہو کر بہت
 نو آئنا تقویٰ تہمید میں آپ واضح ہو گئی کہ یاہ شرف انسانی کل میں امور مذکور ہیں باقی
 رہی بہر بات کہ ان سب میں افضل تقویٰ ہے اسکی کیا دلیل اسلئے سامعین کو تکلیف
 قوجہ و انصاف ذکر عرض رہا ہوں کہ جناب یاہ تعالیٰ کی بات تو پر جناب یاہ تعالیٰ کی
 بات ہے وہ جو کچھ فی ستر ستر امور میں تفاوت نہیں ہو سکتا سو حکم ربانی میں ان میں کا
 مقولہ موجود ہے ان اکرمہ عند اللہ افتخا کہ یعنی شیک خدا کے نزدیک بڑی
 عزت والا وہی ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ جناب یاہ تعالیٰ
 صاف صراحت نہ کر اشارۃً تاکیدیوں غلطیوں کہ سب میں معزز و مکرم وہ ہی جو ستر
 زیادہ متقی ہے اب اگر کو بہر بات معلوم یا مفلون ہو کہ ایک شے تو تقویٰ میں زیادہ ہے
 اور دوسرا علم میں تو ہمیشگی شہادت خداوندی بطریقہ یک کے یا طے کو سکو افضل
 کہیں گے جو تقویٰ میں زیادہ ہوگا دوسری جہاں یوں ارشاد ہے اہل الجہل الملتقین
 کالنجیٰ یعنی کیا ہم برابر کردین متفق ہو فاجر کوئی ساتھ اور فاجر ہے کہ فاجر اسی ہی
 کہتے ہیں جو متقی نہ ہو اگرچہ عالم ہو بلکہ عالم کو متقی نہ ہو تو سب فاجر و کفار ہر حرب عالم

افضل ہی ہو گا جو علم احکام میں اس سے فائق ہے اور عایت تقویٰ و بارہ احکام میں
 بھی کماتقص کرنا ہے پر قلب اس کا احوال و اخلاق ناپسندیدہ ہے ابی تک تک نہیں ہوا
 معذرت اللہ اللہ یحب المتقین ان اللہ مع المتقین کے کلام الدبر ہوا ہے
 ان اللہ یحب العلماء ایک جہاں نہیں اور میری واضح ہے کہ محبت اسی چیز سے
 ہوتی ہے جو ان فی نزدیک ان اشیا ہی جو میں کشیدہ ہی محبت ہو چکی ہے بہر حال
 ہو چکی تو اب ایک لنگڑا شریک کہ عالم ظاہر ہی ہے عمل یا کم عمل سے توسعی افضل و اشرف
 قطع نظر و دل منکوحہ کہ یون ہی سلم ہی کیونکہ جہان میں تارکان دنیا اور متقیان ہی ہیں
 ساتھ جہد محبت کرتے ہیں عالمان بدلے یا کم عمل کے ساتھ دینی نہیں کرتے پر عارفان
 ربانی کہتے انہا زبان کے نزدیک سب سے صوفیہ کہ تقویٰ کی وجہ جہاں نہیں بلکہ سبکی
 عارف ہو چکا گمان ہو اگر وہ بقید ہو تو انہا زبان دونی اس کے معتقد ہیں کہ
 یہ معروف ہے کہ اول نوع عارف ہی تقویٰ ایک مفہوم صادق اور غلطی معنی ہے اس کے کفار
 تقویٰ لازم ہے لیکن ہی نہیں بلکہ معرفت نصیب ہوا رہا نہ فکر رضا جوئی خداوندی اور غیر
 استراحت منہیات دل میں پیدا ہو کیونکہ ہر انسان کی خیر میں بہر دو باتیں لگی ہوئی ہیں کہ لذت
 چیز اگر پیش آتی تو اس کی طرف رغب اور جوہریت کی شہی آتی تو اس سے ڈری کرے بلکہ
 اگرچہ میری ہے محتاج دلیل نہیں بعض کم عقلان درعیان و دنداری کہتے یہی ہی تقویٰ

کہ اگر شریک کی نزدیک ہی سلم ہی نہیں تو وعدہ و وعید اور ثواب عتاب لغت سب لغو و جہل
 جہاں بقدر حق جو چکا تو اب عرض ہے کہ کہ صورت حصول لازم ہے کہ جہاں جہل
 خداوندی کشوف و شہود ہوا رہی ظاہر و قیض ہے کہ جہاں خداوندی سے زیادہ کوئی
 لذت کی چیز نہیں اور جہاں خداوندی سے زیادہ کوئی چیز نہیں لگیز قطع نظر اس کے یہی اور سلم
 الثبوت ہونے کی احادیث صحیحین کی طرف اشارہ موجود ہے اور اہل فہم تو ایسا کہ انھم
 عن ربهم جو مذکور ہے یون شہد انھم لصالو الجحیم سے یہ مطلب نکال سکتے
 کیونکہ اس بار کا حاصل تو یہ ہے کہ کفار اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں بلکہ اس کے ساتھ
 جہنم میں جہی سکین گئے اور پھر کیا رہا ہے بطور دہکانی اور ڈرانے کے فرمایا ہے اور
 فاعده ہی کہ آدمی تکلیف کی چیز ہے تو رہا ہے سو دبار سے محروم رہ جانی میں جہ تکلیف ہو
 کہ دیدار میں آرام و لذت اور اس کی تسنن ہوا اور چونکہ خودی دیکر کو اول الیاء و خراب مار
 بطور تمہید کے بعد میں بیان کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ بڑا خدا اب اس روز خودی دیکر
 یعنی کفار اس روز دبار سے محروم و مجبور ہے ہونے لگے ہوا اس کے ساتھ یہی نصیب ہوگا
 کہ عاقبت ظاہر ہی ہو بلکہ خدا ناپسند ہوگا تاکہ میں جمیع الوجہ تکلیف ہی تکلیف ہوا تو یہ
 محروم دیدار سب خدا ہے اول غیر ہوا تو دیدار نعمت ہونے میں سب اول ہو گا اور
 جب عباد خداوندی سب نعمت کے شہرہ کو ہوا تو صاحب معرفت کو ہی آخر ایک قسم کا

بدیارتو ہے مثل دیدار حضرت و اشکاف اور پھر وہ نہی پیر کیا سعی کہ صاحب فقر
کو محبت اور لذت بدیارتو بتقاضای محبت اور یوحی طیب گزاری فکر رضا اور اندیشہ خیر
اور سکے دل میں بدیارتو جو رہے بدیارتو پھر تقویٰ آپ حاصل ہو گا کیونکہ اوپر کی حقیقات
وافع ہو چکے ہیں کہ تقویٰ کسی کا نام ہے اس سے ثابت ہو گا اے ایس کو معرفت حاصل تھی
در خلاف رضا مندی اور سے ظہور میں نہ آنا اور اگر پاس خاطر معروض و مخالفت ہر امت
کو تسلیم کر لیں تو اول تو کو کچھ کہنی کی گنجائش ہے کہ کلام نبی آدم میں ہی مقصود ہر تھا کہ
انسانوں میں ہمہ پہی کوں ہے کہ عارف ہوا تو ترقی ہو یا نہیں سو یہ بات واضح ہو گئی کہ فرد
بشر کی خبر اور بنیاد میں غربت و محبت اشیاء لذہ اور لذت اشیاء ناپسندیدہ کی ہوتی
پیر کب ہو سکتا ہے کہ مشاہدہ کسی چیز لذیذ میرا آوری اور اسکو غربت و محبت بدیارتو
شیفہ رضا خداوندی نہ ہی اور نا خوشی کا اندیشہ ہو اگر ایس میں ہر بات نہ ہو تو نہ وہ اور
نوع ہے انسان اور نوع دوسری پیر کہ اگر بالفرض باوجود معرفت تقویٰ یعنی رعایت
رضا و خوف عدم رضا نہ ہو تو مثل ایس سے مطرود و ملعون در گاہ ہو گیا موافق
مثل مشہور عدد شود سبب خیر خدا خواہد اس صورت میں ہمیں اس سے زیادہ
اور کیا محبت طیب کی کہ ایس باوجود معرفت کہ سبب نہ ہو تقویٰ کے جہاں ایس ملعون ہو
تو اور نہ کا تو کیا ذکر الغرض بوجہ مذکورہ بہر بات کا عدیان معلوم ہوتی ہے کہ اگر بالفرض معرفت

اور تقویٰ نہ ہو تو وہ معرفت کچھ کام نہ آئی بلکہ اوٹے و جیب سے عقاب ہو جائے گی پھر
ظاہر ہی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اگر احکام وقت کو کوئی خوب متاہر ہو گا اور یہ حکم کا احتمال نا وقت
نہو وہ اگر سامنے آجای اور اسلام نہ کری اور اسے پیش نہ آئی تو لازم ہو کہ عذاب ہو گا
اور اگر کوئی اندیشہ انا واقف سامنی آجای اور اسلام نہ کری تو اس سے حکم کو کچھ غائب
نہو کی غرض عالم احکام کو تقویٰ کی نفی ضرورت نہیں تھی عالم علم معرفت کو ضرورت ہے
چرچہ عالم علم احکام کو در صورت نہوئی تقویٰ کے اہل عالم آنا ذیل خواہتے ہوں تو
عالم علم معرفت کو در صورت نہوئی تقویٰ کے اوہی بدیارتو چاہا ہے معہذا اکلم اللہ
ہی ہی پیچیدہ آجے کہ اہل معرفت کو ہی تقویٰ ہی سے شرف تفصیل اسکی بہی کہ
کہ یہ تو پہلی معلوم ہو چکا کہ آیت افاغیشتہ اللہ من عبادہ العلماء میں حکم
علم معرفت و اعتقاد واجب ہے اور ایسے عالمی تعریف میں یوں فرمایا کہ پیر لوگ
خدا سے ڈرتے ہیں اور بوجہ تعریف علماء ربانی ہی خوف ہی فقط حقوق تعریف میں کافی
نہیں بلکہ علم حق کی ہی بڑی تعریف ہی کہ وہ ذریعہ حصول خوف ہی اور یہی ظاہر ہے کہ خوف
روح تقویٰ ہے تو معلوم ہو گا کہ تعریف ہی باعث افضلیت ہے علم معرفت بذات خود باعث
افضلیت نہیں تو منہج کے لئے ایک مثال عرض کر تا ہوں میرا یوں کہتے ہیں کہ روشننے
آفتاب ہی نہیں ہے اور اس سے اہل عقل دو باتیں سمجھتے ہیں ایک ہے بہر کہ آفتاب اور

اشباح نور سے روشنی میں بڑا واسطہ دوسری بہر کہ باعث خوبی آفتابی روشنی
و نیز قطع نظر روشنی کے آفتاب میں بذات خود کوئی بات قابل تعریف نہیں اگر ہوگا تو کوئی اور
وصف ہوگا جیسے اوکلی گوئی بلکہ اوکلی ہی بڑی تعریف ہے کہ ایسی روشنی کی اوسمین
قابل ہے مثلاً نہ بہر کہ ذات آفتاب قطعاً قابل تعریف ہے ایسی ہی آئے اندامی خشنے اللہ ہی ہی
اہل قدم و باتین سمجھے ہی ایک تو بہر کہ علماء ربانی خوف و خشیت میں اور مری ہوئی ہیں بلکہ
اوس میں ہیں بہر کہ محض ہے کہ خوف و جانی والی ہی کو تو واسطہ جو بخانی وادی کیا اندیشہ و
بہر کہ باعث تعریف و موجب علماء ربانی ہی خوف ہے یا اور کوئی وصف قطعاً علم قابل
تعریف نہیں اور جہاں کہ ہیں بظاہر قطعاً علم کی تعریف ہی آتی ہے جس میں نہ حدیث فضل العالم
علم العابد کہ فضل علم ادا کد میں جس کے بہر معنی میں کہ بزرگ عالم کی عباد پر ایسی ہے
جیسے بزرگ مری اور پادری تہا کہ یکے قطعاً تو حقیقت میں نفس علم کی فضیلت مقصود نہیں بلکہ
وجہ و سکے ہی اہل فہم کے نزدیک ہی سہولت اخوان ہے کہ کوئی علم اسکی مثال ہے جیسے کوئی کتبہ
پٹاسیف بانک جانی والے انجان لڑنے والے اسے افضل ہیں سبائی میں کہ نہ یا وغیرہ فہم
سپہ گری کو جو حق ہی تو اسی وجہ ہے کہ اوکی بوسلہ سے آدمی مر لیکے وارے
بچ سکتا ہے اور جریف تو اگر جہنوی او صاحب سلاح مع ایک و فہم کے کہوں ہوا سکتا
ایسی ہی عالم کو قطعاً عابد بزرگ ہے تو اس وجہ ہے کہ بوسلہ عالم آدمی شیطان کفر
دفعہ

اور خدا کی نافرمانی سے بچ سکتا ہے بلکہ شیطان ایسے لوگوں کو بکرا گناہ قرار دے چنانچہ
الشیطان یفر من نکل عمر اور فقیداً و لحداً اشد علی الشیطان من العن
عابد کے سنی حق حمد میں غرض شرف علم کی بات بہر قوی ہی بہر جانی معنی جیسے اس
مثال میں کہ پٹاسیف بانک غیر فہم سپہ گری کے جانی و ایکو انجان لڑنے والی بقیہ
اہل دانش و فہم فہم سپہ گری کی جانی والی کی جانی ہی لڑنے کی قید سمجھتی ہیں اور اسکا حال
اوکی نزدیک علم عرف بہر تو ہے انہوں سپہ گری کا جانی والا اگر لڑی تو انجان لڑ سکتی
اچھا رہیگا جتنا بظاہر ہے کہ کوئی نہ لڑے اور نہ مقابلہ لڑنے کی ساسی بچنے کی ہے
چی جانی جن انجان لڑنے والی پر کیا فوقیت ہے ایسی ہی حدیث فضل العالم علی العابد
اہل علم و فہم قید عبادت سمجھے ہیں یا صورت میں اس حدیث کے بہر معنی ہوئی کہ علم کی موافق
عبادت کرنا ایک قطعاً نفعاً عبادت کرنا لیا پر ایسی فضیلت ہے جیسے جہنوی کسی آدمی پر
اور یہی خبر ہے کہ علم کے موافق عبادت ہو تو قوی ہوگی ہوگا کوئی علم احکام و نامی
بات کا ہی کہ مرضی غیر مرضی مخلوق چاہے اور مرضی غیر مرضی کو چھان کر کام کر لیا تو قوی سا تہ
رہیگا اور اگر ہم باس خاطر علم اظہار اس سے ہی در گذر کریں اور یوں ہی کہ علم
ہر طرح عبادت پر فوقیت نہ لاول تو بہر بات ہماری سنی دعوی اصل کی کہ فہم
نہیں کہ کوئی نہ فہم کو علم سے افضل کہنے میں اگر عبادت سے علم افضل ہوا تو مال

صلی اللہ علیہ وسلم کو ادنیٰ مسلمان یا ادنیٰ صحابی سے بہی وہی نسبت عالم کو مسلمان عالم یا صحابی عالم کے ساتھ ملتی ہو جیسے عابدوں سے افضل تھا عالم ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہو گا اور عین یہی ایسا فقہ ہے جو ہمیں گاہیکہ کہا کرتے ہیں جو کسی کو باطنی سہولت دیتی ہے جو اتار کو چاک کے ساتھ تو جیسی برابری نسبت کے جو میں شریعت سے زیادہ ہی اسی باوجود برابری فضیلت کے عالم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ہوگی بلکہ طلب یہی کہ عالم کو عابد پر افسوس کی فضیلت ہے جس قسم کی کجکوائی پر یعنی تشبیہ نوعی مراد ہی تشبیہ شخصی مراد نہیں اور تشبیہ نوعی مراد تو یہ صورت ہو گئی جیسا کہا کرتے ہیں کہ سونا چاند سے افضل ہے یعنی نہ تو کی نوع چاندی کی نوع سے افضل ہے سو اس صورت میں مائشہ برابر چھٹے سونے کو جیسا مائشہ برابر چاندی پر شریعی ویسا ہی ہزارین چاندی پر شریعی اس طرح نوع علم کو اگرچہ ہزار ہی کو بہت نوع عبادت پر اگرچہ بہت ہی کیون نہ نوع اور فضل ہو گا جیسی سونے اور چاندی کی مثال میں دیوہیکہ سونے مائشہ برابر اور چاندی ہزارین ہو چاندی کو ایک شکر کثرت ایسا حاصل ہو گا کہ سونے کو باوجود شرف دانی ہونیکے اس کے ساتھ کہ نسبت بہت ہزارین چاندی سے جو شرف ہوگی اور بعد عشرین و آردہنی و دنیوی میرا سکتا ہے مائشہ برابر سونے سے ہرگز نہ وہ شرف ہو سکتی ہے اور نہ وہ شرف و آردہ میرا سکتا ہے اسی ہی علم عبادت کا حاصل سمجھنا چاہیے یعنی حیرت نوع علم کو اگرچہ

ماشاء اللہ جو ہر اہل عبادت پر مشتمل اور لوگوں کے بھلنے کی کلاس عالم کو اس عابد پر ایسا
شرف ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور فیہر عابد کو جو ہر اہل عبادت
عبادت کی اوس عالم پر ایسا شرف ہے کہ سیدگار اوس کی کش برداری ہی کرے تو یہاں ہے
کیونکہ ماشاء اللہ ہر سنی عالم کے ہر اہل عبادت پر مشتمل ہر سنی عالم کو سیدگار جیسا کہ اہل
نہیں جو سیدگار اس صحت میں علم کو مطلقاً اہل عبادت پر مشتمل ہر سنی عالم کو سیدگار جیسا کہ اہل
اور خلاصہ اہل تقویٰ اور عبادت یعنی موصوفیان صافی پر خیر بہات توں جائزہ دوسری مطلب
کی تمہیدیں اگلی مطلب یہ ہنگامہ کہ اس حدیث میں عالم سے عالم کا کل جامع علم معرفت علم
احکام جو علم بطریق شریعت ہے مراد ہے سوا کسی وجہ یہ ہے کہ شریعت پر بھی مراد ہو
تو اب دریافت کرنا چاہئے کہ رسول کو ادنیٰ اتنی کس نوع کا شرف ہوتا ہے اسلئے
معرض ہے کہ اس مجاہد پر شرف حسن و جمال یا کثرت مال یا شرف حسب و نسب تو مراد نہیں اگر
تو شرف عند اللہ مراد ہے سو وہ شرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امتیاز پر جو علم
معرفت و تقویٰ و علم احکام و لوہر علم معرفت و علم احکام ہے سوا جس قسم کا شرف و
عالم کو ہر جامع علم معرفت و علم احکام ہو کہ نہ علم معرفت و علم احکام تو اوس میں ہونے کا
پر تقویٰ ہی ساتھ ہو گا کیونکہ یہی ثابت ہو چکا ہے کہ علم معرفت کو خشیہ اور تقویٰ لازم ہے
سوا ایسا عالم جو موصوفیان کامل اور کوئی نہیں تو واجب یہ بات ثابت ہو گئی تو اب اس

حدیث میں علمانہ علم کے افضل کھنڈہ کوئی نے دسین باقی ہی لکھا تو فی دلیل اوس کے
مخالفوں کے دعویٰ کی دلیل ہوئی مگر ناظران منظور اتنا اور واضح ہے کہ غرض ہر مسئلہ پر
کہ صوفی ہو نہ کہ جو کسی شکل کے صوفی ہیں بلکہ ہر فضیلت ہے اور یہ ہر علم کا ہر چیز پر نہیں
حاشا و کلام اس خاکپا کی فقر اور خدام علماء کو دونوں سے نسبت نیا نندی حاصل ہے ہر
بیان فرق مراتب اور دفع اوہام بعض احباب کے نے ان اوراق کا سیاہ کرنا پڑا ہے بعض
یہ ہے کہ تقویٰ کی افضلیت علم پر اور علم عبادت پر شرح ہو گئی ہے علم معرفت اور علم
میں جو کہ نسبت ہی باقی رہ گئی اسلئے بطور یاد دہانہ گوئیں کہ اذہر من کدر تقریر مشعل آتہ
افنا شمس اللہ من عبادہ العلماء سے تخی بات تو ثابت ہو گئی ہے کہ تقویٰ
علم معرفت سے حاصل ہوتا ہے علم احکام کو ادنیٰ حصول میں کہ یا شریعت میں ان اوس کا اگر کثرت
تو چاہی جیسا عبادت ہی اوس کا آتہ ہے تو اس صورت میں ہر علم معرفت جو باعث حصول تقویٰ
جو ہے شریعت علم احکام سے اشراف ہو گا معنی اہل معنی و السنن ہے اور السنن سبب
شرف علم جو شعبہ ہو یا علم بدو علم اشباحہ ہو یا علم اشباحہ غیر عمدہ تو اس صورت میں
کسی علم کو کسی علم پر شرف دانی تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ حقیقتاً و ذات ہر علم کی ہی ایک
دانش ہے بلکہ شرف ہو گا تو باعث علم کے ہو گا یعنی ہر علم کا معلوم عمدہ اور افضل
ہو گا وہ علم ہی اوس علم سے افضل اور عمدہ ہو گا جس کا معلوم افضل اور عمدہ ہو گا

شہد علم علم بول و برائے اس وجہ سے افضل ہے کہ اسکا معلوم علم بول و بزرگ
معلوم یعنی بول و برائے افضل ہے اور یہ افضلیت علم باعتبار افضلیت معلوم سے
تو علم ذات و صفات و تعلیمات و شریعتیں باری تعالیٰ جو علم عقیدتی علم احکام سے افضل
اس صورت میں صوفیہ کرام کو قطع نظر شرف قوی و لازرقوی علمائے ظاہر کی نسبت دوسرا
ایک شرف ذاتی ہوگا اور حدیث العلماء و رتہ الانبیاء اگر پابہ ثبوت کو ہی پہنچ جائے
تو علماء علم معرفت وہ شریک وراثت ہوگی بلکہ مصیبت ان دنیا کی اولاد و وارث ہوتی ہے
اور اولاد جن سے اولاد دوسری کا بعد اولاد دوسری سے دونا ہوتا ہے ایسا ہی درجہ
انبیاء میں علمای معرفت کا بعد علمای علم احکام کے بعد سے زیادہ ہوگا معط و کو
در بیان عمل بسم الرحمن الرحیم و بسم اللہ

کتاب میں ملا گانگاہ و میمان محمد قاسم خانبہاوی نصر الدین ناصر صاحب کے خدمت میں بعدہ ہم
مسنون عرض بردار تھے انکا عنایت نامہ اور یہ دس سوالوں کا استفسار جو مولوی
عبدالکریم صاحب نجابی کے جواب کیے ہوئے ہیں اور مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی عبداللہ
اوکی تصدیق فرماتے ہی کسی روز ہوتی میری پاس پہنچا کہ اگرچہ اپنی طبیعت بگانی تھی
کہ بہت شغل مشاغل ضروریہ کا جو ہم اس لئے دل لگا کر دیکھنے کی غصہ مند ملی آج ساتویں مرتبہ کو
لیکھ رہا ہوں تبسدا استفسار کو دیکھ کر بہت بیخوش ہوا انیسویں ہر قوم میں اتحاد ہی نہیں
ملتا ہے

مسلمانوں میں بہن بھتیجی بھائی اور قصہ ساری عالم میں ہوگئی ہوتی ہی شاید اس وقت
ہوں اناللہ وانا الیہ راجعون خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی سے
تاکید یہ اتفاق کہ باہنیں فرمائیں اور ترجیح و جدال کے کس طرح روکیں یا نہیں فرمائی
تو نزاع میں ہوگی ہو تو اتفاق میں ہو علم کا کم نہیں کی باعث اختلاف پیدا ہوا ہے
باعث اور اختلاف کہ اوٹھنی کی کوئی صورت نہ نکلی تبسیر خود رائی کی بہنوں پہنچ کر
تجربہ کر نیوالی بلکہ تجربہ پڑھنی والے اپنی فہم کے سپرد ہوتی تو لانا صاحب بہنوں پہنچ کر
تو ایسی وقت میں استغناء و فتویٰ کس مرض کی دوا ہے بجز اسکے کہ اختلاف سابق
میں ایک کے نتائج نکال کر اب ہر ایک اور جہت میں جدی ہوگی ہر کوئی اپنی وضع کی سنتا
مولوی کی بات اگر سنتے ہیں تو اس کا نسلی آتی دوسری کا نہیں ہے نکل گئے البتہ وقت میں
اس حدیث پر عمل کا وقت ہے ادا رہت ہوئی مصلحتاً و شغلاً مطلقاً و دنیا مآلاً
و اعجاب کل ذی راسے بدارتہ فعلیاً و عیناً صاف نفساً و روح
امر العوام و کما قال علاء دین ابی اکرم علی اوچے سوسامانی سے اب تک
مسائل ضروریہ ضروریہ میں ہی مجھ کو جواب دینی کا اتفاق نہیں ہوا یا اتنی بات کہ اگر سند
معلوم ہوتا ہے اور احباب کو واسطی و جہل تلاش ہوتی ہے اور مجھ پر کثرت شہد کہ فوت
آتی ہے تو اگر ذرا غلط استفسار کی تو بت آتی ہے تو کسی بھی جیسے تعاضات و کج

لغیر کا اتفاق ہو جائے اگر اس سے ہی احتراز ہے اولی معلوم ہوتا ہی بدایت کی
کوئی صورت نہیں البتہ غیر یہاں جو جلتے ہیں اس کے مجھ کو ان سوال کو جواب میں کہ بعض
معرض کرنا ہی دشوار ہے البتہ اس کے خاطر سے ڈرتے ڈرتے اتنا کہتا ہوں کہ میں تمام
مسائل سطویہ میں اچھا مصنف ہوں مگر ان میں مخالفت تقلید کو بھی اس زمانہ میں خالی
فتنہ انگیزی سے نہیں سمجھتا بیدری گداز اس اگرچہ اور صاحب کو مریگی کی چیزیں کیا کرو
انہی چیز سے معذور ہوں کہتا ہوں تو اور صاحب کو کی خاموشی کا اندیشہ جس سے ایک فتنہ ناز
اور آراء کا ہنگامہ ہے اور میں کہتا ہوں تو کھان علم کا لازم موجود گویری نزدیک است
کی خاموشی کو کھان کہہ سکتی ہیں اور اس کیسوی کو سکوت سے تعبیر کیسکتے ہیں بلکہ علیکم
افسوس کہ لا یشکر کہ دراصل اذ اھند بنی عمر کی موافق اور سکون دور
کہتے تو بجا ہی مولانا اس زمانہ کی ترک تقلید کو فتنہ انگیزی کہنا ایسا ہی جیسا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو بوجہ تطویل قراءۃ فشان کہنا طویل قراءۃ
فضائل یعنی ۔ ہوں اور پر آپ فشان قرآن میں بجز اس کے کہ تفرق جماعت نماز کا
نقصان طول قنوت کے نفع سے زیادہ بجا ہوا اور کیا کہتے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امور
مختلف نہیں جیسے کہ بائیں ہم کوئی تعینی ہاں نہیں کہہ سکتے ورنہ اختلاف کی نوبت ہے
کیونکہ انی اس زمانہ میں بوجہ تفرق جماعت اسلام ہو گئی جس کا نقصان تفرق نماز سے

کہیں زیادہ ہے باوجود اسکے ایسی باتوں پر اثر کیا کہ جو حقیقتہً انگیزی ہو گا جس میں معلوم
ہوئی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب قرات یعنی سبع لغات کو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے باسند علم نام شہادت اعادینت خدای تعالیٰ سے حاصل کیا تھا تو
کر دیا صحابہ نے سمجھا کہ تفرق جماعت اسلام کے نوبت سر پر آئی اگر امت کو نہ سنبھالا تو کوئی
کیا جو تباہی الغرض اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائل طول قنوت پر امت
جماعت کو مقدم کر دیا اور صحابہ نے رعایت سبع لغات سے بغاوت جماع اہل اسلام
افضل سمجھا تو یہ بوجہ عدم توقع قبول نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائل
طول قنوت عقیدان حضرت معاذ کو سمجھا کہ اس فتنہ کو دبا یا اور نہ صحابہ نے سبع
لغات کی حقیقت امت حرم کو سمجھا کہ اس فتنہ کو بچایا یا اس طرح اربع عوام کا اہتمام
توقع نہیں آج صاحبوں سے بوجہ علم البتہ توقع باقی ہے ان شبہات سے آپ مجھ میں بھی
کہیں ناکل تقلید کو کیا سمجھتا ہوں اور ذکی پر کہنی والو کو کیا اور قلدن کو کیا
جانتا ہوں اور ان کی انداز کو کیا غرض باوجود ارشاد مذکور حضرت معاذ کی فضائل کو کلی
منکر نہیں ہو سکتا بوجہ قصیر قرات میں بھی شک کی گنجائش نہیں ایسے ہی ناکل تقلید کو
بظرویت خیر اس سے زیادہ برا نہیں کہہ سکتا کہ فتنہ انگیز بنی اور اس سبب اس کی اذیت ہو
والو کو بہت برا سمجھتا ہوں باقی جو کچھ آپ نے تبیین میں لکھا ہے صحابی اس سے زیادہ اور

سے مسلمانوں کی طور پر توجہ حاکم مہربان سے اور جو محکوم اور نصرانیان یا نہ اعمال کے طور پر عورت حاکم ہوتی ہے اور خزانہ محکوم و صاحب کی ہے کہ مسلمانوں میں جو نہ کر کے مہربان سے عورت کی طرف سے کہ نہیں ہیں تو ہمارے کو اختیار طلاق ہوتا ہے عورت کو نہیں تو ہمارے خود مختار ہوتا ہے عورت نہیں ہوتی یعنی مرد کہیں اپنے جانے میں عورت کی اجازت کا محتاج نہیں عورت انبی جانے میں مرد کی اجازت کی محتاج ایک مرد عورت کا نکاح میں لاسکتا ہے عورت ایک زیادہ سے نکاح کی مجاز نہیں اور نصرانیان یا نہ اعمال کے طور پر مرد کی طرف سے بھی نہ اس کو اختیار طلاق ہے عورت خود مختار کیا فعل مختار ہوتی ہے مرد کو ایک زیادہ کی اجازت نہیں ان امور کو دیکھنے سے مسلمانوں کی طور پر خزانہ کے حکومت اور عورت کی محکوم طاهر ہوتی مرد کی وحدت اور عورت کی کثرت سے یہ بات حسیان کہ مرد محکوم نہیں اگر عورت ہی محکوم کیونکہ حاکم ایک ہوتا ہے محکوم ان محکوم البتہ متعدد ہوا کرتے ہیں چنانچہ مشاہدہ احوال اسلام و عباسیہ طاهرہ مرد کی خود مختاری اور عورت کی بے اختیاری تو مرد کو تو جانتا ہے کہ عورت مرد و محکوم عورت درست نہیں ہو سکتی مرد کی طرف طلاق کا ہونا اور عورت کی طرف سے ہونا اسباب پر مشاہدہ کہ مرد و صاحب رعیت اور عورت بخل رعیت اخیری اختیار صاحب رعیت کو یہ نسبت رعیت حاصل ہوا کرتا ہے جو صاحب رعیت ہی رعیت کو اپنی مکانی یا مکروری علی ہذا القیاس یا فاکو یہ نسبت تو کر اور مالک کو یہ نسبت غلام

کیا عرض کروں مہربانی یاں ایک ایک ہی ہوتی ہیں اسلئے ہر گناہ سے معذور ہونے کو العبد بسم الله الرحمن الرحيم محمد قاسم
برادر کرم السلام علیکم و عہدنا ختمہ بین اعتراض باوریاں تو قوم تہا گلو میں بیوچا ہوا
مگر بیوچا نکاح صاحب زادہ مولانا و ان احباب کا عہد ہوا و ان تو اسلئے جواب کا موقع نہ
نافوۃ اگرچہ ایک بکھراوا نہ کیا تہا اگر فیہر بندہ دن کے ہوتی ہوگی ایک رسیکے پتھر
بشاید ضرورت نہ بھی ہو ورنہ پیری اتھال کے کہ بیوچا ہوا اس خیال سے کہ عورت بخل
بکھرا ہوا نہیں ہے محکوم کو نکھانا اسباب غرضہ میں سے ہے اور کثرت حکام موجب ذلت
میں سے بادشاہ کی نسبت سب محکوم میں وہ سب میں مغز ہوتا ہی اور رعیت کے حق میں
جو کبیرا و کٹر سبیل سے لیکر بادشاہ اور لائے تک سب کا ہوتے ہیں وہ سب فی لیل
سجے جاتے ہیں اس صورت میں اگر کسی ملازم کو بیچ کے عہدہ سے ہٹا دے تو گریزی
اور سلطنت تک بیوچا دین تو بہر نسبت میں بوجہ افزائش حکومت و کثرت رعیت
عزت کو ختم ہوگی اور اگر سلطان وقت کو گستاخی گستاخے تو عام الناس رعیت بن
داخل کر دیں تو ہر تزلزل میں بوجہ نقصان حکومت و کمی رعیت ذلت و خوار کیا و رادتی
اگر غرض رعیت کے حاکم بہت ہوتے ہیں اور بادشاہ کی محکوم زیادہ ہوتے ہیں وہ سب
زیادہ مغز بہت ہیں زیادہ ذلیل ہوتے ہیں بیٹھنوں و لیدر تیرید نشین ہو چکا تو

یہ اختیار ہوتا ہے سولی جب چاہی غلام کو آزاد کر دی پر غلام بطور خود آزاد نہیں ہو سکتا
بادشاہ جو وقت اور جیسے چاہی نوکر کو موقوف کر دی پھر کہے قبول استغفار نوکر کی نہیں چوڑ
رہا پھر دلیل خریداری ہے جس سے ایک تہ ذریعہ تسلیم کرنا ضرور ہوتا ہے ان اتنی بات ہے
کہ جسے بیٹے اقربا کی خریداری کے بعد ادا کیے کا اختیار نہیں رہتا ایسے ہی بعد خریداری زوجہ
زوجه کو ادا کیے کا اختیار نہیں رہتا جیسے چہت کی لڑکی کو باوجود چہت میں لگی رہی بیعت
نہیں کر سکتا ایسے ہی زوجہ کو باوجود زوجہ ہو چکی ہے نہیں کر سکتا البتہ زوجہ نہایت چاہ
جدی جدی ہے چہت کی لڑکی کو قبل انصال تسلیم نہیں کر سکتا پر بیعت کر لی تو کو کر کر لی بیٹے
اقربا ملوک ہوتی ہے آزاد ہو جاتے ہیں پر بیعت کچھ تو کسکو کچھ تھی اور زوجہ کی بیعت کا منع دی
امر ہے جو انے تعدد ازواج اور سب انصال نکاح وقت عدت سے اوکی اطلاع و نظری تو
کسے بشاہوت جملہ نساء کے حروف لکھ کر مقصود اصلی عورتوں سے اولاد کی صورت تعدد
ازواج و اجتماع چند شوہر اشتراک اولاد لازم آئیگا اور تقسیم کے کوئی صورت نہ نکلی گی کیونکہ
اول نو بیہ ضرور نہیں کہ تعدد ازواج ہی اولاد ہو اور یہی توسیع شکل و صورت و نہایت
و مزاج و سیرت میں یکساں ہون و دوسری اولاد کی تقسیم جب ہو سکی جبکہ چہت کی تقسیم
ہو سکے وہ ممکن نہیں بہ کیونکہ اگر تعدد ازواج کی صورت میں جیسی بیہ شواہری ہے وقت
عدت نکاح کیا جائی تو حجب بھی ہی احتمال اشتراک سے کیونکہ وہ بقیہ عدت بھی ہے

کیسے کہ مل میں کیا کا نقطہ شریک نہو چاہی اگر بڑا طلاق و موت غاوند و سرون سے
نکاح کی اجازت ہو تو ہو سکتا ہے کہ ایک ساعت بیشتر پہلی شوہر سے اتفاق جماعت ہو اور
اولاد کا نقطہ حزن میں نہلا ہو اور دوسری ساعت میں شوہر ثانی سے اتفاق ہو اور
نقطہ قرار پائی اسلئے اس عورت کی عدت جسکو نکاح وقت یا موت شوہر پہلے معلوم ہو اور
یا اثنا عدت میں عمل ظاہر ہو جائی فقط وضع عمل مقرر ہوئی خواہ ایک ساعت بعد اتفاق ہو
یادت دارا کے بعد اور اس تقریر میں پہلی معلوم ہو سکتا ہے کہ متعلا و نکاح موقت بھی
جائز نہیں ہو سکی کیونکہ اس صورت میں عورت مدت معینہ کے لئے اجبر ہوگی جو جیسی بعد
انقسام مدت ابارہ اور اجبر و نکود و سرون کے عقد ابارہ کا اختیار ہوتا ہے ایسی ہی جو
انقضاء مدت متعلا و نکاح او سکو اختیار ہو گا چنانچہ مجوز ان متعلا و نکاح موقت کے
تزو یک متعلا و نکاح موقت میں عدت کا نہو نا ہی اس پر شاہد ہے مگر اس صورت میں
و صورت نکاح مجبور انقضاء مدت متعلا و نکاح موقت وہی امکان قربت زوجین
ایک دو ساعت کس پیش میں لازم آئیگا جس سے احتمال احتمال طاعتین اور اشتراک
نسب کا بھکا پیدا ہو گا اگر حجب وجہ نہایت تعدد شوہر و نکاح وقت عدت احتمال
اشتراک نسب تو بیع زوجہ کی سیدر ح صحیح نہیں ہو سکتی و نہ بیع جیسے اوپر جو
مشترک اختیار نہر ہوتا ہے اس طرح مشتری زوجہ کو ہی زوجہ بقرہ کا اعتبار

ہوگا اور صورت میں یہ ممکن ہوگا کہ ایک ساعت پیشتر بیع سے رُوح اول سے سبائے شرک
انفاق ہو اور ایک ساعت بعد بیع سے شوہر نائی کو اتفاق قربت ہو اور دونوں کا نطفہ
مشترک ہو جائے اور اشتراک نسلیہ راختلاط ولدیہ لازم آئی بالجمہیر و دلیل برادر ہے
جس سے زوجہ کا ملک ہونا ثابت ہو بلکہ یہ باوجود ملکیت اوس کا بیع نہ کر سکتا ایک
خارج کی باعث ہے مقتضاً اصل عقد نہیں اس تقریر سے زنان اہل اسلام کا محکوم شوہر
ہونا تو جو بڑے عظام ہو گیا زنان نصرانیان زمانہ حال کا کہ ہونا یہی ہے یعنی مرد و طلاق وغیرہ
اور نہ کوئی کہ ہونا اس امر کے لئے تو دلیل ملے کہ وہ محکوم شوہر نہیں پر اُن کے حاکم ہو سکتے
اتنی بات ہی کافی ہے کہ اگر اتفاق مفارقت بوجہ ناخوشی ہو جائے عورت کہیں بھی رہ سکتی
خراج سلطانی شوہر کے ذمہ رہے مگر یہ کہ پہونچا اندر ہوگا اور ہونا جس میں معاشرت نصرانیان
زمانہ حال کو دیکھتے تو حیدر مرد و عورتی دوسرے ملاقات زنان ہے اور قدر عورتی ذمہ لہذا
مراج مردان نہیں اگر کوئی کہتی کہ نصرانیان زمانہ حال بوجہ کمال شغف زوجہ کو شل اولاد
بھیجتے ہیں تو اوس کا جواب یہ کہ بجا پر اولاد مندرجہ حکومت ہی حاصل ہوتا ہے عورتوں پر
حکومت کا نہ ہوا اس پر شاہد ہے کہ نصرانیان زمانہ حال اپنی اولاد کو اپنی اولاد ہی ہی زیادہ
بھیجتے ہیں اور وہ زیادتی یہی ہے کہ اولاد محکوم ہی ہوتی ہے راج محکوم کو کیا اولاد حاکم کو
بدلی کر دینا ہون بوجہ کمال حسن و جمال جو بیعت میں کیا ہوتی ہیں اور اہل محبت عاتقی یہ بیعت

اسد بک اہل حکومت میں سے ہی بالحد زنان اہل اسلام اپنی شوہر کو ملک حاکم میں اور زنان نصرانیان
زمانہ حال کے بغاوت و نائی حاکم اور ظالم ہے کہ نسبت میں جو کہ ہوگا انعام و اکرام ہوگا سو حکام کی زیادہ
تو انعام و اکرام کی اقسام میں سے ہوتی نہیں سکتے البتہ محکوم کی اکثر اقسام انعام و اکرام ہی
اس محمودان اہل اسلام کو تو بالضرور چاہئے زیادہ پر حکومت ملے گی اور زنان اہل اسلام پر
ایک شوہر سے زیادہ کوئی حاکم نہ ہوگا پر نصرانیان زمانہ حال کے حق میں بعض محال اگر غیر
نصیب ہو ہی تو معاملہ بالعکس ہوگا عورت کی لئے ایک شوہر سے زیادہ بیعت سے شوہر کو
ملے گی اور مردوں پر ایک عورت سے زیادہ اور کوئی عورت حاکم نہ ہوگی اور اگر بالفرض والہذا
مسلمانوں کی سامنی نصرانیان زمانہ حال بوجہ شرم و خجالت عورت کی حکومت اور مردوں کی
حکومت میں کوئی گفتگو کریں یا انکار کریں نہیں تو اس کا جواب کہ حاکم نہیں تو حکومت ہی نہیں
محکوم ہونے میں ہر گز خیال و فردن نہیں ہیں مرد و زن ایک نہ رہ سکتے ہیں مثلاً کوئی
— و نعمار ہوگی جو بیسی لذت کھائے اور شربت پاکیزہ کھائے اور عیدہ پوتا لکین اور عیدہ سواران کو
بکثرت عنایت ہوگی ایسی ہی یہ لذت کے سامان ہی زنان نصرانیان زمانہ حال کو بظہر
میر انگلی اور اس بات میں مرد و زن دونوں برابر پیشگی کہونکہ حبیبی عورت مرد کی
سامان لذت و راحت ہے ایسی ہی مرد و عورت کے سامان لذت و راحت ہے ہاں یہ
عذر کریں تو یہی کہ ہم جنسیت ہی نصیب نہ ہوگی باقی یہ عذر کہ جنسیت میں یہاں ہی ہے

وہاں انصاف ہے اگر اعتقاد نہ ہو تو مجھ کی لکھی گئی مسمیٰ ہے ایسا پھر جو ہم بلائی ہو سکتے ہیں، یہ سب
اگر حال شرعی ہو تا تو نہ وعدہ انعام کی کوئی صورت تھی نہ وعید عذاب کی کوئی شکل اس صورت
خواہ خواہ وہ بدنامناظر لگا کر کارکنان لداؤ نہ تیا کیے جو باعتقاد خود حسب فرمان واجب الاداء
حضرت خاں جو تھے بنی افغانی قسم کی لکھن بکلاؤسی پھر حضرت بن عطاء ہوں بالحوالہ نصرتیان
نہا نہ حال مسلمانوں کی سامنی اس مقدس دین میں ہم نہیں ماسکتے مان اگر تبعان تعلیم عیسوی بکنا
ایسا نہیں اور جو پھر تحریف متبائع ہوگی اگر کوئی تھی تو مضائقہ نہ تھا مگر ان کی افکار حکومت
زمان سے حکومتی شرعی نہ تھا پھر جو جہاد و مشرب معترض ہیں ہو سکتے والدہ اعلیٰ العصور
وہ شخص مال رحم قسمی اللہ العزیز العزیز محمد و حوزہ اراستہ گن
جناب مزار اصحاب السلام علیکم بندہ کمترین اور میری متعلقین فلا شکرت حضرت
سے میں ایک احمد کی والدہ کہ تھیں سکندری الد سے امید ہے جلد ہی جہاں احمد کو دیو بند
بھیج دیا ہے خدا جانے کیا کرے گا یہی جیسے خیال آتا ہے کہ وہ کہلا کر پانی والی کالٹنٹ خصل
اس پر ادب کمترین مانع تا وہ ادب نوایکس سی ہو جائے ہے اور جیسا کہ کیفیت اخیر تحصیل کیا
تو امید ہو جائے ہے جہاں پہنچے وہاں امید و ازبوں اپنا اہل حال تو ہو کر آج انوسوی
ذی الحجہ روز شنبہ ہی صبح چھی رساں آیا اپکا عنایت نامہ لایا کہو لکھو کہ تو سارے
سکے کٹ ہی کٹے کسی روز انشاء اللہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کجا تک با فضل تو آپ کے

عنایات کا شکر ادا کرتا ہوں اور یہ عرض کرتا ہوں ذوق طبیعت کا آپ کی دیباچہ آتا
تو ہی خوش ہوئے شکر خدا ہی سے نکلتا ہے آپ کی صنعت و ناتوانی کو خیال کرتا ہوں تو ڈرتا
ہوں میں ہی کتنا ہوں دیکھی انجام دیتا ہے زیادہ کاوش ریاضت سے نیک کبھی تو آپ کی بہت
اسید بولتے ہیں یہ کچھ مجاہدہ میں اسید و خون میں اور ذوق نہیں تو دل ناکش کس صاحب
کچھ حصول نہیں ریاضت جس میں محک ہو جیسا کہ غلبہ لہذاں دل سے پار سلوک کیا کھچے نہ
جین نہ تعلق نہیں آپ کی بہت سیر کام کرتی ہے ورنہ جبران بول اندیشہ زوج برار اسباب
کہہ رہی ہیں کام کیا جائی خبر جو ملیا سو ملیا آئندہ کی لیے وقت مصیبت بہرہ و اعجاز ادا کر گئی
اللہم انی ضعیف فقو فی فرضاک اپنی ضعف و ناتوانی خدایک امداد کا سہارا ہو تو
کام لے رہے ورنہ بیوقوفین جان کنندن بود فرما صاحب بزرگوئی تصدق سے اصل
نسبت اور ایک کم کا ذوق آپ کو میرا کیا خدا کا شکر ادا کیجئے اور اسکی ترقی اور بقا کی
الحاجت کیجئے اللہم انی اعوذ بک من الخور بعد الذکور اور اللہ عزوجل کا استقص
و حال کی قربت پر لکھنے یا وہ کیا عرض کیجئے ان پہ خطوط کا ذکر جو اب عرض کرتا ہوں رونا
کہی دیتا ہوں کہ مولوی فخر الحسن صاحب سے کچھ خط وصول نہیں ہوا و خطا و غلطی سے پہلے اللہ
ڈاک میں آئی تھی جس سے مولوی فخر الحسن صاحب کے متعلق جتنا مضمون تھا اور کئی تفصیل
اول تو بند اندہ خطوط کی طرح لکھے تھے نہ پانچ آپ کے خط میں بھی سید گندہ انداز لکھی تھی

بر تقدیر سے وہ خط نہ پہنچا اسکے بعد وہ خود لکھے جو کہ کتنا ہمارا کربا ہوا تھا فخر عرض کیا گیا اگر
اتفاقات تقدیر سے اونہیں ایام میں مولوی عبدالرحمن صاحب ہی کسی ضرورت میں آپ سے پہلے
مولوی رشید احمد صاحب اس باب میں کچھ لکھ کر لکھ رہے مولوی فخر الحسن صاحب ہی
بولتی ہے جبکہ انجام ہوا کہ اپنی مافی بہت پر گزرتی تھی اس پر ہی مولوی فخر الحسن صاحب
عرض کر دیتا تھا کہ محبت و تعظیم سے بھارتین جو پیش رو ہیں یہی چلے جانا کاش کوئی اتفاق
کی صورت نکل آئے ورنہ اب تو ایک ہی کا فکر و حال جان رہیگا یہ وہ کا فکر سنا گیا آپ
مضمون مال ارام عرض کرنا ہوں علی حرام کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ملک ہی میں رہے
دوسری یہ کہ ملک تو ہو جائے مگر قریب کسی کشت سار گاہ جائی پہلی صورت میں تو
بشرط امکان واپس کرنا اصل مالک کی طرف مندرجہ او واپس کرنا طاقت بشری سے
خارج ہو تو تصدق لازم ہے ہر کسی کو دینی ایسے اموال کے مصرف وہ لوگ ہیں جنکو
مرد و املا ہے وہ کوں ہیں کچھ جان لب پر آجائی نہ کہ تین تو مرد جائین او دوسری
صورت میں نامقد و فسخ معاملہ مندرجہ ورنہ بائع اور مشتری اور اجیر اور مستاجر و دو
کتبہ جو کئی فسخ معاملہ کے سوجہ ہیں کہ یہ صورت معاملات فاسدہ ہیں میں ہوا کرتی
اور فسخ معاملہ دشوار ہو تو آپ کا بنا مینا تو ناجائز ہی ہے — ناجا تصدق ہی لازم
اپنی خیال میں تو یہ ہے کہ قسم میں و تلافی نہ نہیں جتنا قسم اول میں تھا لکھ

معادہ امتیاز، نافذ اور اغذیہ مغذیہ بن کر باعث خیر بداری اگر خیال انسان ہی تو پر چری
 اوپر پس ہی وہی سبب سے جیسا انسان کی حیات میں خاک اور مہول اس صورت خواہ مخواہ
 بات کا اقرار لازم ہے کہ اموال و فہم جسم میں لحاظ روحانی ضروری ہوگا اور کیون نہ صرف کہ
 بدن مرکب روح اصل ہے بدن تابع تسبیح اغذیہ اور یاس و شراب وغیرہ مغذیات نہیں
 تقویت بدن یا حفظ بدن کے سوا تغیر مزاج روحانی میں ملاحت مشہور ذاتی بات تو
 کیا اظہار ہے کہ ان کشتیاں سے لوت یا المرد و کھوکھلا حاصل ہوتا ہے بہ تغیر احوال نہیں تو او کیا
 اسی قیاس پر احوال تک بد کو غذا وغیرہ امتیاز کیساتھ بر لوٹ بھیجی ہی وجہ ہوئی درست
 غذائیں اور بہت لباس حرام ہوگئی اتنا فرق ہے کہ بعض امتیاز سے کہ جن میں مغذیہ
 ہیں بعض بعض حق میں مغذی بعض حق میں غیر مغذی اور اس کے حق میں مال ہوگی دوسری قسم
 جتنے حق میں — نافع میں مغذی نہیں مال ہوگی جتنے حق میں — مغذی نافع نہیں ہوگی
 حق میں مال ہوگی ہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ضرورتیہ کفایت حق میں مال سمجھ گئے اہل علم
 نے مال سمجھ گئے اگر کفار باہم معادہ امتیاز — مذکورہ کرین تو انشان یعنی قیمت میں تغیر
 ماکانہ اور کمزور ہوگا اور اونکا دینا اور دینی حق میں موجب ہو جائیگا اہل اسلام اگر
 معادہ کرین تو قیمت میں تغیر ماکانہ بائع کو درست ہوگا اور اونکا دینا اور دینی حق میں
 موجب ملک ہوگا وجہ فرق یہ ہے کہ مزاج انسانی کے لئے جو ایک صفت روحانی ہے

۱۰۷
 معادہ ہو سکے تو یہی کفر ضروری نہیں کہ کسی جان بپ کی کو تلاش کرے کہ وہ جس کے جانتا ہو
 دیکھ لو گناہ میں ہے بریقتا نہیں کہ کس شادی کی کتاب میں اس کے مخالف نکالے کہ مجرب
 بر خیال اپنے کہ ان ملک موجود دو سر کو دینی تو جانتا ہے کہ سبب امتیاز نہیں تو پر ہم
 سکین جانتا ہے کہ وہ دینی کے کہنی کو چاہتا ہے تفصیل اس اجمال کے بہرہ کی مال غضب
 و شہوت و قیمت مستہ و خون ورن و مردار و دمر و خنزیر و اجرت معاشی مثل اجرت نماز
 نوازی و اجرت فوجہ گری و اجرت زنا وغیرہ ملک نہیں ہوتی مال غضبے کسور رشوت کا
 ملک نہ ہوتا تو آپ کے نزدیک ہی مسلم ہوگا اسکے ملک ہو سکے کہ کوئی وجہ استحقاق مقصور
 ثبات اموال یا قیدین شاید مرد و مواسلے عرض رسان ہوں کہ بیع میں مبادلہ المال بالمال التام
 و بالاختیار ہوتا ہے اور اجارہ میں مبادلہ المال بالمانع اس طرح ہوتا ہے کہ مال و شے کو
 کہتے ہیں جس کے طرف طبع سلیبہ بالطبع یا بل ہوں ورنہ مال نہیں و بال ہے مثال کی ضرورت
 تو اس قصہ کو ایسا سمجھ جیسے اپون کو اپنی کہانہ پہلے میں اور جتنے طبیعت میں حالت
 اعتدال سے اعراض آجاتا ہے اور کموائفون اور کمکواو شے میں فراڈ جاتے ہے ایسی ہی اہل
 طبائع سلیکے کو تو وہ امتیاز مرغوب ہوتی میں جن میں منافع روحانی مواسطہ یا مواسطہ
 اروا کو نظر میں کیونکہ میلان کے لئے منافع شرعی میں غیر نافع یا معکر کثیف یا وجود علم
 حقیقت تسلان محال ہے اور بہر منافع میں ہی لحاظ اصل و متبرع ضرورتیہ چری و پس

قوة علیہ کی ضرورت قود علیہ کی حاجت جیسا کہ اجازت مطلوب قود علیہ نہ تو
 کا بیسہ خدا کو خدا اور خود کو بندہ سمجھتی قود علیہ نہ تو کو نہ کر دل سے عرض نیا کر رہی نہ ہے
 کس طرح قدرت بجلالاتی غیر یعنی شہر سے قود علیہ کا نقصان ایمان وغیرہ مختصرت
 قود علیہ میں فتور علی بن القیاس اگر اجازت باطن نہ تو نجاست باطن ہوا اور مصروف
 میں موافق قاعدہ مقررہ حبیبی اصل و سی ہی نسبت یا تخم و سیاہی پل یہاں ہی کیفیات
 قلبیہ پیدا وافر عدل میں ناپاک ہون اور قابل قبول درگاہ قود سی ہون لسی ہی ناپاک
 لازم ہے کہ خدا سے شرمائی اگر نہ شرمائی تو یوں کہ خدا کو مثل جادات زمین و آسمان
 در و دیوار سمجھتا ہے کہ سیرت نہیں شرماتا خدا کو مستحق توبہ سمجھتا ہے پرا و سکولیم
 و خیر سمجھتا ہے یعنی نہیں سمجھتا جو اس سے شرم کی توبہ آئی اول صورت میں خدا کا معبود
 ہونا غلط ہو جائیگا سبب توبہ میں کہ معبود ہونیکے لئے عطرہ لازم ہے اور یہاں اور سکولیم
 و نشان نہیں دوسری صورت میں اگر حبیبی ہو غفلت ہوگی گروئی نہ ہوگی جتنی خدا کو اور دیکھ
 ہونی چاہئے وہ کہ سقد ہے جس قدر آفتاب کو نورانیت میں اور کو اکب پر ہی یعنی جیب
 اس بات کو تسلیم کیا کہ نور و کو اکب نور آفتاب سے مستفاد ہے تو یوں کہ ہوا کہ میں
 اس ستارہ کو کا نور ہے وہاں نور آفتاب ہی ہے ایسے ہی جیسا کہ اس بات کو مانا کہ ہم میں جو
 کمال ہے وجود ہے یا اوصاف وجود مثل سمع بصر علم قدرت وہ منجہ ابی کا قیاس ہے

تو یہاں چہاں جاری سمع بصر علم قدرت ہوگی وہاں وہاں خدا کی علم و سمع و بصر
 قدرت کا اقتراز ہی لازم ہوگا جس سے خدا کا اپنی نسبت علم و خیر سمیع و بصر جو مانا
 مانا ہوگا اسطرح اور محرمات کی وجہ حرمت نکل سکتے ہیں مگر جب ہمہ ناظر کیا جا
 کہ بعض شہید مذکورہ اصل ایمان کی برکات میں اور بعض اشیا فقط او سکلی تفرعات
 یعنی شایع و برگ کو مفرج ہی جسے او سکلیکا جو لازم آتا ہے زوال اصل لازم نہیں آتا
 تو ان اشیا کی حرمت اور احکام حرمت میں تفاوت ماننا ہوگا مگر خیر و مریت
 تو اصل ایمان مطلوب کو مفرج نہیں مگر سے فہم و علم کا زوال لازم آتا ہے جس پر حصول ایمان
 موقوف ہے کون نہیں جانتا کہ بے فہم و عقل لا الہ الا اللہ وغیرہ کا اعتقاد تصور نہیں
 اور قلب پاک ہے اگرچہ ایمان اسطرح تصور ہے جیسے جسم ناپاک ہے یعنی بے فہم و عقل
 اور ارکان نماز کو جیسے نماز بے ہلارت کہتی کو اگرچہ نماز ہے نماز مطلوب نہیں لسی
 ایمان قلب ناپاک اگرچہ برائے نام ایمان ہے پر ایمان مطلوب نہیں مگر جیسے شہر خیر
 کیفیت شکر روح پر طاری ہوتا ہے حالانکہ شہر برافضل سماں ہے شراب جزو
 ہوتی ہے تو جزو بدن ہوتی ہے جزو روح نہیں ہوتی داخل اگر ہوتی ہے تو جسم میں داخل
 ہوتی ہے روح میں داخل نہیں ہوتی ایسی ہی میت اور خیر کا کہا نا اگرچہ فعل سماں
 ہے گوشت میت و خیر جزو ہوتا ہے تو جسم بدن ہوتا ہے داخل اگر ہوتا ہے

تو قلب میں دھن داخل ہوتا ہے روح کو ان باتوں سے سروکار نہیں کرنا وجود اسکے ایک طرح کی نجاست مثل نکر روح پر عارض ہوتا ہے اور کیفیت ایمانی کو خراب کر دیتی غرض ہوجہ پر و منزل قسم کی کشیدار تو سرحد ایشے خارج ہوجاتی ہیں اور اس جہ اونچی بیع منعقد نہیں ہو سکتے جو حصول ملک قبضہ منقولہ و موروہ و اشتیاء نفس منک ہوں کہ اوسنی اصل و معدن ایمان میں فرق و تعلق آئی نہ محل و قابل ایمان نہ خرابی واقع ہو بلکہ اثرات ایمان میں فساد و آجائی تو او کو کوئی نہیں کہہ سکتے کہ وہ اشتیاء و حصول ملک سے خارج ہو گئیں ان ہوجہ نقصان نہ کر اور نہ کہنا حرام ہوجا جیسا براہِ طرح اوسنی شفع ہونا حرام نہ ہوگا اور اسلئے اونکی بیع و شرکاء جائز ہوگی اور انفعاض بیع منظور ہوگا جس سے حصول ملک زیر تمینہ لازم آئیگا سگان شکار کی بیع و شرکاء کی اجازت کی ہے وجہ ہے کہ اونکی کہانے سے فقط اندیشہ حصول اخلاق نکلا تب اگر اخلاق سگان نہ اصل ایمان کے معارض ہیں نہ محل ایمانی مفید کون نہیں جاتا کیجیے نور کے لئے آفتاب منبع ہے ایسے ہی اعتقاد ایمانی کے لئے قوتہ علمی یعنی عقل منبع ہے اور جیسے نور آفتاب کے لئے اندیشہ قابل ہے ایسے ہی اعتقاد بات کے لئے قوتہ عملیہ یعنی قلب میں انقلاب اور تبدل کیفیات رہتا ہے محل قابل منبع کی خرابی اور محل کا فساد دونوں تابع اور ممال کے خرابی کے باعث ہوتی ہیں آفتاب اگر منکسف ہوجاتا

یا آئینہ کی طرح بیکار یا اوسمن مودہ پڑ جائی دونوں طرح نور آئینہ میں تصور آئیگا ان اگر گروہ و فساد آئینہ کو آدہائی اور اس وجہ سے آئینہ بیکار ہوجائی تو یہ بیکاری اگر چہ خارج کار ہے مگر ایسی بی بیج جس سے اسید کا رشتہ ہوجاے رہی بہرہ بان کہ کہانے میں سگ و تحوک و دونوں برابر ہے اگر اور استعمال میں ہیں تحوک و سگ برابر رہتے تو کیا حیات باہر سے کتنی سے شکار کرنا موجب حدوث اطلاق سگان نہیں ایسے ہی اگر نہ کو نکھانے اور کسی اور طرح استعمال کرنے تو ناپاکی خلیک اندیشہ نہ تھا جو طرح استعمال ہی کہانی کی طرح حرام ہی رہا اور اسوجہ سے اجازت بیع و شرکاء نہ ہوئی اور ضرورت وقوع اسکو موجب کینہ نہ تھا اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ سورے اور کوئی شفع متعلق ہی نہیں چنانچہ خطا ہے وزنہ اور بی سکون نہ سوچتی تو اگر نہ زکوٰۃ و زور و جہتی ایک سے اس سے استعمال کرتے کرتے گردن لگتے دوسری ناپاکی ایسی مستفیدہ کہ اول جسم ہی پر عارض ہوتی ہے اور اسکے واسطے سے روح میں خباثت آجاتی ہے اور اخلاق وغیرہ ایسی کیفیات ہیں کہ اونکا مولد اول گوہر تو روح ہے جسم اس باب میں فقط سفیر محض ہے نجاست میں جسم کا توسط ایسا ہے جیسا کہنے کا توسط حرکت حاکم کہنے اور اخلاق میں جسم کا توسط ایسا ہے جیسا شکیک کا توسط نگاہ کے لئے وہان تو کشتی اور تحریک ہوتی ہے ہزاروں کے حرکت جس کا تحریک اور بیان نگاہی و کہتی ہے جیسا کہ بی بی کہتی

دی ہو تا ہے جو اشیاء نافعہ کا مالک ہو کوئی نہیں جانتا جو کوئی کمال کا ہے ہی اوسکے
منافع سوا کمال کا ہے ہی معصیت کی بات اوس کو دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ بدن
انسانی ملک انسان نہیں اس کہنے سے غرض ہے کہ کسے و سراسر کا اختیار نہیں اسکا
اختیار مالک تحقیقی یعنی خداوند مالک الملک کے بدن میں نہیں بلکہ مخلوقات اوسکا ملک
انسان کے پاس فقط مستعار ہے اسکو دنیا ہی اختیار ہے جتنا مستعیر کو ہوتا ہے
یعنی بقدر اجازت معترف کا اختیار ہے سو معاصی میں غفلت کرنا اختیار نہیں ہے
جو انکی سیج کا اجارہ معاصی کا اختیار ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ منافع کے منافع ہونے
میں فقط جسم ہی کا لحاظ نہیں اگر ہے تو روح کا لحاظ ہے وجہ اسکی وہی بالبدن و غیرہ
ہے خادم اور نوکر کو کام کو نہیں رضا آقا کا خیال فروج ہے انہی رضا کے کام
نہیں چلتا اور یہ تو منافع میں نفع روح پر نظر کرنی چاہئے نفع جسم پر نظر یہاں ہے
جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اور کہنے خدا تعالیٰ نے انہیں چیزوں سے
منع کیا ہے جو روح انسانی کو مضربین وہ مسقرہ اصل میں اول روح ہی کو پہنچائی
جیسے زنا اور شہ خمر میں یا بواسطہ بدن جیسے زہر کہ کہانے میں ہم کراہ ہو جانا
لازم ہے یا یوں کہ روح کے قابو آد سکا نظمی ناصر و ہے بہر حال روح کا بیکار
پارچا نا اور بے سامان ہو جانا لازم آتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی بیکاری اور بے

۱۱۳
ایسے ہی نجاست تو اول جسم پر عارض ہونے چاہئے ظاہر ہے انکی بعد ارواح پر نجاست
ارواح نجاست عارض ہونے ہے اور اخلاق اول ہی ارواح میں پیدا ہونے میں یہ نہیں کمال
جسم میں اخلاق پیدا ہونے ہوں اوسکے بعد ارواح کے نہ ہونے یعنی ہونے سے نجاست اصل
میں منجسب مانے ہے اسلئے ارواح کو اوسکے حصول میں احتیاج جسم ضروری اور اخلاق اصل میں
صفات روحانی ہیں اور جسم روح کی چیزین قابل اجرا جسم ہی روح کے لئے برا جسم ہی روح
کے لئے حرج انسان ہی روح انسان کے لئے حادث ہے اور جسم ہی روح کی کلاں اور
مرور حکم اوسکے اخلاق لازم اس فرض کے سمجھ لینے کے بعد یہ بات خود ظاہر ہوگئی ہو
کہ خسر کا اگر اوسے طرح ہی استعمال کریں تب بھی اسی جسم سے غریب اتصال لازم تھا انکو
استغناء اور استعمال ہے اسکے معنوں میں یا اور غریب اتصال کی صورت میں وہی خلق نجاست
جو کہ لازم ہی جسے خود جسم کا تغیر اور اوسکے واسطے روح کا تغیر لازم تھا انقضہ
جو چیزین ایمانی معارض ہوں یا محل ایمانی مقصد ہوں وہ تو مال ہی نہیں یہی جو کوئی کو
اور وہ اشیاء ملک ہوں تو کہ طرح ہوں اسلئے ایسی اشیاء ملک ہو کہ یہ باطل کہنے
کیونکہ باطل اوس شے کو کہتے ہیں جسکے لئے تحقق اور وجود نہ ہو علی الذی القیاس اولیٰ الخ
کو نہیں منفعت از قسم معصیت خداوندی ہو یا معصیت تو نہیں ہونے نافعہ ہی ملک
اجازات باطلہ یعنی ملک نہیں کی صورت میں تو تحقیق سال خود ظاہر ہے منافع کا مالک
ہی کوئی

5-

اوس تصدق کا ثواب تصدق کرنا تو کو ملے گا نہیں تو دینی والی کئے حق میں یہ تصدق فقط رافع عذاب ہوگا موجب ثواب نہ سمجھا جائیگا جسے اصل مالک اؤنکی ثواب کی ہوا بوجہ فقدان نیت کوئی صورت نہیں ہاں جس کسی کہ کسی کا نقصان جو جانور کر جاتے ہیں اوس کا کس کسفیہ راستے دوا دیتے ہیں کہ آخر امانا تو مزاج خود ہی بھی ہوئے ہے کہ جانور وکی حفاظت نہ کیجئے تو پھر نقصان ضرور ہے اور یہی حفاظت قرار دے لی ایسی ہی بہانہ ہوں سمجھئے کہ اصل مالک نے جسے مال سے حبر کر لیا تو اوس سے بغیر ہی آپ لازم آئے جس سے درد ہو گئی گنجائش دست ملاز می نظر آئے ہے اور ثواب کی صورت نکل آتی ہے اسلئے کہ قوت دو حال سے خالی نہیں بانو کہ لینے والا کو نوا بحت کی نیت کر لی یا آخر د کا دعوی رکھا اگر ا بحت کی ضمان لی تب تو ثواب قرار ہے ہو چکا ورنہ دعوی آخرت تھا تو ہاں باقر کے نیچ پر غرض دلائل کے وجہ سے یہ کہ مال دنیا وہیں کہنے سے پیدا کیا گیا ہے غرض اصلی اس مال سے امداد عبادت جیسے گھاس دانے سے غرض اصلی امداد سوار کا بہر حال نوا کیا ہونا مسلم ہاں اتنی بات بھی مسلم کہ اگر نیت تصدق ہوتی تو صدقہ میں نفاست بڑھ جاتے اور اسلئے قیمت ثواب ہی زیادہ ہو جاتی اموال غیر ملوکہ کی متعلق جو تحقیقات نہیں اون سے تو فراغت ہو چکی ایمان کا مال ہی سنئے جو ملوکہ تو ہیں جزا ثبات تہر لایا ہے بیع فاسد اور اجارہ فاسد بعد قبض موجب ملک ہو جاتی ہیں

باقبل قبضہ میں بیع واجارہ صحیح استحقاق مقابلہ نہیں بغیر اسکی تحقیق معنی بیع فاسدا و
 اجارہ فاسد پر موقوف ہے بیع فاسدا و اجارہ فاسد میں بیع صحیح اور اجارہ صحیح طر فین
 میں اموال یعنی مذکور ہوئے ہیں اور طرفین کے ملکوت ہوئے ہیں نہ مال مغضوب ہوئے
 نہ ایسی چیز جو حق ہے جسکی طرف میلان طلبائع سلیر نہ وہاں نہ تافرق ہو بلکہ کوئی بیع
 باطل با اجارہ باطل ساتھ لگا ہوا ہو تا ہے غرض ایک بیع تحقیق یا اجارہ تحقیق ہوتا ہے
 اور اس کے ساتھ بیع باطل با اجارہ باطل لگا ہوا ہو تا ہے مثلاً سودی بیع یا غرض ہو تو
 اصل کے حساب میں جو کہ دیا جائیگا وہ تو اصل کے مقابلہ میں صحیح جائیگا اور اس قدر
 کی بیع کو بیع واقعی کہنا چاہیگا کیونکہ ساری ارکان کے موجود ہر بی بیع نہوا اسکے
 کیا معنی ہے اگر کہہ یا مکان یا کہانے یا مسجد کے ساری ارکان یعنی اجزا ضرور
 مادی صوری جب لکھی ہو جائے ہیں تو ہر اگر کہہ اور مکان اور کہانے اور مسجد کی
 تحقیق میں نامل نہیں ہر بلایے ہی بعد ائصال ارکان ضروری بیع اس کے تحقیق میں نامل جاتا
 غرض بائع موجود مشتری موجود بیع موجود قیمت موجود ایجاب موجود قبول موجود بیع
 مال قیمت مال میت میں خیر نہیں دم نہیں شراب انکوری نہیں جو یوں کہتی کہ جو
 فقدان منافع مال کہنا مارو ہے اور بیع مغضوب یا غیر ملک نہیں قیمت غیر ملک
 یا مغضوب نہیں ہر کہہ کہتے کہ بیع نہیں مگر جیسے بعد راصل بیع کا قرار لازم ہے لیسے

خداوند

بغیر سود و العا بیع کی کوئی صورت نہیں اور کو بیع کہتے تو قید کیا ہے اور قید کہتی بیع
 کہاں ہے سود مع اصل کو قرض یا بیع کے مقابل کہتے تو کوئی کہہ کہتی نہ غرض سے اجازت
 نہ فعل کے طرف سے اجازت نہ شریعت سے اجازت نہ ہونا تو ای سے ظاہر ہے کہ ہر دونوں ملکہ
 اگر نہ تاقرض یا بیع کی مقابل ہو سکے تو معاملات سودی منع ہی کیوں ہوتے اور عقل کی
 پوچھتی تو وہ کہہ کہہ سکتی ہے کہ ظلم ہی جائز بغیر اسکی ہر ہے کہ مختلف ضعیف ہوں تو
 یوں ہی کہہ سکتے ہیں کہ کسی کو کوئی چیز ہوائی ہے اور کسی کو کوئی کیا ہے کہ بائع کو بعضی غریب
 قیمت معین کی طرف ہے اور سید رشہ کو بیع معین کے ساتھ لفت ہوا اور اس قدر
 دونوں برابر ہیں ہر سچا و صریح کھوڑے میں نفاوت و غریب کے کوئی صورت نہیں زیادہ
 زیادہ کہ کہ غریب ہوگا اور سب سے خواہ مخواہ کہہ کہنا پڑیگا کہ سود یعنی واں اپہار ناؤ
 دینی ملا ناؤ اور سود نفع ہوا اس کو ناؤ غرض مساوت میسر نہ آئی اور مساوت میں ترقی تو ہر
 عدل و معاوضہ کی معاوت یعنی مساوت ہے اور عدل یعنی مساوت ہے ہر معاملہ اگر رضا
 ہی ہوگا تو واقع میں رضاء سے ہوگا کیونکہ کہنا ہی رضا اصل میں وہ غریب ہی ہو جائے غریب
 دونوں ملکہ برابر مقدار کی کمی زیادتی میں غریب کی زیادتی کی ضرور ہے ہر رضا دلی کا ہوا
 محال باقی رضاء خارجی جو جو جنس و رت ہوتی ہے اگر اس کا بھی اعتبار کیا جائے تو ضرور
 شریعہ جو کہہ لیا جائی وہ ہی حلال ہو جائیگا کہ وہاں ہی آدمی جان بچانے کے لئے

مال کہ دینی برپاضی ہو جائے کہ مرتبہ قدر سو کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں تو پھر اس کو
بیع کا ہونا محال بیع و طرفہ کو و خیر و کمی ہوتے ہے نہ مال ایک آدمی یا ایک چیز سے بیع کا
تحقق متصور نہیں اور پہلے معلوم ہو چکا کہ باطل اور سب کو کئی ہی جگہ سے حق اور ثبوت نہ ہوا
یہی وجہ ہے کہ باطل کو حق کے مقابلہ میں بولتی ہیں لیکن قدر اصل میں بیع تحقیقی ہی اور قدر
سو دین بیع باطل نو وہ بیع تحقیقی اور بیع باطل ملکر ایک بیع فاسد پیدا ہو گئی فاسد اور
شی کو کئی ہی نہ کہا دے کہ دے دے تو پھر اور میں کو خیر خالی اور فساد آجاتی جتنا حقہ مواقع
فساد و فاسد سے بہرہ منور خود مجرمین آجائیکا اور میں سے اجارہ فاسد اور اجارہ
باطل کی تحقیق مجرمین گئی ہوئی اور یہی معلوم ہو گیا ہو گا کہ اگر بیع تحقیق کے ساتھ اجارہ
باطل ہی لگا ہوا ہو گا تب ہی بیع میں فساد کا آجانا ضرور ہے جیسے یہ بیع معلوم ہو گئیں
تو اب یہ گذارش اور مسئلہ ہے کہ بیع فاسد قبل قبضہ اور قبضہ پر واجب ہو گا کہ معاملہ
فسخ کر دین اور کیوں نہ ہو ایک ظلم دوسری مخالف حکم خداوندی ظلم الہی بات کہ حکم خداوندی
نہو واجب کی سبکی عقل اور سب کو خیر کرئی اور حکم خداوندی کا بہر حال کہ اچھی بات سے
منع کر دین اور یہی بات کی تاکید فرماتین تب ہی اویں چون در انما شیعہ اور یہ
معاملہ مذکور واجب الفسخ نہیں اور پھر اس سے استحقاق کا ثبوت معلوم جو قبل قبضہ
ہی اسبابا تعاصی میں سے بھی جلتے مانا کہ قبضہ تک نوبت پہنچ جائی تو یہ ملک اور

خبر

خبر دونوں کا اقرار ضرور ہے ملک انوار کو تو یہ وجہ کی کہ یہ حق ہو گا اور اس کے لازم یہی
ساترہ سو ہے جہاں میں مانع کوئی چیز میں نہیں جو یوں کہ اجائی جیسے آفتاب کا نور و صورت
حیولت ابرو غبار جیسی زمین تک نہیں پہنچ سکتا ایسے ہی آثار بیع یعنی ملک شریعی
اور ملک مانع قیمت تک نہیں پہنچ سکتے مان قبل قبضہ اندیشہ مخالفت حکم خداوندی جو یہ
فسخ اور مانع تعاضا تسلیم نہ ہو جائے کہ تقدیر مخالفت کی نوبت آئی تو اب ملک مانع کو مانع
مان یوں کہ یہی کہ یہ ملک بوجہ مذکور قابل از اس ہے مگر ہم ای بات کو دوسری طرح سے
خبائث سے تعبیر کرتے ہیں یعنی جب یہ شری کی کہ اس ملک سے حصول میں مخالفت حکم خداوندی
لازم آئے ہے تو یہ ملک ایک برائی اور اس ملک کے ساتھ لاحق ہو گئی اسے ہی ملک غیبت کہتی
الغرض جو فسخ و قبضہ قبضہ اور بعد قبضہ دونوں صورتوں میں مسلم گزشتل جو یہ محمد
بعد قبضہ ملک ثبوت ہی و الحلیہ مسلم ہے ہی یہ ملک کہ یہ نہ بختاں گئی ہی چلے گی یا
مشتری اور مانع کہ ہی رہی شری کی اگر کسی اور کہ تاہم بیع کو بچدی یا سب کر دے
اور مانع قیمت کوئی اور چیز خیر مل تو وہ بیع اول اور میں اول دوسری مانع اور شری کی
پاس ماکر یہی بختی ہی رہی گا با او کی حق میں پاک مانع ہو جائیگا میری خیال میں یہ ہے
کہ وہ بختاں مذکورہ آگئی نہ چلے گی وجہ اس کے یہ ہے کہ سب ملک و اصال میں وہ بیع تحقیقی ہی
جس کا ہونا بیع فاسد میں ضروری نہ ہوا وہ بذات خود اچھی علت ہے اور یہی برائی گئی ہی

ساتھ جاگلی اور گراوس نوکی کر دے ہر ایک آئینہ سبز یا زرد یا آئینہ شیشہ ای طرح رکھا ہو
 ہو کہ نور کے ادھر اور دہر ایک سطح اور اس آئینہ یا شیشے کے ایک سطح ایسی طرح ملی ہوئی ہو
 جیسے دو آئینہ یا دو تہر یا ہم ملی ہوئے ہوتے ہیں غرض فقط ملاقی ہو نور اس آئینہ یا شیشہ
 میں منکسر اور نافذ ہو تو پھر رنگ آئینہ یا حرارت شیشہ کی بجائے اسکی فقط یہ ہے
 کہ نفوذ اور عکس کے صورت میں بناءً حصول نور حرارت مقام معلوم میں آئینہ اور آئینہ
 شیشہ پر ہے اگر آئینہ مذکور اور آئینہ شیشہ نہ ہو تو پھر یہاں نور آنا حرارت آتی اور دوسری
 صورت میں حصول نور اس آئینہ پر اور حصول حرارت اور شیشہ پر موقوف نہیں بلکہ سطح پر یہاں
 بھی یعنی مسوئے ظلم دیوہ و اجارہ باطل کی بیع یا اونکا بیع ظلم اور گناہ پر موقوف ہی اور
 مسوئے بیع فاسد کا سبب یا اسکی بیع ظلم اور گناہ پر موقوف نہیں واللہ اعلم وعلہ
 اتھو و الحاکم کر عرض یہ ہے کہ اگر سر باطل اطراف بدن میں کچھ نہ ہو محسوس ہو تو
 اس میں غفلت اس قدر ہوتی کہ کہا جائے اور یوں سمجھا جائے کہ محل شور کا ہر شے مود کر خدا میں منکسر
 قلع فرصت اور کثرت مشاغل کہ باعث منقلص تحریر کا اتفاق نہ ہو اوقات منقلص
 لکھ کر تمام کیا اسلئے روزانہ در تحریر رسالہ کر کا آج روانہ کرنا ہوں رسید سے
 مطلع فرمائیں حافظہ پر خوش صاحب غیرہ احباب اگر اتفاق ملاقات ہو اور یاد
 تو میرا سلام عرض کرو یا فقط اس تعری پریشان کو دیکھ کر میں سمجھتا ہوں آپ بیت

اور اگر ہے کہ دوسری بیع کا سبب فقط بیع اول ہی معصیت مذکورہ نہیں اگر معصیت
 مذکورہ کی نوبت آتی تب ہی بیع ثانی کے لئے بیع اول کافی ہی اور اگر بیع اول ہوئی کچھ
 مخالفت حکم خداوند کی سطر و وقوع میں آجائی تو پھر بیع ثانی کی کوئی صورت نہ ہی
 الغرض جو بیع اگر مشتری مالک بیع نہ ہو لیا تو دوسری کی تاہم بیع کر سکتا اس سے
 صاف ظاہر ہے کہ بنائی بیع ثانی فقط بیع اول ہے وہ مذاب خود موقوف ہے مخالفت
 خداوندی کی وجہ سے ایک ثابت اور سے عارض ہو گئی ہے وہ مخالفت کلی جلتی
 اوستا اثر کا کہ جلیگا البتہ کسی چیز کا ملوک نہ ہوا اس چیز کی نسبت ایسا وصف نہیں
 کہ وہی دانی میں اس سے جدا ہو جائے اگر کوئی چیز اپنی ملک نہ ہو اور پھر خدا تو خدا کو
 کسی کے تاہم بیع کر دین یا کسی کو دین تو بعد بیع ظاہری اور بیع ظاہری ہی ہوا
 کہ جس کے میں کر بیع پر واجب اور باطل کی ملک نہ ہی اور اس وجہ سے مشتری اور
 موجب کی ملک نہیں آتی اسلئے مال مغضوب اور مال رشوت اور قیمت بیع باطل و
 اجارہ باطل سیکو سہ کرین یا سیکسی تاہم بیع کر کے سطر کسی مرتبہ میں حلال و طیب
 نہیں ہو سکتا اور کیونکر ہو یہاں بناءً بیع و سہ کوئی امر موجب ملک نہیں ہوگا
 تو ظلم ہے یا گناہ مثال سے سکین مطلوب ہو تو سنے زرد سبز آئینہ اور آئینہ شیشہ پر
 اگر نور منعکس ہو کر کہیں جاتا تو بیشک جہاں وہ نور جائیگا وہاں زردی سبزی حرارت ہی

پریشان ہوئی اور شاید فلجانی مجبوری تھی کہ کبھی شہر پر آپ کے فحاشی کا یہ سہلہ
 شکستیں ہوال کہ شہر میں مغموم ہوتی ہی یوں مجبور کر کے آپ فہم کی شکستیں اور پرکے بانوں
 نو معلوم جب تک نہ کی بات کہی جاسے امید نہیں کہ آپ کا ترو دجائے یہ چند اور اسی
 کردی میں اور آپ یہاں ہونے کی وقت کہو اور کسے کا غرض یہ کہ آپ کا مطلب
 اصلی نو فقط اپنی بات سے متعلق تھا کہ مال رشوت غصب اور کسوت بناؤ دیگر جو مال اصلہ
 ملک میں نہیں آتا اگر مالکان اصلی معلوم ہوں تو ہٹاؤ اور جو بیرون غرض دفع غدا
 اور کسے ذمہ تصدیق واجب ہے پہلے والی ایسے بے مایہوں کا فلاس کہ باعث ہوں پر
 جان ہو نہ کیا ران ہو نہ نواب وہ اگر ہوگا تو مالکان اصلی کو ہوگا ہر اسے نہ ہو نہ کیا
 کہ ملککان اصلی اگر کا فر ہوگی تو ہر صواب کی کوئی صورت نہیں حیدر زرا کو ساری کچھ کا اسکے
 والدہ کو سلام کہہ دینا مولوی محمد الحسن صاحب طباقین اور یاد رہے تو سلام کہہ کر آنا اور
 کہہ دینا نہ تم تفصیل احوال لکھتے ہو نہ بیان دل مانتا ہے جہاں آپ اور کام کرتے ہیں ایک
 پر جب باری نام ہی لکھی بھی سولہویں کا لکھا ہوا حدیث سے مولوی احمد حسن صاحب کا
 خط آیا تھا اسی روز کی روانگی کی خبر لکھی تھی یہ حال معلوم نہیں آپ ہی دعا کریں اور

ملنے والوں سے سلام عرض کرو میں تہذیبیہ

در تیس مرتبہ اللہ تعالیٰ بسم اللہ الرحمن الرحیم

کترین حلاق بیچان محمد قاسم مخدوم و کرم قاضی محمد اسماعیل صاحب کبک خدمت برابری
 میں بعد سلام سنون و شوق کلموں کے عرض پر وار ہے کہ آپ کا عنایت نادر باعث افتخار
 ہوا پر کچھ تو تعب و تباہی کے لیے گو گو کی چنگری میں کھنکھ و باطل ہے کہ یہ طلب نہ رہا ہی بات سے
 مطلب ہوا و علم و عقل و فہم تو درکن رائف کی نام ہے تک بغاخی ہوں مجھ جیسی خوشی و جس کو ایسے
 قعدہ کی خوش آتی ہوں کہ پہنچے حاجی حضرت آپ نے سننا نہیں جوا علیا بلانہ خوشی
 جیسا بل پر سر غرض ہو کر کٹو غم ہو کر کڑو ہو جو کی تلاش نہ ہو اسی وقت میں علماء کو
 لازم ہے کہ اپنی زبان کو موبہ میں لکھیں میری کہنی کا یقین نہ ہو تو ایہ ورا لکھا کلمہ
 الجھکھکھون فالو اسکا کھما اور سوار اسکے اور اتنیں جو اس مضمون کی ہر جملہ
 فوادین مان جا بل ہو کر جو طلب ہو تو اسکی شکستیں خاطر لزم ہے سوائے لوگوں کی
 علامت یہ ہے کہ کجبت مباحثہ کو تیا نہیں ہوتی علماء کے موبہ کو کتنی رہتی ہیں جو
 اوکی موبہ سے نکال پٹنے کی باندہ لیا جا بلوں کی اور ہم ملا تو کئی بات کو نہیں سمجھتے
 اولنا خطرہ ایمان ہو سکا ان استغفار سستہ کہ لکھی آدمی میں بعض نیم ملاؤں کی
 تقریریں اور بعض مصلح ناموں کی تحریریں سکھار دیکھ کر علم کی بات میں بانو زانیگی
 اور توکل شہور کو غیر مشہور اور غیر مشہور کو مشہور تانی لگے اس سبب اور نیز اپنی ذات
 اور والدہ کی مایہی اور بعض احباب کی تشریف آوری اور طلبہ کی خدمت گزار کی

بہشت جی مرکز تہیں چاہتا تھا اس بات میں قلم گہسای اور وزن مفید کو سیاد بنای علاؤ
 بریک متقی خواستگار روایات مشہور ضعیف و ظاہل قویہ سویری پاس اول کتابیں کہاں
 جو رہا متین کتابوں اور سنہ اولیٰ اور سنہ ثانی کے لیے قویہ لاؤن اور بناؤن غرض ہر طرح جو
 کلمے سے نہ نکلتے کو اچھا سمجھتا تھا بلکہ چونکہ ایک کچھ تہا مجبور ہو گیا یہ ڈرگا سب اداب کچھ
 کچھ سمجھ جاتین اور میری ان معلومات اندیشہ کو گو کسی اور بات معمول قریا میں اسے نہ غرض
 کچھ عرض کرتے دیتا ہوں کہ اگر گفتگو طول دیا جائی تو کم سے کم ہر بات کے لئے ایک ایک
 دو دو جزو نمونہ مگر بہ تحریر ہی قضا آپ کی اور آپ کے اتباع کے لئے کچھ ہے ورنہ آپ کے
 مخالفوں سے امید قبول نہیں ہاں جسکو میری بات پر اعتماد ہوگا وہ بھی اس سے متفق ہو سکتا
 علیٰ ذلالتیاس خط ہوگا اور اس کے لئے بھی بہر طرح مفید ہوگی اسے عربی غرض مستغفر
 میں یہی اسی بات کا پابند ہوتا ہوں کہ حوالہ دونوں تو معتبر ہیں کتاب حوالہ دونوں سواہل امکان
 نزدیک کلام اللہ سے زیادہ معتبر کوئی کتاب نہیں اور بعد کلام اللہ کے بخاری شریف اور مسلم شریف
 سے اور صحیح مسلمہ اور مشکوٰۃ سے زیادہ کسی کتاب کا اعتبار نہیں کلام اللہ کی آیتیں لیتے
 اور کتابوں کی روایتیں لیتے مگر کسی حدیث علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام بخاری اور ابی
 راؤ کوئی طرف ہی وہ نیست کا گمان ہو تو بہر حال پاس کوئی جو آیتیں معرفت میں تفسیر
 حسبی متبرکہ لاجسری واعدا و سکا معنف اہل سنت کے نزدیک قابل اعتبار بلکہ عاقبتی ہے

جانی بن کر لکھیں واعظ کوئی عالم تقویٰ نہیں ہوتا آدمی ہی یا مانتا ہے اور انکی باتیں خود ولادت
 کرتی ہیں کہ شخص نہ عالم حق ہے نہ سوخ معتبر زبان کی پہچانی کے لئے تو بڑا حوصلہ چاہئے
 مگر نہ شخص صحیح ہے نہ کہ تحقیق کے نزدیک قابل اعتبار نہیں نہ بوجہ علم نہ بوجہ دانت علم کا
 حال معروف ہوگا دانت کی بات پوچھتی تو انکی باتوں سے پوری فصل لے کر اور ان کی
 نزدیک تہم برفضہ خیر رافضی ہونا بجز علماء مجرم کے کون چھو سکتا ہے مگر اس بات کے لئے
 کہ یہ قبول جسکو مستغنی بخوالہ زید کے معتبر اور شہرتا ہے اور کچھ غیر مشہور اور غیر معتبر کہتا ہے
 مشہور اور معتبر ہے انی بات ہے کہ احادیث صحیحہ سے قول ملاقات حضرت عتیریل ہی
 صحیح معلوم ہوتا ہے اور فہرست میں یہی ہی مشہور ہے چنانچہ ماہر ان تقاضیہ معتبر واسکی تعلیق
 کر کے لکھنا۔ اہل تعالیٰ فقط یہی کہ زبان یا اس سے اکثر افعال کتب تک واقف ہوتے ہیں
 اور ابی کوئی کوئی جانتا ہے تفسیر حسین کے معنی میں انہیں انہی کے ہونگے میں اور ان کے
 بہر ہی مولانا ملازمہ وغیرہ میں تفسیر ہو گئے غرض چونکہ تفسیر فارسی میں تہی وہی
 سلیس عام میں راج ہو گئی عربی کی تفسیریں ایک طرف دہری ہیں باقی وافر ہونا قول معلوم
 احادیث صحیحہ کے سوا کسی تفصیل بہرہ کہ بخاری شریف میں صحیحات توحید میں ہی نہ
 کی تفسیر میں تین حدیثیں ہیں ایک تو حفصہ عائشہ سے ہے سکا یہ مضمون ہے کہ میری بال کھڑی
 ہوا ہے میں جو یونہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو کہا و حفصہ عبد اللہ بن مسعود سے

جبلکہ یہ نہیں ہے کہ ایتہ فکھان قاتل قومین اؤ اؤذنی فاعی الی عبیدہ ہما کھی
 سے مراد حضرت جبریل کی ملاقات ہے اور چہ توبانہ روئی مہاں اونکا دیدار ہے
 علی ہذا نقیاس شریف میں صفحہ ۹۸ پر دو حدیثیں موجود ہیں سے پہلی حدیث سے تو
 بحوالہ رسول اللہ صلعم کی بون معلوم ہوتا ہے کہ ایتہ فکھان قاتل قومین
 حضرت جبریل کا دیکھنا مراد ہے اور دوسری حدیث سے بون معلوم ہوتا ہے کہ ایتہ فکھان
 قاتل قومین فکھان قاتل قومین اؤ اؤذنی سے حضرت جبریل کا دیکھنا مراد ہے
 اور اسی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت جبریل بون تو مردوں کی شکل میں آتے تھے
 پراسوقت جبکہ اس سورہ میں بیان ہے اس سورہ میں آتے ہواؤ کی صورت اصلی نبی
 پر اور کے بعد ثنائین صفحہ ۱۱ حضرت ابوذر سے دو روایتیں مذکور ہیں جن میں سے پہلی حدیث
 میں توبہ الفاظ میں عن ابو ذر قال سألت رسول اللہ صلعم هل رآہ
 ربک قال نوراً فی ابرہہ سورناج نودی ہوشہور معروف بن ابی اوسا متنبہ
 ابی کتابیکوہ شریف میں ان کی حوالہ دیتے ہیں اس صفحہ میں بون فرماتے ہیں کہ تمام اصول بھی
 سب حدیث کی کتابوں سے ساری زاد بون نے نوٹ کر رکھی کو دوش اور ان کے
 الف کو زبواؤن کو تشدید سی پڑی اس سورہ میں اس کے معنی یہ ہونگے کہ خداوندیکم
 نوٹ کر یہ ہیں مستور ہے میں اس کو کو کو دیکھ سکون دوسری ایک روایت اور یہی کہی ہے

اور روایت کے موافق ری کو زبواؤن ساکن لون کو زبواؤن تشدید ہے اس سورہ میں دو
 اشمال میں ایک توبہ کہ وہ نورانی ہے میں اس کو کو دیکھنا ہون دوسری یہ کہ وہ فانی ہو کر
 نور کا سماج ہے میں اس کو کو دیکھنا ہون چنانچہ امام نووی نے بھی تاویل کی ہے اور کو
 بعد بحوالہ قاضی علی بن یوسف شفا کاتب شہر حدیث جوثری معقب عالم اور شیخ مسلم کے شائع
 ہیں بون رقم فرماتے ہیں کہ یہ روایت میں کہیں نہیں ملے اور کہیں اصول میں ہے اس روایت
 کو دیکھا علاوہ برین اسی صفحہ ۹۹ میں دوسری حدیث انہیں حضرت ابوذر سے موجود ہے
 جس کا مطلب باقی حوالہ کلام اور باقی تحریر امام نووی کے یہ ہے کہ میں نے نوٹ کیا اور کو
 نہیں دیکھا سو چونکہ یہ دونوں حدیثیں ایک راوی سے ایک تفسیر میں ہیں تو دونوں کو
 ہی مطلب ہوگا اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اور ہے ہی تو ابھی
 بھی غرضی ہیں جو مرقوم ہوتے اور اگر بالفرض اس روایت نامعلوم ہے اصل کا یہی مطلب
 کہ میں مذکور دیکھنا ہون تو اس سے کیا سوال جواب کہ وقت کی روایت اور طرہ ثابت ہوگا
 سو چونکہ اس سے کیا علاقہ جس سورہ نجم میں سورہ صافات ذکر کردہ کا ذکر نہیں اور بون
 کہنے سے کلاس سورہ میں اور ان آیات میں احکام مذکور نہ کریں آدمی وہابی نہیں بن جائے
 کہنے سے ہی کہ اس سورہ میں دیا رخصاوند کیا ذکر نہیں وہابی نہیں بن جائے پھر چاہے مشاہد
 عبدالعزیز صاحب حدیث و صاحبان جلالین اتنی بات سے کہ کو کو دیکھنا ہو گئی اور اگر اس

ابن عباس اور انیس اور انکی بعد کے علماء تو قول اول کے طرف ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس اور شاید اور بھی کوئی قول ثانی کی طرف ہیں اس واسطے یہنا وی نے قول اول ہی سے اور دوسری قول کو بطور تضعیف فقط ذکر کیا ہے اسی انداز قیاس سے نقل کیا ہے جس سے موافق اصطلاح علماء بہرہ راہ ہوتے ہے مگر یہنا وی کو وہاں کہنے سے کون مانع ہے اللہ موندہ میں زبان دی اگلی کوئی آیتیں بیان نہیں جو روکی کو دتے یہاں نہ شوق چلے جاؤ اب بعد ان سب مراتب کے اناس سبہ کہ جو مسائل علماء متقدمین میں مختلف قیام ہوں ایسے مسائل میں ایک یا تین یا دو ایک جانب والوں چٹھوں کرنا جملوں اور بید نہو کنا کام ہے ورنہ متقی شافعیوں پر اور شافعیوں پر طعنوں کیا کرتے اس صورت میں اول مسائل کے ایک جانب والوں پر جو صحابہ میں ہی مختلف قیام ہوں اور یہ وہ جانب ہیں ایسی کہ اکثر ان کے ترجیح دی ہو طعن کرنا ان لوگوں کا کام ہے جسکی حق میں مولانا رحمہ علیہ حضرت بشیر عار شاد فرماتے ہیں شعر چون خلافا یک پرہ کس رد و سیلس اندطعنے کان بد افسوس جابلون او زیم طاقون نے بن کو خراب کر ڈالا ایک صاحب نے تھے ہیں تو بہت اصول دیکھو وایت کہہ جاتے ہیں دوسری صاحب کثری ہوتے ہیں تو بہت سے اعمال صالحہ کو بدعت کہہ سنا تے ہیں اہل حق جو ان بھائی دشوار ہو گئی باقی رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نانی کا مکمل یا محال ہونا اسکا جواب کیا کہ انہوں طرف میں کے دلائل اور

بہر صاحب وہابی ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوذر اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور انکی پیچھے کے راوی جتنکے واسطے سے بخاری اور مسلم میں احادیث مروی ہیں اور علی بن القیاس امام بخاری اور امام مسلم و امام نووی و قاضی عیاض اور انکی اتباع اول وہابی ہوا جتنکے سوا اگر بھی وایت ہے تو ہم اور ہماری سات پشت وہابی ہو گئے اسکو دیکھنے کو نہا ہو گئی ورنہ کو دوسو برس نہیں ہوتے اور بہر صاحب سوای شافعی صاحب کے اس مانع سے پہلی ہو گندی ورنہ تہمت وایت کا ان نزدیک روکی نسبت خوب موقع تھا باندید سے جو شاہ عبدالعزیز صاحب نے اصحابان جلیلین کو وہابی بھیت کوئی بوجی کہ شاہ عبدالعزیز کو وہابی نہا تو نہا یا اصحابان جلیلین تو آپ کے طعنوں کے ڈوسے پانسو برس پہلی ہو گندی میں مثل مشہور رنے کو مار بن شاہ مدار و نیز یہ طعن نہا اوکی حایت کرتی تھی اب اناس بھی کہ اگر سری بن باتون میں شہرہ ہو تو اگر کہیں سے بخاری و مسلم مطبوع ملین تو بدیشان صفحات مسطور اگر کوئی صاحب علیہ جگہ ان کہوں کے دیکھنے اور بچنے کا سلیقہ ہو مطابق کرالین بلکہ صحیح مسلم کے صفحہ ۸۰ میں جو احادیث نے شیخ نووی مسطور ہے او میں جو راہ واحدی جو امام نووی سے مقدم ہیں یہ ہو گئے کہ اکثر علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو انکی پہلی صورت میں دیکھا اور حضرت عبداللہ بن عباس یہ فرماتے ہیں کہ خداوند کریم کو دیکھا میں

پہر ایک جانشین کے متعین کی وجہ کہ ہون تو اسے فساد کے دونوں جانب کے صاحبزوں میں امتیاز سے
نظر نہیں آتا کہ ان کو بھی میں اس صورت میں ایسے مصداقین کی تحریر میں اپنی اوقات کا خراج کرتا
اولیٰ بعد داغ کا چور کر دینے کے لیے مگر یوں کہ اگر کوئی بھیجے تو آپ نے فضل تعالیٰ صاحبزوں میں امتیاز
خوب بھیج جائیگا دو ایک ثابت اسانی کے ساتھ ہون مخدوم من علماء شیعہ میں ہیں تو اس سندی
اختلاف دیکھا احسانان توری دینی سید باب جگر میں ہے کہ اگر نبی عالم تو اس
جانب میں کہ اسوار خداوند کریم کے سب کا ثانی اور نظیر مکن ہے اور وعدہ لائبرٹک ہونا خدا ہی کو
زیادہ ہے سوا اسے اسے کہ **اِنَّكَ اِلٰهٌ اِلٰهٌ اِلٰهٌ** ہی کے ساتھ یہ جگہ لگایا **اَشْهَدُ**
اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کے ساتھ نہ لگایا اور رسولی فضل حق صاحبزوں میں
اوکی اتباع میں جانے کہ ممکن نہیں ہو بلکہ صاحب مذکور کے دلائل کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے
کہ وہ ہی دل سے اسی بات کے قائل ہے کہ انجانانی مکن ہے کیونکہ لائبرٹک سے اوکی لفظ استعمال
بالتحریر ثابت ہوتا ہے اور اختراع بالتحریر خود احسان ہی پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ اختراع
کے یہ معنی ہیں کہ اپنی ذات سے تو وہی چیز مکن ہے جس کی غفلت وجہ سے محال یا متعین ہو گئی سو اس
بات کو دلوگ ہی قائل ہیں جو مکن بتلاقی ہیں کہ خداوند کریم کے وعدہ صادق کے سبب پکا ثانی
متعین لگایا اور محال بتلاقی نہیں لگائی اور اس کے نظیر محال اور متعین
واقعہ یعنی کسی غیر کے سبب محال یا متعین نہیں ہو گیا اپنی ذمہ داری سے محال اور متعین

رسولی فضل حق صاحبزوں میں ایک دلیل تو یہ ہے کہ خدا نے وعدہ کر لیا ہے کہ رسول اللہ صلی
ثانی میں اگر کوئی گناہ سوا اس کا جواب ایک تو یہی ہے کہ جو چیز وعدہ کے سبب محال ہو وہ متعین یا غیر متعین
بالذات نہیں کیونکہ وعدہ کے سبب محال ہونے اپنی ذات میں نہیں دوسرا یہ کہ وعدہ کا کرنا خود
بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کا پیکار کا قدرت و اقتدار خدا ہی میں تھا
ورنہ وعدہ کی کیا معنی وعدہ تو امور اختیار میں ہوتا ہے جس بات کا کرنا کرنا لیا ہے اختیار میں
وعدہ مکن نہیں ہاں کہی اون باتوں میں جو اپنے سے نہ ممکن ہو کہ اپنے کو اون کو کون سے جو
ناواقف ہوں بطور وعدہ کے کہہ دیتا ہوں کہ ہم یہ بات مکن ہے کہ سو یہ بات ہم سے تو شعور
خداوند کریم سے شعور نہیں ہاں خداوند ہو کی بات نہیں جو خداوند صادق القول کو دیکھ کر بھی
اوسکے ایمان و اسلام میں حقیقت دوسری دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کو خداوند کریم خاتم
النبیین صلی علیہ وسلم میں اگر آپ کا ثانی میں ہوتا جو اسے تو آپ خاتم النبیین نہیں اور خدا کے کلام میں
سوا اس کا جواب اول تو اسی تقریر کے کمال آتا ہے کیونکہ یہاں ہی وعدہ پر ہمارا کار لیا و
حضرت آدم با عتیا جبرائیل کے اول النبیین میں ورنہ آپ کی نبوت موافق حدیث کثرت
نبیاً و آدم بین الماء والطین سے ہے یہ خاتمت کما ہاں ہو گئی سوا اگر رسول
صلی علیہ وسلم کا ثانی میں ہے تو حضرت آدم کا ثانی میں بھی ہے علی ہذا القیاس اوسط الانبیاء اولولائے
اور خاتم الانبیاء اور اول الاولیا اور خاتم الاولیا اور اوسط الاولیا بلکہ اول المخلفات اور

اور آخر مخلوقات اور اوسط الخدقات سب کا ثانی محال ہو گا اگر ہر محال کے معنی میں تو اس سے
 کسی انگارے سے تیسری دلیل پہنچے گی کہ سب سے بڑی یعنی کوئی زمین ایک ہی پہلو ہو گا
 اسی مجموعہ میں افضل ایک ہی ہوتا ہے سو اس مجموعہ میں جی عالم کچھ افضل جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر وہ ثانی موجود ہو تو یہ بات غلط ہو جائے بلکہ ایک مجموعہ
 دو افضل ہو جائیں سو اس شہید کا جواب ال تو یہ ہے کہ پہلا خلیع یا بغیر ہے اختراع یا
 نہیں اختراع بالذات کی یہ صورت ہے کہ پہلو ٹوڑی میں ہو یا علیہ او سکائی میں ممکن ہو
 علاوہ برین دو پہلو ٹوڑے میں ایک ہے ہون اور سب پہلو ہون سے افضل ہون تو
 کیا قیاس ہے کوئی عاقل اس میں متامل نہیں ہو سکتا معذرا اگر وہ سو ٹوڑا ہی ایسا ہو کہ
 او میں نسبت اور پر سے بیکڑی تک ایک ہی ہے پہلو ہون جیسی اس میں کل عرصہ ہو ایسا ہی
 او میں جیسی اس میں اور باقی ہون ایسا ہی او میں تو کوئی معارض عقل اس میں انگارے نہیں کر سکتا
 ایسے ہی اس عالم میں ہی دو افضل ہون یا کوئی دوسرا عالم بلکہ اسی عالم کے مشابہ جیسی
 اس عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور عالم میں ہی ایسی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہون اور باقی جیسی
 اس میں ہون ویسے ہی او میں تو اصل عقل تو انگارے نہیں کر سکتے کیونکہ خداوند کریم ایسی
 ایسی عالم ہزاروں پیدا کر سکتے ہیں چنانچہ بعض احادیث میں اس کے طرف اشارہ ہی ہو
 اگر خداوند بخشنے تو ان احادیث کا مضمون اور اوراق کا نشان ہی یہ معلوم ہو گا سو

ایک جیسے ایک مجموعہ میں افضل ایک ہی ہوتا ہے ایسے ہی او میں یعنی کبریٰ ایک ہی ہوتا
 اور عقل و القیاس اور وسط ہی ایک ہی ہوتا ہے جیسی رسالت و صلعم اس عالم میں افضل
 میں شیطان مثلاً بدر ہے اس طرح کوئی اور سطح ہے خداوند کریم شیطان کا ثانی اور
 اوں اوسط کا ثانی ہی ہیڈلر سکس کا علاوہ برین برنوع حیوانی میں کدہا ہو گا لہذا علی
 ہذا القیاس انواع اشجار وغیرہ میں ایک افضل اور ایک کمتر اور ایک اوسط ہو گا اور کتنا
 ثانی ہی خدا سے پیدا ہو سکتا جو تیس دلیل سب سے کچھ دایرہ میں مرکز ایک ہی ہوتا ہے
 ایسی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جی عالم میں ایک ہی اس دلیل میں اول تو یہی خرابی ہے کہ
 دائرہ کجا اور عالم کجا تشبیہ کہنے کے بجائے اشتباہت چاہئے جیسے مربع اور مثلث
 اور متطیل اور مخروط اور قوس اور محسوس دایرہ کو اس بات میں دائرہ کے ساتھ
 تشبیہ نہیں دی سکتے حالانکہ دائرہ اور اقسام مذکورہ میں انما اتفاق ہے کہ اس قیاس
 سطح میں سے ہیں ایسے ہی عالم کو دایرہ کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے علاوہ برین
 مرکز کی قیمت فقط اتنی ہے کہ وہ بھی ایک سطح ہے اور یہ بات کہ سب کی طرف ہی اُحد
 برابر ہو محیط کے باعث او میں پیدا ہو گئی ہے اس کی ذات میں داخل نہیں ہو جیسا
 نہ تھا تو وہ نقطہ تو تھا پر یہ بات نہ تھی سو جو بات اپنی ذات میں نہ ہو بلکہ کسی
 غیر کے باعث حاصل ہو گئی ہو جیسے یا نہیں مباحث الگ کی گری پیدا ہو جاتی ہے

اوسکو ذاتی نہیں کہتے عارضی اور خارج کہتے ہیں جیسی بانی کی گری کو ذاتی نہیں کہتی عارضی
 اور خارج کہتے ہیں اور جب ذاتی نبوی عارضی ہونے تو اوی کی طرف منسوب ہوگی
 اور وہ غیر اوسکا باعث کہلائیگا جیسی مرکز کی تانی کا ممکن ہونا محیط کی جائزہ
 اپنی ذات کی طرف منسوب نہیں ایسی ہی رسول المرسلین کی تائیکہ امتناع باعث محیط عام
 ذاتی نہیں بانیہ اگر دیسا ہی دائرہ اور بنایا جائے تو جیسے سالہ دائرہ دوسری سارے
 دائرہ کے تانی ہوگا اسکا مرکز اوسکے مرکز کے تانی ہوگا ایسا ہی اگر دوسرا مجموعہ بنایا جائے
 تو جیسے یہ مجموعہ عالم اور مجموعہ عالم کا تانی اول نظیر ہوگا رسول المرسلین جو نیزہ مرکز
 مجموعہ کے نسبت ہیں دوسری مجموعہ کے اوس شخص کے مشابہ اول نظیر ہوگی جو نسبت
 اوسکے نیزہ مرکز ہواس صورت میں دونوں باہم ایک دوسری کے نظیر ہوگی ماسوا کے
 جیسے مجموعہ عالم ایک مرکز ہے ہر نوع میں ہی ایک مرکز چاہے اس صورت میں ہر نوع
 میں ایک فرد ایسا ہوگا کہ اوسکا نظیر ممکن ہوگا غرض یہہ دلائل اون لوگوں میں جو
 رسول المرسلین کے نظیر کو متنع بتائی ہیں سوان دلائل کی حقیقت تو معلوم ہوگئی جو
 ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے وہ اور ہے اور جو ان صاحبوں کا دعویٰ ہے وہ اور ہے
 مرکز نہ کہ مولوی فضل حق صاحب مرحوم کے علم و فضل کا شہرہ ہے تو اوکی نسبت یہہ
 میں نہیں آتا کہ اوکی غرض یہہ کہ رسول المرسلین کا تانی بالذات محال ہے اور متنع ہے

یوں ہو تو عجیب نہیں کہ اوہوں نے فقط محال اور متنع فرمایا ہو کہ انہوں نے محال بالذات
 اور متنع بالذات سمجھ لیا ہوا اور یہہ سمجھا کہ محال اور متنع کی دو قسمیں ہیں ایک محال اور
 متنع بالذات دوسرا محال اور متنع بالغیر اسکا کہنے دلائل جدی جدی میں یا اون
 دلائل سے اہل عقل کو خود معلوم ہو جائے کہ فلا نام مطلب ثابت ہوگا فلا نام ہوگا
 جیسے چاند سورج کے دیکھنے سے اہل بصر کو خوب معلوم ہو جائے کہ اس سے ایسا
 چاند نہ ہوگا اور اس سے اس قدر چاند نہ ہوگا جیسے آگ بانی کو دیکھ کر تجر بہ کار و نحو
 واضح ہو جائے کہ اس سے گری اور اس سے سردی ہوگی غرض سب کو تو نہیں
 کہہ سکتا کیونکہ انہیں اس قافلہ میں جاہل ہیں اگرچہ نام کے مولوی ہیں پر مولوی فضل حق صاحب
 توفیق بھی مذہب ہوگا کیونکہ اسی علم و فضل والا ایسا نہیں کہہ سکتا اگر وہ بھی ہی
 سمجھی تھی جو اوکی اتباع سمجھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہہ علم و فضل کا شہرہ یوں غلط
 مرکز ہوگا یا دایا کہ مولوی نور محمد مرحوم کا مذہبی جو مولوی فضل حق صاحب مرحوم کے
 ارشد تلامذہ میں سے ہیں ہی عقیدہ کہتے تھے کہ رسول المرسلین کا تانی ممکن نہیں یا غیر
 سامنی خود اسکا ذکر کیا اور مولوی فضل حق صاحب کی نسبت ایک ظاہر علم بیان
 کرتے تھے کہ اوکی تقریر سے ہی امتناع بالغیر ہی ثابت ہوتا تھا یہہ ہی اوکی بڑی
 شاکر و دوسے ہیں اندو نہ لکھا اس بات کا قائل ہونا خود اس بات پر دلالت

۱۳۷
 کہے کہ مولوی فضل حق صاحب کا یہی مذہب جو بایں دونوں کو استاد کی بات غلط نظر
 سوا کر بڑھ چلا استاد انہوں نے مذہب استاد کو چھوڑا اور دو گویا مذہب کے لوگ
 انہیں عکبرین اور عیسائی کے کیا کام مولوی فضل حق ہوں یا مولوی محمد علی اور مولیٰ
 مسلم کی بات سننی چاہیے سو خداوند علیم سورہ یسین میں جو دو فرق کو یاد ہوگی آخر کون
 میں فرمائے ہیں اولیس الذی مخلق السموات والارض بقادر علی ان
 یخلق مثله لہدلی وهو الخلاق العلیم اسکا ترجمہ غلط فرما دیں یہ ہے
 کیا وہ فات جسے آسمان وزمین کو پیدا کیا اسقدر انہیں کہ وہ انکا مثل پیدا کر دے
 ہاں کیون نہیں وہ تو خلاق علیم ہے یہاں تک ترجمہ اب غور فرمے کہ رسول الصلعم
 اور غیر رسول الصلعم وافق حکم اس آیت کے اس بات میں شامل ہو گیا کہ وہ انکی مثل پیدا کر دے
 علیم کا دے کہ کو کر یہ بات خداوند کریم نہ ان کو گوں کے جواب میں ارشاد فرمائی ہی ہو گیا
 کے سکتی ہے اور یہ کہتے تھے کہ یہاں جب پورانی ہو جائیگی تو ہزاروں کو گوں زندہ کر لگا
 عرض قیامت کا اثبات اس پر موقوف ہو گیا کہ خداوند کریم انکی مثل نہیں پیدا کرے گا
 تو جو قیامت میں انکی پیدا کرے گا وہی رسول الصلعم ہوں یا غیر اسکا مثل پیدا کرے گا
 شروع سے دیکھتے تو یوں فرماتے ہیں اولو میرا انسان انکا خلقا کہ من
 نطقہ فاذا اخرجتہم مبین وضرب لنا وضرب خلقہ قال من

یخرج العظام ومن یمیم قلبی حیھا اللہ انشا کھا اول امر حاصل
 مطلب اس آیت کا یہ ہے کیا انسان دیکھتا نہیں کہ جسے اسکو نطق سے پیدا کیا
 پہلے کچھ کر لیا نہ منی واللہ ہمارے حق میں یاقین بتا رہا ہے اور یہاں میں کو ہوں گیا
 کہتا ہے کون زندہ کر لگا یہاں کو جب وہ شر کر پورانی ہو جائیگی تو ہستی وہ شخص
 زندہ کر لگا جسے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا جب اس بات کو لحاظ کیجئے کہ وہ اپنی پیدا
 کو ہوں کیا کہ جسے اسکو نطق سے پیدا کیا تو صاف یوں سمجھیں آتا ہے کہ جنکو
 نطق سے پیدا کیا ہوا انکو زندہ کرنا اور انکو دوبارہ پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں اوکی
 مثل بنو خداوند قدیر قادر ہے جب چاہے ویسا پیدا کر دی سوچو کہ جناب رسالت
 آپ صلیم ہیں — پیدا ہوتی ہیں تو انکی مثل یہی خدا قادر ہوگا علاوہ برین
 چہاں کہ بخاری لفظ کی صفحہ ۴۳ میں حاشیہ پر جو الفتح الباری شرح صحیح بخاری
 جو استاد عالم محدث شہور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے روایت حال کو
 یہ بھی چکی جو الالمشکوہ ثلثین من اکثر التے ہیں ایک روایت رقم ہے جسکا حاصل
 ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومن الارض مثلھن کی
 تفسیر میں رقم فرماتے ہیں کہ رسالت زمین میں اور بر زمین میں ایک آدم میں یہی تہا
 حضرت آدم میں اور حضرت نوح میں مثل تہا بنی حضرت نوح کی اور حضرت ابراہیم

مثل تباری حضرت ابراہیم کے اور حضرت عیسیٰ بن حبیب تبارے حضرت عیسیٰ اور
نبی بن یثعل تبارے بنی کعبہ حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم اور یہ بنی ہجو فیصلہ باری قوم ہے
کہ امام حق نے اسکی سند کو کہا ہے کہ صحیح ہے، ان اتنی بات کہ شاذ ہے اور اسے
فتح الباری ہی کے حوالے سے روایت جریر بن جریر قوم ہے کہ ہزین بن یثعل ابراہیم
کے اور سوادکی اور خلقت ہے اور اس روایت کی سند کو بھی صحیح کہا ہے ماسوا کے
حفظ و تصوفیہ کرام علیہم السلام کا مذہب یہ ہے کہ ان اور ہزین بن یثعل کی مثل
پیدا ہوتی ہے اور وہ نئی فضا مچاتے ہے چنانچہ یہ مسئلہ بنام تجدد اشغال اور کلی طرف
منسوب اور یہ بات ان لوگوں میں مشہور ہے سوا اگر کوئی شخص خدا کی نہ مانی اور آج
کل کون ماننا ہے تو حدیث کی روایت اور حضرت صوفیہ کی روایت تو بالضرورت مانی
چاہتے اور او کو بھی مانی تو بحث کی کیا صورت ہے و بامین کی طرف بہت ہے تو
یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے سنہین بنا لیا کو کہ گنہیں سو جو شخص اس بات
انکار کرے کہ خدا کو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے ثانی بر قدرت نہیں وہ و باہوں سے بھی
و خدا کو تو مانتی ہی نہیں خدا تعالیٰ کو تو جواریا ہے تہا ان دونوں سے ہی بہت ہوا
خواہی وہابی تو اصلی وہابی نہ ہوگی جیسے آپ کی منگو میں پیدا ہوا تو خدا کو
بجائی اب اس بات میں یہاں ہی قلم تہا تہا ہوں اگر زیادہ کہوں اور دلائل

اصلیہ اور اس مسئلہ کلیات کو تحریر کروں تو وقت ضائع جائیگا قلم گھس جائیگا اور
فائدہ کچھ نہ ہوگا نہ کوئی سمجھیں گا نہ اگر سمجھیں گے مولیٰ نے تو کہتا اور کوئی ساہیل
لیکھ بھی دیتا فقط گر ان یہ بات کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم محتاج خدا میں کہ نہیں یعنی نبی
سو خود وہ من جو شخص یوں کہی کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم خدا کے محتاج نہیں اس امت کے
نظر میں جیسے کہ ان تقدیر کو رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے مجس امت فرمایا ہے وجہ نصرت
یہ ہے کہ انہوں نے نبی نہ ہی انہی کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ندی کے خدا کر
متر خداوندی میں پہنچا دیا سو بعینہ وہی بات ان لوگوں نے کی کہ خداوند کریم
تو سورہ فاطر میں انہم الفقراء الى الله واللہ هو الغنی الحمید فرمایا
یعنی ای کو تو تم ساری خدا کے محتاج ہو اور اللہ ہی حمید ہے جو لوگ محاورہ دن
عربی میں اور علم معانی و بیان سے واقف ہیں وہ لوگ واقف ہیں کہ ان کو مقدم کیا
اور الفقراء فرمایا فقر یا اس میں ہی نکتہ ہے کہ تم سارے کے سارے خدا
محتاج ہو خدا تمہارا محتاج نہیں اور خدا غنی ہے دوسری دلیل کہ بعد ہو گا کہ
فرمایا اور الغنی الحمید فرمایا غنی حمید نہ کہنا ہی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ ہی
غنی ہے اور کوئی غنی نہیں علیٰ ہذا القیاس سورہ محمد میں فرمایا واللہ الغنی
وانہم الفقراء اس میں کہ سیکے تخصیص نہیں رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہوں یا کوئی

بعد اس بات کے کہ کلام الدین دو جگہ یوں فرمادیا ہو یہ یوں کہنا کہ رسول الصلعم
خدا کے خلق نہیں اوی کا کام ہے کہ اس یا بین جاہل نادان ہو اور دیر پہلے
اولیٰ اس پر سلمان ہو مگر یہ بات کہ خدا غنی ہے اور سو خدا کے سبب اس کے محتاج اہل
اسلام میں اول سے لیکر ایک ایسی زبان رد فاض و عام ہے یہ احتمال ہو ہی
نہیں سکتا کہ کسی کو خبر نہ ہو یہ یوں کیونکہ کہا جا ہی کہ اس بات سے کوئی جاہل ہو
دلائل مندرجہ استفسار اشخاص کی طرف سے مرقوم ہیں وہ ایسی پوچھ ہیں کہ جنکی جواب
لیکن سے یہی شرم آتی ہے کوئی بات ہو تو اس کا جواب بھی لکھتی دلائل اشار الیہا
دعویٰ مدعی میں بعینہ ایسی نسبت ہے جسے کہا کرتے ہیں من چہ میگورم وطنیور من چہ میرا
جناب میں اگر یہی دلیل ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مدعی مذکور کے نزدیک بعض منافقین یہی
جنگ باب میں سورہ براہ میں یہ مرقوم ہے وما نقموا الا از اغناہم
اللہ ورسولہ من فضلہ خدا کے محتاج نہ ہوں کیونکہ جب ووجدک
عائلا فاغنی سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول الصلعم کو خدا فی غنی کر دیا یہ
احتیاج کے کیا معنی تو یہاں کچھ زیادہ ہی نکلتا ہے آیہ والغنی من فضل خدا کے
غنی بنایا تھا یہاں خدا نے اپنی مدد کے واسطے رسول الصلعم کو بھی ساتھ لیا اور
مفضلہ بھی موجود ہے نہ تھا یہاں من فضلہ بھی موجود ہے جس سے یہ احتمال بھی ملتا

کہ سرتہ اغناسا نفیس باغی ناکی جوری وغیرہ کی چیزیں جن جو کل کو کیسے مٹا لے
 مواخذہ کا اندازہ ہو بخلاف سورہ والضحیٰ کہ کہ وہاں ایسے کم نہیں تھے نہ یہ ہر حال
 ہی باقی ہے کیونکہ جبکہ نزدیک خدا ایسا چیز ہو تو غور و فکر کہ اس کی نبرد
 اس کے محتاج نہ ہوں اس خدا سے ایسے باتیں کیا مشکل میں بلکہ ہونی چاہتیں
 کیونکہ جب رسول الصلعم ایک خزانہ کا خزانہ دیا بیشی ہر وجہ معشوقہ تھی کہ
 خدا اونکا ہاتھ نہ پکڑ لیا کہ ہر وجہ ہو گا کہ اور کو غنی کئے تو کہیں اور
 لاتی تعالیٰ اللہ عن ذالک علو اکسیرا ان باتوں کو دیکھا اور
 حسن سکرڈ رنگ ہے کہ دیکھنے کیا بلا اجای اور اس سے زیادہ اور کیا بلا ہوگی کہ
 دل سیاہ ہو گئے تھیں۔ کافروں دنوار ہو گیا عقلوں پر پتھر پڑے حتیٰ وہاں
 کی تیز نری ایسی باتوں میں جو قدیم سے اصول میں داخل تھیں بلکہ دین میں
 سوائے اسکے اور دین میں فرق لیے ہی باتوں سمجھا جاتا تھا آج کل کے لوگوں کو
 شبہ پڑنے لگا بلکہ اولاً صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح سمجھ گئے صدق رسول
 اللہ صلعم یقل العلم ویکثر الجہل یعنی علم کم ہو جائیگا اور جہل
 ہو جائیگا شعری استہادی شدہ مجروح زیر پاہن طوق زین ہمدرد
 خرمی ہنم اہل عقل کو کوئی نہیں پوچھا ہے عقلوں اور جہلوں کی بن آئی ہے

پیشوا اور مقتدا بنی شی و دین و ایمان میں ایک قور پر کار و یا غرض بڑی بلاتو بہی کہ
 اللہ نے علم اور ہدایت اور کوئی سیاد بنا دیا اس علم میں مولانا مود علیہ الرحمۃ کا شہرہ باد
 آنا ہے شعر انشائی گرامہ است این دو چہیت جان گشتہ روان مرد و چہیت
 مخدوم من سورہ الصغی بن بقرہ و وجدک عائلہ افغانی کو فاعلی
 غنائی دینوی مراد ہے کیونکہ عامل عربی زبان میں مفلس کو کہتے ہیں اعنی خداوند
 کبرہ احسان رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر جلالہ و قہر قہر ہے کہ تو ایک ایسی مظلوم و محتاج تھا
 سوا بخور و نوش کہ نہ تھا میرات میں سے ایک بہ تیری پاس نہ پہنچا تھا کہ نہ تیرا پاس
 تیری داوی کے سامنے مر گیا تھا سموی تیرا احسان کیا تیرا نکاح ایک مالدار عورت
 اعنی حفصہ خدیجہ الکبریٰ سے کہ راویا جو سوجان سے تجھ پر عاشق تھی اور مال تو مال جان
 خدا کر نکو تیرا تھی بعد ازاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو رسا قریش میں
 متمول تھی تیرا جان نثار یا یا غرض اس آیت میں غدا دینوی مراد ہے جسکو عرف
 میں مال و دولت کہتے ہیں اور اود لوگوں کو نہیں پہنچا پایا یا جاعوف میں غنیان کثیر
 سو اگر اس غنا کے بہرہ و سر رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو خدا کا محتاج نہیں سمجھتی تو منکلو میں تو
 ایسے مسیون نکلیں گے کیونکہ جبکہ نہ رنگ و دان گذر وہاں دولت کی نہ ہو وائی
 اکثر لوگوں کی کہہ میں پہنچتے ہے سوا اگر یہی استدلال ہے تو ہم جانتے ہیں مدعی ہر کو کو

اکثر منکلو را لکی نسبت بہ شہنشاہ قہر کا کہ وہ خدا کے محتاج نہیں اور وہ لوگ ہی ایسا کہتے
 سمجھتے ہوں تو یہ تعجب میں کہم خدا کے محتاج نہیں کیونکہ وہ مائی لوگوں کی عقائد اکثر اس عقیدہ
 ہرگز ہیں ان اللہ وان الیہ راجعون و منکلو را و پر کے سنی ہی اکثر
 تین تہائی رافضی اور ایک باوشتی نظر آتی ہیں اور یوں خیال میں آتا تھا کہ الہی
 اور ہر زاوہر بہرہ بالکدر قیامت کو قہر کو کسی جماعت میں اکثر اسو کا دونوں قسم
 لوگ انکو دیکھ دینگے پہرہ اصلاح تازہ جو مٹنے دین مجدی میں دی ہے پہل پہنی
 پیٹھ پھڑی ہی اصلاح پر مائی لوگوں نے فضا عت کی تھی پر فریضہ ہے وائے
 آج کل کے محقق و کولہ روز بروز اصلاح تازہ کے درپہ ہیں شاید پہرہ بات باہم
 فر قہر و فشتنٹ بنجلا فترتہای نصاریٰ جو آج کل یہاں حاکم ہیں اختیار کی گئے
 کیونکہ انہوں نے چند صدی ہوئی کہا جمیع ہو کر اور شورہ کر کر دین میں اصلاح کر
 اور قہر فرقت سے جسکو رو سن کا تہلک کہتے ہیں جدا ہو گئی مخدوم میں پہرہ بات ظاہر ہے
 کہ دنیا کے باندی علامہ کی غلامی اتے نہیں جتنے بند و خود خدا کی غلامی ہے دنیا کی باندی
 غلام اور بیان میں فقط آنا ہی قہر ہے کہ شلا میان نے اسکو جو مول لے لیا تھا
 سیاقون میں پہرہ اور ہر بار میں یہ یہی بنی آدم وہ یہی بنی آدم کہانے بیٹھے گئے
 موتے وغیرہ کا وہ یہی محتاج یہ یہی پہرہ انیس غلام میان کی ہر بار میں ہو سکنا

پہر جب غار حو تو جس دین میں دینے والے کو اختیار ہو تب ہی جب چاہے چھینے
اور سیر ہر دم اور سکا محتاج ہے خدا کو بد خدا کو اختیار ہو گا چنانچہ قدیمی مذہب
ہی ہے اور یونیکر ہو خداوند کریم فرماتا ہے **قوة الملائكة تسقط من تحت الملائكة**
یعنی قشعہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جیسے لینے کا اختیار علی العموم خداوند کریم کو
معلوم ہوتا ہے بلکہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں **ولئن شئت لاذن ھیں**
بالذی اوحینا الیک شمساً و یقیناً لک شمساً علیک اور کیا شبہ ہو تو
سورہ فی اسراء میں دیکھ لیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمالات کو
خداوند کریم جہن کتبے کو نہ کہ جب قرآن کو جو صفات خداوندی میں سے ہے اور اس کی
برابر کو ہی نعمت اس عالم میں نازل نہیں ہوتی چنانچہ لیا تو اور سب کمال تو اس کے سبب میر
آئے تھے کیونکہ حق تعالیٰ کمالات دینی میں داخل ہدایت ہیں اور اسی سبب ہادی اور سبب
ہی ان کا نام ہے چنانچہ دلائل الغیبات میں مرقوم ہیں اور سبب ہدایت ہی کلام اللہ
ربا معشوق ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سو وہ مسلم لیکن کلام اللہ کو کہتے تو تمام مٹی اور سار
مٹوکل اور جہنم میں اور اس کی وہ لوگ جن کی حق میں خداوند کریم محبوب ہم و یحبو
فرماتا ہے خدا کے محبوب ہیں اور اس کے معشوق فرق ہو گا تو زیادتی کی ہی کام ہو گا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت اور آپ شری محبوب ہو گئی اور یہ لوگ ان بات میں

۱۲۵
نظر اہل انہ باطن ظاہر انوارا سوچے کہ غلام کمال حکم نسبت میں ہی کمال ہوتا ہے
جیسے جیسے زمین اور سیکہ رخت اور باطن اس وجہ سے غلام ناوقفیکہ آزاد ہو
غلام کا غلام ہے سو بڑی تعجب کی بات ہے کہ خدا میں اور بندہ میں باوجود کہ
کوئی نسبت نہیں بہر بات نہو سبائی باندی غلام تو میان کی ظاہر اور باطن ان کا
میں خدا کے باندی غلام اور اس کے محتاج تر میں حالانکہ خود خداوند کریم سورہ فاطر
اور سورہ محمد میں سبک نسبت فرما چکا کہ تم میری محتاج ہو اور موافق قیاس مذکور
بہر بات ظاہر ہی ہے کہ غلام کے پاس جو کچھ وہ میان ہی کا ہی اور اس میں
تصرف اور اس کی اجازت کے معنوں میں غرض ہر دم اور سبک محتاج ہے بندہ کی
پاس ہی جو کچھ ہے وہ خدا ہی کا ہے بے اس کی اجازت کے اس میں تصرف کرنا اور
روانہ میں اور اس وجہ سے ہر دم اور اس کے محتاج ہیں چنانچہ تمام احکامات سے
خاص کر ان حکموں سے جو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبت آئے ہیں صفات ظاہر
کہ بطرح حکم ہوتا ہے وہی کہ سکتے ہیں بلکہ طرف ہے کہ اختیار نہیں چھڑا خود
خداوند کریم فرماتا ہے **ولله ما فی السموات والارض حیس صاف ظاہر**
کہ ہم ملائک اور نبی آدم اور جو کچہ اس کی پاس خدا کی ملک اس صورت میں
بجز اس کے اور کچہ نہیں ہو سکتا کہ جو کچہ سبک پاس ہو خدا کی طرف سے مستعلا ہوا جا
نہ

مگر چون علت نہیں دیکھنے کی ہے محبت تو خداوند کریم کو ان لوگوں کی نعمت کمالات کے
چیزیں لینے کی ہر طاقت نہ ہوگی خصوصاً جب یہ خیال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب
لوگوں کی سستی اور عامی کا بین کیونکہ آپ کی جو محبت ہی انہیں اوصاف کی باعث ہے
جو جس صورت یا باعث احسان یا بوجہ مراتب نہیں صورت کی وجہ سے محبت ہو
وہ تو بہ حدیث معروفہ **اِنَّ اللہَ یَنْظُرُ الْمَصْرُوفَ** کہ وہ دیکھتا ہے جو کچھ مانگا
کہ خدا تمہاری مخلوق اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہاری نیتوں اور دلوں کو دیکھتا ہے
سو نیت اور دل کی خوبی ہے کہ دل میں بہر اوصاف ہوں اور پرہیزی اوصاف باعث
اعمال ہوتے ہوں اور باعث اعمال ہی کو نیت کہتی ہیں اور احسان بمعنی شہور ہونے کی
وجہ ظاہر ہے کیونکہ خدا سب پر احسان کرتا ہے خدا پر کوئی نہیں کرتا اور کلام اللہ اور
حدیث اس معنیوں پر ہوتی ہیں تمت بالخیر فقط **بِہِمْ** **وَاللّٰہُ یَعْلَمُ**
خدا تعالیٰ اعانتی سلامت اسلام علیکم وعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غنایت نامہ را دیدم ایام
سامی بر سر مگر حال بن اول بشنوند خود کردہ گوشہ عافیت کو کوچہ سلامت ہستم
وہ جو خلافت کی مایختہا بنیامین باشد لب نہی جنبانم و دست بطنم ہی برہم
اگر کا ہی باصرا احباب غنایت فرمانا یہ سبتوہ آمدہ ام و این سلسلہ را جنبانیدم
خدا را گفتیہا از ہر طرف شنیدہ ام انون لغرا بند کسل و تحریر جواب دلاست سامی را

آتش شفیق میں نہیں نصیب اعلیٰ انصاف را گردن نہ دند باز اسید داو و انقیاد از کہ
داریم تا مکتون غلام و مضمون دل غلام سپاریم ہمیں یکہ زبان بدیا کشیم و ظلم را بطلان
نہیں مگر چون این غنایت اولین غنایت است اگرچہ ایسا جواز ہے بر این ہمہ کج ادبہا
باشد تا چار بعد ضرورت پیشکش نہ نماہیم سکہ رفع مدین و جہرا میں نہ پندان ہمہا نشا
کہ دندارلں بہ روی ریا را فلق واضطراب و تحقیق آن مبادیتر و قبتان واجبے
فرض نیست حدیث یا تہی مومہا ایجاب و افرافض شنیدہ ایم اری قرارت فاخصفہ **اللہم**
اگرچہ جب پریشانیہا را دلا و گان راہ صفا باشد البتہ می سہر و نظیرین و ہمیں سکہ
انچہ نوشتہ ہستم می نویسم تو ندانم کہ فاتحہ را در نماز فرض گویند یا کسانیکو احسن خوانند
دین قدر موافق کہ فقط در یک رکعت یکبار فاتحہ بخواند و در ہر رکعت مبادی بخواند
فرض نہ زیادہ از یکبار در یک رکعت ہست و نہ کم از ان کہ در ہر رکعت خوانند در
یک نماز ہست اندر ہر صورت صلوة کہ لا صلوة الا بحفظ الفتحۃ الکتاب وغیرہ
احادیث اشارہ بآن فرمودہ اند باعتبار امتداد زمانی ہمیں یک رکعت باشد و نہ
میایست کہ در نماز یا بیچکانہ وغیرہا قرارت فاتحہ یکبار کافی می شد و میدانی کہ از
زمان نبوت گرفته تا ابن زمانہ بر آتش و چکیں ازین حدیث ابوعبیدہ نقل کردہ مگر آنکہ
مجتہدان ابن زمانہ باین نکتہ رسند یا بچکانہ کہ خدا صراشا و نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

آن بود که در نماز فاسد باشد و اصل فهم هر است آنست که هر رکعت نمازی است جداگانه
این نیست که توافق اذان با نماز هرستان جمله دو رکعت صحیح و چهار رکعت نادر و غیره و عشا
و سحر رکعت مغرب و وتر را یک نماز قنیده منظورند و این جداگانه و بدیهه اند که چنانکه
باعتبار استدلال برین تقریر مقدار تعداد رکعات کمتر مصلو^{له} لازم است و تا وقتی که
نوبت از یک رکعت گذشته و صلو^ه بهم جای خود است بین بطور باعتبار مصلیان
چنانکه نماز یک مفرد نماز واحد است و نماز چند مفرد و نماز متعدد و نماز جماعت هم نماز واحد
چنانکه بطوری نماید نمازهای متعدد نیست همین است که از اجتماع نمازهای متعدد می شود
مقتدیان را در ارکان نماز اجازت تقدیم و تاخیر نیست و هرگاه که امام هرگاه کافین است اگر چنانکه
بطوری بی نیازی جماعت بقدر مردم نمازهای متعدد بودی همچون مفرد و آن متعدد نماز هرگز
عبادت عبادی بود و از فساد یکی فساد دیگر لازم نمی آید و ادان ارکان هرگز بطور خود
مختار بودی یا بنیاد ای دیگران نمی شد هرگز یا رشته جداگانه می بایست اعتبار باعتبار
اول ظاهر هرستان نماز صحیح و ظهر و غیره را یک نماز چند در حقیقت نمازهای متعدده را بهم
بیک گروه کشیده اند و باعتبار ثانی ظاهر ایشان نماز جماعت را نمازهای متعدده دانند
در حقیقت نمازی است واحد که هرگز با بیان هر کاری است مثال اگر یک کار است بهر تقسیم
اشتراک نمی و اصولی بین شرکت چند اصعب و گاه و غیره حیوانات را چنین میگویند و غیره

که اسب و گاو و غیره اگر در میان یکی شرکت باشد جمله آن جمیع بود این تواند گفت که هر از این
اوست و یا از آن این اسب و گاو و شرکت اگر مرد و از آن جمیع مرد و اگر در اطراف و بعضا
تقصان پیدا بدو در چند همان نقصان پیدا آید و بعضی دیگر نیز تقریر نتوان کرد همین بیان
نماز جماعت را باید قنیده که شاید غلطی بدل که آید و پس از این تفهیم هم اجاده حق او را
رباید این نیست که اگر همین وحده است این چه فرق است که انتقاض نماز امام موجب
انتقاض نماز مقتدیان شد فساد و نماز مقتدیان جماعت فساد نماز امام می شود
مقتدیان تابع امام شدند امام را تابع و برابر ادا ارکان جمعا لازم نشد و امام
مقتدیان را کفایت کرد و عده متوکلین چون نشد اگر وحدت نماز سر باید این یک کار
بودی بایست که امام و مقتدیان همچو شرکتار اسب و گاو در جمیع احکام برابر می شدند
لذا فرق نمایین نوشتن و احباب آشفتن می این مثال که عرض شد فقط از بعض
تفهیم هم شرکت چند و احد نمایین شرکتار متعدد بود و غیره هم این نبود که هرگاه که شرکتار
باشد پس این قاعده باشد مثال عام فهم هر این تفهیم هم بایست اکنون این فرق را هم
نیز بن باید نشانید شرکتار بدو گونه باشد یکی شرکتار در ذات اعیان یا صفی
موجودات مستقل اسب و گاو که وجود آن تابع وجود دیگران نباشد شرکتار
در قسم اشتیاء بطوری باشد که از این مثال بر آید دوم شرکتار در اوصاف

بطلان نماز نیست مقدمان شود چنانکه طلوع آفتاب در صول آن مجموع اول باید باطل
 زمین نباید تقدم نور زمین از طلوع آفتاب ممکن نیست همین سان ادای امام اگر آن نماز
 اول ضروری است تا نور آن نماز در زمین ارکان مقتدیان نباید تقدم مقتدیان بیکار نور
 باشد چنانکه امر اتحاد و نور قطعات زمین را می باید که با جمیع آن مجموعاً اندوخته شود
 آفتاب نور مقتدر نیست چنانکه مقتدیان را باید که با کسب مقتدیان همان نماز ارکان خود مقابل
 ارکان امام را اندوخته پس از آنکه امام کار خود کرده وقت استفاده نکند و ممکن نباشد چنانکه جمیع
 آفتاب نقاب بر نور زمین افکند و سایان زمین خاص برقع رخ آفتاب را لمتاب
 نتوان افکند با قطعات دیگر هم از نور آفتاب بهره انداخته نیست و امام هم راستا نشود
 و مستور مقتدی بخزان دیگران راستا نتوان شد با جمیع اشتراک در نماز چنانکه
 مجموع شعاعها و روی زمین در نور است و چون نباشد نماز هر یکی از اوصاف است
 از ذوات اعیان نیست اشتراک اسب و گاو را قیاس نتوان کرد پیدا است که
 اشتراک در وصف واحد بخزان کفشی که شنیدی بطوری ممکن نیست این نتوان شد
 که وصف واحد باشد و موصوفات با و متعدد باز هر یک با مستقل باشد که دیگران
 مستغنی بیکدیگی را اگر استغنا را مستقل است و دیگران در آن وصف محتاج و اتیلم
 او نباشند آنکه نظر بر کتب معقول انداخته اند بلکه ذهن سلیم بدست آورده اند

یعنی در مهورات اینکه وجود مصادیق آنها بالاستقلال نبود بلکه آن اشید و وجود
 و تحقق خود محتاج دیگران به شد مثل سیاسی و سفیدی و نور ظلمت نمی که سواد
 وجود خود و بیاض و ترقی خود و همین سان نور و ظلمت محتاج وجود بیاض و اسود
 و نور و ظلمت و همین قسم شبیه اشتراک شرکان رنگی دیگر باشد یعنی هر یک در
 شرکاء و هم سنان و گرنه باشد بلکه بلی تابع بود و دیگر متبوع آفتاب و نورش را رنگ
 این طرف زمین و نور را در این اگر نظر غایب است اینک هر کس کرده ام واقع است بقدر
 نور و اعداد است و متوجه و یک طرف زمین است و طرف دیگر آفتاب و اگر در بدن
 آفتاب یک طرف مانی تا بل باشد اینقدر افکار نتوان کرد که مجموع شعاعها آفتاب است
 عرض یک سطح نورانی است که یک اعتبار و زمین دارد و یک اعتبار رخ بان مجموع
 اگر فرق است همین است که آن مجموع متبوع است و زمین تابع یعنی اگر مجموع شعاعها
 مذکور بازین دست و دگر دارد این نور هم بازین رطبی معلوم دارد و در هر آن
 مجموع و در چنانکه اینجا این نور نیست مجموع شعاع را صفت حقیقی و ذاتی نخوا
 و نسبت زمین مجازی و عرضی پس نور نماز را بنابر کیفیت امام نسبتی دارد که نور
 با مجموع شعاع و با مقتدیان از باطنی دارد که نور مذکور بازین چنانکه کسوف آفتاب
 موجب تیرگی همه حیات از ارض و سما میگردد و بطلان و فساد نماز امام است

معاد البشر و بسطیکه عرض کرده ام فهمید اکنون می باید شنید که چون مراجعت
یک نفر آید و باز ناز و تقسم و صاف بشنختن در آن هم الام را اصل و مقتدیان را تابع
و بدی بکلمه حصوله الا بغافلته الکتاب اگر لازم است فاعلمه خبره المام است
نه بر فروزان زبان و نه این وحدت مشار الیه که اگر شایس ازین که گفته بودیم که فاعلم
باستعصان توان کرد خیال باطل باشد که نواز می باشد و بدیه مقتدیان وقتی شاید که این
وحدت را سبیل بکثرت گردانند و قعد و صلوة را با ثبات رسانند تا آنکه اعتراف بان کنند
که انحرافان کی نماز فاعلمه و طهارت ضروریات نماز بنده و دیگران هم لازم آید مگر اگر بن
لزوم است وقت تحریر همه عالمیان را طوعا و کرها قرائت فاعلمه و غیره ضرور افتد چه
درین باره همه عالم یک مرتبه فاعلمه اند شخص بعضی دیگر می تواند که بر سر را استعمال نکند
و قیقه شناسی امام امام الم اعلمه کوفی حجه الله علیه را باید دید که چه حد و پایان حسنه است
و کوفی طاعان زانه را باید شنید که کدام مرتبه اس کشیده است چون از فخر فرافت
دست داد و دیگر می باید شنید امام امام و جنو مفرد و امام نفوی نقصان نماز بر کفایت
داده اند مقتدیان ازین حکم یکس نهاده اند که مخالف این سخن گفته و مقتدیان
را هم درین سبک نشسته بهت بدیه امام نهاده است باقی زیاد ازین چه گویم که امثال
ما و ما را تقلید می ضرور است این انداز لایستی همچو المان بن زید بن کثیر و غیره

در باره فضل گنبد و شکسته اعتراض توان کرد و چنین ابداع او شان ما و ما را
بهین طور بشود و مکرر تقلید که از آن بنقول است و خود را عرض نیست الا قرآن و استعمال ما را
بهین تعلیم ضرور است مذنب لایستی اختیار نماید و فقط مذنب است
مرتبش که این نوع **بسم الله الرحمن الرحیم** و شانه بالکبر
کمین خلاق بکبریا شراست و علم فی العزیزه بسامی خدمت عزیزم مولوی محمد حسن
جعل الله فخره و عظمتا سلام سنون اول پیش کرده که در شریعت عالم هیچ قرین افضال
الهی است آری حادث که لال انگیز باشند این معاقبت الغریب است بنده کمین الغریب و غیره
مولوی محمد حسن را مثل خیمه و چراغ خود میدیدیم و همچو دست و پای خود می میدیدیم
نمی پنداشتیم که روز معاقبت هم رسیدنی است او شان فخر و عزیزم مولوی محمد حسن
پس از چندی میروند باز بنان من و کوششهای من درین اثنا که قیقه الغریب رسید
آن پنج پنهانی بر سر آمد و ملائکه تازه شد بر لادم عالم مجبور است اگر عت عارض حال
اقارب الغریب نبودی و لایستی خواست که الغریب را جدا کنم از آنچه بنا چای پیش آید
سے آید بجز خبر چاره نیست هر چند و درم که اگر غایت اجابت است و حضور جوابی قبول
که غرض تمام این نیست که جواب نظام الغریب را فخر چندان هم باشند نیست که غرض
حفاظت نامر رسیدن بود امری جوایب و مضامینش ندیدیم که بگویش و غمی که

که اشتغال بر آب و در این نام کاغذ و قلم برداشتم برادر من کل شکر النوع آن کلی میباشد که
 حصه از آن کلی آن کلی را عارض شود مثالش همین مفهوم کلی است چنانچه مفهوم کلی نیز کلی است
 بر نوع و جنس و فصل و عرض علم و خاصه ما بهیم متعدد صادق می آید جمله کلی شکر النوع
 عدد و امتیاز در پیدا و در غیر اشرا و مات بر نفسهای خود نیز بعضی اوقات صادق می آید
 اگر اشرا را ده کرت گیرند اوقات عشرت العشر را عارض خواهد شد و همچنین باید کرد
 مگر در حقیقت عروض الشی لنفسه بر علم احوال است عروض نسبتی است و نسبتی که باشد
 مستند می باشد نسبتی است که ذات خود متغایر باشند ازین جهت این امر در انضمامیات
 هرگز صورت نگیرد و مگر در اشتراکیات که کلیه و غیره نیز از آن نظام جهان نماید و غیره
 عارض میشود اما در حقیقت عروض الشی لنفسه نمی باشد اگر میباشد انطباق شی واحد در
 برابر اکثر میباشد که هر یک عروض معنایی نمی باشد کلیه و میان کلی و افراد و نسبتی
 امری قائم بذات کلی نیست و در نسبت با فوق نیز کلی بود و سید الی نسبت امری
 متغایر نسوین میباشد چنانچه نسوین الیه نسوین را عارض میشود و همچنین نسبت نسوین را عارض
 نمیکرد و البته نسوین آینه شاهده آن میباشد یا گویا قیاس است از آن میشود و طلب
 به حال واحد است یا به نسبت آنچه آینه امری شطیح عارض میشود و گویا آینه طریق ادراک آن
 میباشد چنانچه برای العین دیده باشی در صورت مرئی متغایر آینه و مباین آن میباشد

بنی

همچنین نسوین آینه ملاحظه و اشتراک امور اشتراعی میباشد و در حقیقت از هر دو
 مباین و متغایر میباشد اکنون معلوم باد که مفهوم کلی اگر نسبت ماصدق و افراد خود کلی
 از مقدار عروض حقیقی که منقسم بقیام الشی یا وقوع الشی علی الشی است از مرئی آید چه
 امور اشتراعی را چنانکه ذاتی و وجود مستقل و خارج نمی باشد اگر میباشد و در زمین میباشد
 پس در زمین اگر چیزی مستقل بالذات است از باره که محکوم علیه یا محکوم به توان
 و آینه شاهده نسبتی می باشد اشتراک صفاتی اشتراعی توان نمود اندین صورت اگر
 لازم خواهد آمد بقدر لازم خواهد آمد که یک فردی از کلی یا چیزی دیگر بوسه آینه شاهده
 و اشتراک فرد و در گویا و این جهان است که گویا یک آینه و در گویا و دیگر گویا و در گویا
 و از یاد نسبتی باشی که در خارج این عروض الشی لنفسه از چه مباین کلیات اشتراعی باشد
 صورت نمی بخشد و در خارج اگر اشتراکیات را وجود است آن وجودی است ضعیف که
 بر تو انضمامیات یا دیگر امور مستقل توان خواند وجود مستقلی و در خارج اشتراکیات را
 نیست که وجودی و دیگر از آن را باید با وجود و مبالغه خود پس باقیه نسبت شتاء
 با اکثری از اقسام قسب کلی شکر النوع باید بداشت نسبتی را نسبت عدویه اگر تنها
 شود نسبت موهومی باشد و چون آن نسبت را بهمان نسبت مضاف کنند نسبت
 شتاء با اکثری میگردد و باز اگر آن نسبت را بسوی مضاف اول مضاف کنند آن نسبت

ثلثه بالتكثير فخر او شده و همچنین قیاس باید کرد و مثلاً نصف من چیست به نسبت موحده
است و نصف النصف ثلثه بالتکثیر و در اسوی چنان نسبت نصف موحده است
و سومی شش همان نسبت نصف است اما نشانه بالتکثیر باز در اسوی شش افزوده
همان نسبت نصف است لیکن ثلثه بالتکثیر و الداعلم بالصواب کتابی منیر نظر نیست
که از آن نقل کردی آنچه بدل میرزد نقل نموده شد و و در تحقیق در سطح فی العروش
عزیزم جامع الکمالات مولوی فخر الحسن زاو که الدیسطه فی العلم ازین ناکاه محمد تقی
نام پس از اسلام سنون مطالعه فرمایند عنایت نامدربین عنایت گرفت هر چند حاجت
تجربین نمیخواهد ابواب استعارات خود بخود مت رسید به باشند مگر نظر بنید المینان
عرض پردازم قدم و دوام که مصاف بذوات و اعیان باشد قدم مطلق و دوام مطلق
اعتنی قدم را اولیت نبود و دوام را آخریت میباشد و اگر در اوصاف گیرند و دوام و دائم ذات
الموضوع و الموصوف مراد باشد و از قدم ثنذوات الموضوع و الموصوف باقی هر چه بدو
واسطه فی العروش نوشته ام اگر چه مجمل خطاست چاین نایبدا زکو چه کتبه الالهام
بر اصطلاحات کمایبغی نیست یکد و بار اگر گوئیم رسید به یا پیش نظر م آمده اعتبار را
نتایض خصوصاً نظیر و گوشت من که توبه التفات نصیب اعداست مگر توبه زنا نام چه
خطا کرده ام بلکه خیال احقر خیان است که حقران معقرضان در فهم حقیقت واسطه

فانظر

فی العروض نظاکرده اند بلکه اگر گویند زیاد از شتال تواند شد فراش برآرد بخیا باشد
نقطه واسطه و نقطه فی العروض خود نیز بقدر شایستگی چنانچه می بایست فی واسطه نیز
رسیده است و اگر مجموع الوجودی واسطه الان کما کانت ذاتم توسط واسطه بهر
وجه و واسطه را واسطه گویند عرض کسی که بعد از موقوفه فی واسطه رفته اند نیست
که انصاف ذاتی نیست یا گویم بالذات نیست بالطبع است و چهرش نیست که در صورت
افاضه استفاضه حصه واحد از وصفی باین معنی مستغنی مشرب باشد باعتبار
مختلفین باین معنی نسبت اش به صفیه و اولی باشد و باین مستغنی نسبت اش بآن
و بجای چون وصف واحد قائم بیک موصوف باشد و هر یک را موصوف ^{الذات} گفته اند
ناچار باین سخن اقرار کردن لازم آمد که واسطه موصوف است نه فی واسطه معنی وصف
معلوم قائم به مستغنی است نه به مستغنی مگر باید داشت که مراد از مستغنی نشی و موصوف
وصف است نه سیاهی و دوات بهر سیاهی حروف نه آنکه اقسام اوصاف و نشانی
اشبار از اجزای بجای رساندن کلمات را می بینی مگر اوصاف از آنجا که در قسم اندکی فاعلی و
فعلی دوم مفعولی و انفعالی و افاضه و استفاضه یکی نمی و اگر باشد کیفیت انصاف
نیز در یکی بر یکی جدا باشد اگر وصف فاعلی است قدرمند ذات الموصوف و دوام او در
ذات الموضوع لازم آید و چون چنین است اولیه و بالذات بودن آن وصف نخواهد

تواند آن باشد اگر وصف مفعولی و افعالی است نه قدیم است نه دوام است مفرق از افعالی
و بالذات و بالعرض همانسان باشد که در اول بود و همین است که حرکت سفیر یا آنکه
حق او اول و بالذات است لازم و مطلقا و صاف قدیم گویند چه حرکت مطلقا و صاف
مفعولی است و اینجا است که مثل در موصوفات مفعولی در آن وصف فاعلی می تواند کرد
اگر چه چنانکه دیگر افعال لازم مطلقا و افعال متعدی باشند زمین را می توان که در آن
حرکت که متعدی است اکنون می آید شنید که جالس بنزد مفعولی فی الصدوق را اگر این
اعتبار سازیم بگویند که زیرا مصلی و مقام سابق خود را از صدوق یا مقصد غایت گذاشته و با
اعتبار توان گفت که آن که مکان بغیر همان کیفیت است که بود تغییر یا باور دنیا فتنه
مربوط از آفتاب نیز باعتبار کیفیت ذاتی خود همانسان است که پیشتر از آن بود و اگر اینجا
کفایت از طرف آفتاب یا چیزی دیگر عارض حالش گردد جالس سفیر را نیز کفایت تازه عارض
بالمیقن و در عجب و از این که در مکناره و دیگر مکن نبود باز اختیار است از حرکت گویند یا
سکون لیکن اگر کیفیت عارضه بر جالس می به جلوس است کیفیت عارضه بر زمین نیز می
به موجب است اکنون اگر کسی آفتاب را گوید که موصوف بان جسته است که عارض
بر زمین است از ماتی صدراع اختیار است بگوشتش با وجه پادشاه و آخر صفه سوم
انتخاب الناس دفع و دخل کرده ایم بعد ضرورت یک جمله از آن مرقوم است آن است

باینجه به وصف آفتاب کا ذاتی زمین و جالس که موصوف بالذات بود که الیه
و آخرین عبارت را بنور نگارند بنصورت آفتاب را و اسطی فی غیره و مکناره
مستطید را که لاتی زمین شده اند و اسطی فی العروض نام هم بفرمایند که در زمین مانعش از
کدام طرف را خواهد یافت زیاده ازین نوشتن فصول می بینم افزون بفضله تعالی عالم
کمال اند با اینجه اگر غلط کرده باشم مکرر الا نه اگر پاشا و افزون بکلیه تنبیه دیگران هم
اگر غلطی خود مطلع خواهم شد با خبر عرض همین دارم که انشاء الله اعتراف خواهم کرد و اگر
غصب کند شد است لیکن اهل فهم را سر و کار به طلب باشد اگر با عرض و در اسطی فی العروض
و غلط کرده باشم یا غلط کرده باشم یا غلط کرده باشم یا غلط کرده باشم یا غلط کرده باشم
بالمعرض به موصوف بالذات اختتام باید و نقد باین نقد خطیه می توان کرد و حاصل
این امر اضر این وقت آن شد که وقت انصاف معروض موصوف بالذات را و اسطی
فی العروض گفتن خطا است و پیدا است که این منزله لغظی باشد بنقد معنوی تا اهل
فهم را خیر اثر انگشت نهان باشد و انقشاش غلطی کار الفاظ برستان است نه مقب
معانی سخنان یا قی در بار حقیقت زمانه بوجه قلت فرصت بحثی جدا گانه نوشتن توانا
باینجه و جوابات استفسارات مولوی محمد حسنینا بعد ضرورت نوشته ام و بدانم
که افزون را مان قدر بر مضامین باقیه اگر باقیه اند بهشت را خواهد بود و کمال است

این چند طور قمر زده ام پس از خط افق این نام را نقل این نام بر دست مولوی احمد علی
 نیز در یاد فرستاد و فقط تین تین فقره در این میان نشانی از زبان مولوی سید احمد علی حقین
 ناکار به ایشان خاطر خود قلم کشم من میسازد مقبول باد عزیزین عمار در زبان عرب
 ابر سیاه را گویند بزعم احمق و حدیث کان فی عجم اشاره بوجود منبسط است که صلا
 اول است و از هر صادرات اقدم و از رب در این کانها اشاره به تجلی است که در
 اوست و از تجلیات اعظم و منبسط اشاره دعوت انبیا که ام هانست و الدبا علم
 چو ذات بخت من چیست هوسمی یا سنی از مضایق الیه یا مضایق اضافی چنان قسم
 مفهومات را از بعد از رب است از هر قسم که باشد و آنجا نام دوی هم مقفول و بی مطلق
 رب یا اضافت فی عما چگونگی راست آید آری اگر تجلی اعظم را رب گویند و خود منبسط
 را عباد دور از تحقیق نباشد و الدبا علم تحقیق الحال صورت این تترکات این باشد که
 ذات بخت را عاقله قیود و تعینات و تخصصات برون است و در الواء نظر برین
 لا تعیند و لا تثنای از خواص اولیای ذات باشد و چون لا تثنای را با ستاده و
 کویت تثنایی و تثنایی است چه بر طرف که روی تساوی است لاجرم تجلی اطراف
 و وسط و انهم بطور محیط و مرکب است آید اگر چون اثنتیه نسبتی فحاین لازم است
 اگر نسبت تباین باشد و نسبت لا توجه اطراف بسوی یکدیگر در دو طرف از توجهی

این چند طور قمر زده ام پس از خط افق این نام را نقل این نام بر دست مولوی احمد علی

وسط لازم آید و از اینجا که صورت استاده و کویت مسلم شد همه توجهات را گذر
 مرکز ذات باشد و از اینجا که این نقطه تبار و توجهات غیر تثناییه و نسبت غیر تثناییه
 اطراف غیر تثناییه از دیگر نقاط مستند آمد شعاعانی که نقطه وسط را میسر آید هیچ نقطه
 را میسر نباید بلکه نقاط باقیمانده یک توجه و یک نسبت منتهی شده اند و نظر برین
 اجتماع نسبت و توجهات مذکور به تجلی اول میداند پس ازین چون حرکات توجه
 و نسبت را هنوز مجال نفوذ از مرکز بر طرف ثانی باقی است اینجا از طرف آمده
 همه بر طرف ثانی رفت و اینجا از طرف ثانی آمده بود و با این طرف آمده اند و بصورت
 تجلی مرکزی همچو شعاع فیلد باشد و نسب و توجهات بمقابلش همچو نورانی شعاع
 که از هر طرف او را محیط است و با اینهمه گمان شعاع از همه متنازع و عرض وجود منبسط
 صادر اول و لازم ذات اول است و این تجلی اعظم تجلیات است و اقدم و اثنای
 آنها یک چنانکه مرکز بصورت محیط باشد و همین است که اگر اندرون دایره دوازده
 صغائر توانی آنها ساخته بسوی مرکز فرو آید انجام کار فواید مرکز رسد و یک
 دایره صغیره چنان مرسوم شود که در جوف او سوار مرکز دیگر نباشد اگر تجلی مرکز
 را بشکل اصل ذات گویند بجای است و میدانی که در تجلی همین اتسام صورت شد
 و در اکثر انطباعی وحدت منطبق از دست نرو و لیکن همچون وجود منبسط

خبر اول است

و اقرب است از ذات محبت از دیگر عنوانات ازین جهت بالغرض از دیگر عنوانات و عدم او را
 قریب تر ذات محبت باشد باینجه مورد منبسط اگر چه در مرتبه قوت از مرتبه ذات است لیکن
 ناموجود است و سبب آنی که اطلاق وجود از اطلاق محبت مطلقا بلا است بلکه اگر تحقیق است
 همین اطلاق محبت است چه معلومی تحقیق بالاتر ازین معلوم نیست اگر هست ذاتی است که با
 مفهومات هم هر و کله ای ندارد و دیگر مفهومات تحقیق اگر چه نسبت یکی بالاتر از دیگری نیست
 این مطلق توان خواند نسبت دیگری قوت تر اند از وجود حلالی اطلاق مقید اند مطلق پس
 اگر چه تحلیلیات مقیده نوعی مقید از الوان باشد لاجرم هر این محلی بر یکی تجویز کنند که چنانکه
 و عدم اولی که بجز خلقت و عدم انکشاف هیچ نباشد و بر یکی هم همین باشد نظیرین اگر
 اطلاق علامه بر وجود منبسط کنند بجا باشد پس ازین اگر موارا بمعنی غائی گیرند چنانچه در مواضع
 کشید باین متوجه آمد معنی ظاهر است و اگر اینجا هم تدبر را قوتی ازین خیال استقران است که
 این مفهوم را بر حسب انی خداوندی که صفت تدبیر اوست و از همان درگاهندگان ناما که
 به هم یافته اند و در آرزو که کارش همین تحریک و تحرک است و جنبش اراده و موقد با و است
 و سبب آنی که این معنوم را با هوا خاجی چه قدر تجانس است اگر فرق است همان فرق
 روح و جسد و مطلق معنی اوست و صورت و معنی نباید بین است که بسم الله الرحمن الرحیم

حب یک هوای هر است و باین بهر ارتباط علم و حب هم آفشان است که انکار نتوان کرد
 و اتصال و عدم حسیله تشفی دیگر قیامین نیز از ان قسم است که در و از ان نتوان یافت
 پیدا است که کار علم همین تمیز و انکشاف است که اول از بدو وقت تحقیق محلی اول و اعتبار
 او از محلی تحقیق گشت پس اگر آن مرتبه را تعلیل علمی هم باین اعتبار گویند بجا است این وقت
 این ارشاد و فقرات صوفیه کرام خوانند علیهم السلام جمیعین که تعلیل اول یقین علمی است بهر است
 خواهد آمد ارتباط بقلبتن نیز محسبان خواهد شد و در عین تدبیر و گفتار شد ام زیرا که اهل سابق
 نشسته اند و وقت از حد تجاوز شده که چه کرد که با سخاوت این می کنند و صحت و عدم صحت
 این قسم مضامین برین چنین اقبال را نصیب یافته است اول نمیدانید که با اینجه اگر فرض کنیم
 راست همین است بفرموده هر کس که کلمات بناید فرموده سراپا عنایت منشی حمید الدین
 سلام الله علیه سراپا گناه نمیدانم که پس از اسلام خون می گدازد و مباشرت با زن حاضر می نمود
 است و اگر فرض کردیش باشد که شیطان در خیالات ناپاک بوس خود و برادر حکم پیغمبر با صلوات
 که در حالت غیبه حیره کند یار و در حالت صفره نصف و دنیا را فقره صدقه و بیانیچه روایات
 مشکوئه فی سیرین امر و ولایت دارند و ابن عباس و آل قال رسول الله
 صلعم اذا وقع الرجل بالهله و هو حاکم انقص قلبه تصدق بنصفه و بنا
 رواه الذرمذی و ابوداود و نسائی و الدارمی و ابن ماجه و عنه

خواهد عالم این مجید را فرزند خدای خود می پذیرد اما نه چندان گزینش و هم غوغا و عوام
 نباشد چه صفاته و در باره از قبل علم است معلوم است که تمام بخت رکعت که نماز عبادت باشد
 روز است زیرا و جوشش که از توجع و محبت و صفات شریف و اعلیٰ او اقام میل می جوشت
 اجتماع بهر ترم مناسبت و اتفاقا که کما است که نوبت با جموع و سائید و موجب که از آن
 باین اختصاص صدی اجتماع چون نشود و عمل با جماعت به حال از امارات تا که در وجوب و غیرت
 است آن بعضی واجبات را مثل و غیر رمضان شریف به انفاضا و محبتها و دیگر از اتفاقا
 و موجب که یک طرف کشیده انبیا قیامه الیکان معلوم است چیست بیانش بود و بطریق اولی
 آری اینقدر می توان گفت که وجوب و غیر رمضان را اصل شقیقتش اعمی حیثیت قیام میل بود
 نماز حد و سبب رکعت که امری است عاجبی از هر حقیقت سرائین وجوب است و دقایق
 میل رمضان اگر به انبیا حیثیت قیام میل مطلق و اعمی عدم تا که است اما اول خصوصیت رمضان
 شریف و جمعی است قوی بهر آنکه چه رمضان شریف خاص بهر خداوندی است یا زود ماه و
 خواش خود میگذارد چون این ماه بر سر رسد بیاید که در خداوندی سر دم روز و بخت
 است چنانچه فرموده اند و جعلنا النهار مکملها کما یباید که دیروز و امشب است
 برادریم و کمالش اینست که از خود روش و مباشه زن کاصل و مقصود و در حرکت
 و مکملات باز نایم شب به راحت است چنانچه میفرمایند و جعلنا الیل لیساکا

۱۴۵
 علی التبیان صلوات الله علیه اذ اکان دما کما حدت دنیا و اذ اکان دما کما حدت
 فنصف دنیا را رواه الترمذی بالمرکله و این رکعت واجب باشد یا مستحب است
 که بعد از نمازین تعدی ترمیز این معصیت می توان بر آورد اگر چه در بعضی بودی
 بشباهت حدیث شریف صلوة با جماعت کثیران می توان کرد و بکمال تعدی اشاره بان فرموده
 که این معصیت تقض ندارد و شکستن سوگند که بفرقه انبیا تقض کرد و اندک با یکدیگر
 و بعضی روایات درین باره آنچنان نشدیدی فرموده اند که از جموع معاصی بر یکدیگر
 معصیت فرموده باشند هم در شکوه است عن ابی هريرة قال قال رسول
 الله صلوة من لم یحافظها او امره فی دبرها او کاهن انفق کفر
 بما انزل علی محمد رواه الترمذی و ابن کعب و الدارمی مکرر
 با و ابوداود این رکعت را زنا توان گفت زنا حکام زن را بران جاری توان کرد و زن جایزه
 و جایزه کفاح است از کفاح نمی براید و نه الوقت کفاح بخواب و عروفا لا شریعت
 میبود و در حالت میض کی از چار زن کفاح نمی منوع نبود و هم در نجات بوده و دار
 واجب شدی تا تبسیر معانیه که بهر صحیح اجازات آن در حدیث شریف و ارواست
 چه رسد بلکه بعد اختتام حریف ضرورت ترا می کرد و تجدید کفاح و مهر نومی افتاد
 و زنا چون مباشه است را گویند که باز غیر منکره اتفاق افتد و معمول در و در

باید که در شب کمر بست بستر خدمت بر خیزیم باین وجه که در گوشه صیام و قیام
و معان فرض و مکره و غیرت و تکیده راطلعه می پسند و اجتماع و استقامت بدن تناسب
دارد تا حال مطبوع از عاصی معلوم گردد و احادیث گوناگون از آسانی نماز دوم مطلق قیام میل
می خواست که مکره باشد چنان وقتی است که روی غنایت باشد گمان نکنند و متعاطا
رحمت بسوی ایشان می آید یعنی بنام خود را عادت دارد است باستان اول منزل میفرماید
این وقت بنده محتاج باشد بنیاز کار دارد و گنجینه از آن بیه نیاز مطلق و فرج
در چادر و لحاف پیچیده و پهلوی بسته زنده و خور است که تشریف کر است و لقد که گمانا
از برگزیده و از درگاه خود برانند و میدانی که پس است حاصل تا که مگر رحمت لطیف آن
رحمن را بین که با چندین دوایمی و موجب سرگرمی چنان از تن آسانی خوشبویش
چشمه پر شد و چشم چون نیست که در اوست این خدمت شد بر انسانیت
که خود متعطف و گواهی داده اند میفرمایند خلق آله خدا متعطفاً و شوار خواهد بود
و بنقد رحمت تعلیم که در آن روز هم معصیان است با وجود آن قصاص و سب و شوار زیدند
و قیام مکرر را نیز مکرر است کشیدند با هم و جریته ها خواندن فعل شب و غیر رمضان
و اجتماع بهر آن در رمضان است که عرض کرده شد و الا علم مکرر و تر باید کشید
که او پیش هم که در نزد باز بجای نخواستند چون در خواندن و تر هر روز به عبادت

ایهام تساویش باغراض چنانچه بود اندیش استقلال نظم بیان آمد و با وجود و موجب
ذکره اشاره به تنهایی وقت تا اهل دانش از نوعیات و جوب و این فرق به لغوی و اشتباه
و فرض را از واجب و واجب را از فرض جدا شناسند یا قیام آنکه نسبت رکعت از چهار
حکم عبادت شب و روز دارد تفصیل این احوال نیست که در مجموع بر دو نوع است
تقسیم فرموده اند در نسائی و ابوداؤد و جابر بنی الدین روایتی است مرفوعه اخی
از حضرت پیغمبر صلعم منقول است که روز جمعه و از ده شاعت است در ساعت اخیر است
جمعه را که مطلقاً است حاجت دعاست میانای طلبیدانیت یا قیام این معنوی روایت و
پیدا است که خصوصیت جمعه با این حد و اتفاق است هر روز را همین قدر است و باز
شعبه در اصل بار و زهره بر نظریه برین مجموع ساعات شب و روز است و چهار شد
باز از این است و چهار ساعت اخی ساعت طلوع و ساعت غروب و ساعت
ششم و هفتم که با این ان هر دو وقت استوار است ناقص بر آنند باقی جهان
بست ساعت مانند و این طرف توقیف تقسیم بر دو و از ده اشاره بان فرموده اند
که با یک ساعت کار معصیه توان کرد چون ازین هم که گفتند گنایش کار معصیه نمادند و
بر خواندن می استوار تقسیم گمان فرود فرستند و پیدا است که در نوع صلوه کار کرد در
حساب یک رکعت است همین را میفرمایند و همین را میگویند ازین نظر این گنا

روبطه پراور و کرا آرد و گویند مگر حدوث آن با فعل این کس میگیراست و سید نقلی گفته اند
 ملک اول همین احوال مملوک است که بوجه کمال مختصر و زوات آن خود المجلال است و ثانیاً
 قبض که از تقریبات احوال است مگر چون غرض از آنکه تصرف و انتفاع است که
 علت فرید آن قبض مالکیت و بی آدم مدار کار مالکیت قبض نهادند اگر قبض آن
 قابض مطلق که در کمال قبضه یوم القيمة و السموات مطویات یومین
 اشعای ازان است نرسد لیکن اگر بر همین قیاس احوال ناتمامی آدم را نیز موجهات
 ملک قرار دهند بجا اولی از قبض ناتمام او شان زیبا است بالجمله که صاحب بدین مطلب
 که این احوال باین کیفیت که نور دست خویش است لاجرم از موجهات ملک باشد مگر
 چون این احوال مستلزم افتاد نیست اول است که مملوک کس دیگر بود و قیاسم اینست که
 تاوان آن همچو ملک مفعول یک بذر غصاید بگردد این سارق خواهد ماند یا قیام کند
 اول صدق سرقه متحقق شد پس از آن ملک مذکور این چیزش را که قطع میازان حسابی
 نگرفتند و آنکه اثر ثانی بود و آنرا از اثر سرقه در جزایش نیست که اول سرقه و غصب و غیره
 امور اگر مطلوب است بغرض تصرف مطلوب است قبل تصرف اگر حکمی بران داده اند
 در پرده غرض مذکور علی دران داشت باشد و همین است که بر سر قره اشیا غیر متصرف
 دست نرسد لیکن اگر بر بیت غرض متحقق نیست غرض موهوم و نظنون بدرج اولی قابل

و انقیاد است و اینان بر روی که یکت جامع اجزاء اصوله و نظریات اصوله است بلکه اگر
 گویند تیغیت اصوله همین یکت است و برینست نظریات برین مقابل یکت است یکت گرفته اند
 زیاد و این اگر غرض دارم این کتب و خطوطی شود و در مصباح الزوایج از توحید و جویات
 فایده شده ام همین که در کرم و قلم را با نوازم خدمت جلایا و دران بشرط یا و سلام رسانند
 و در افتاد و محمد قیاسم بغیر از جان که احوال نشان مولوی احمد حسن زاده عمره و قدرد و
 که این اسلام و شوق بنویسید بیاید بشنید که ملک اضافتی است که تفتش بر این مملوک
 متوفی است اگر یکی از این دو مرتبند شود و نسبت به این وقت بعد شد و در اشیا
 مگر که با بعد از جزو واحد نیز انعدام اصل لازم است چنانچه اشیا مگر که بر اینست
 میباشد که آنرا بسیار کلی تعبیر کرد و ماکل از آن قسم است که گون و فساد آن و فعلی است تدبیر نیست
 که ربع ثلث نصف و غیره اجزاء و بعضی علی سبیل المتعاقب را مل شده و نسبت زوال
 کلی برسدنی بلکه پس از اجتماع حصار کان و مجموع داده و فتنه حادث میشود و پس از انعدام
 یکت هم از آن مجموع و از آن که انهم فتنه زایل میگردد و تحلیل صایب بهترهاوت
 این دعوی کافیت و سبلی دیگر یکبار نیست پس اگر تخفیف گندم را بسیار ساید همانا حقیقت
 گندم که سبلی است از اجزای بود که با اجتماع اجزاء آرد و فتنه بر تناسب و تقارن خلص پیدا
 شده بود باطل شد و بدینوجه ملک ملک باقیست داشت و بعد که کشید این حقیقت

تفصیل آنکه باشد پس این افکار مذکور که تحقق شد از آن معروف موهوم که وقت سر وقت موهوم بود و چون
 اتوی و احری باطل باشد لیکن از آنجا که غضب و سر قضا اضداد است اگر غضب را با حرام
 مان باشد که در سر وقت بود اعنی تعرف مذکور و بالفعل صورت غضب بر روی کار است
 نظیر برین احکام غضب به نسبت احکام سر وقت و احباب رعایت یافتند بلکه واجب است که
 احکام سر قضا رعایت نکنند و نه در برده اعتراف و اقرار اجتماع الضدین لازم
 خواهد آمد باجماع و صدق سر قضا بلکه از ساحت وجود بر جاست احکامش که بدست
 آن گروه بود و دیگر نه بر روی کار باشد غرض از ابطال علت موجب ابطال معلول شد و این
 قاعده نه تنها عقلی است احکام نقل نیز رعایت آن شاید تا اول همین که بهلاک
 ملل نکرده ساقط شود و باز عائد نمی شود در بلغار و غیره ممالک شاید یک پیش از غروب
 شفق طلوع صبح صادق میشود و علمای سبقت نماز عشا فتوا دادند علی بن ابی طالب
 الغفرین چنانکه قبل تحقق علت معلول بوجود نمی آید بعد اعلام آن بعدم سبک ایدانیت
 آنچنین جواب شبه اول در علم غرض تا کنون جواب شبهه ثانی نشود شبهه او مشهور در افکار و
 ضروری است لهذا تاثیر شبهات مشهور و اما ناوقت باید که افکار باقی است چون افکار
 از میان بر جاست مشهور و یک کار آید باید که بعضی لغو گردد اکنون افکار سابق و اول
 لاحق مغرض نشدند و فعل الیس با و من ذی الک چه مقدم و تاخر زمانه درین

باره قابل لحاظ نیست آخر بر دو قول خبر است و هر یک محتمل صدق است و کذب چنانکه کذب
 اول و صدق ثانی محتمل است همچنین عکس آن و قصد تضاد و نسخ را در یکا کشیده آوردن
 پیروده سری است سر وقت و غضب لاجرم با هم تضاد دارند و هر یک آخر است همان را میجو
 قوت گفت و دیگر را معدوم نه بر عکس رسیدن آن که در قول اول و آخر تضاد نیست نه اقوال مذکور
 نمجمل اوصاف نه آثار موصوفی متحد و اگر باعتبار تضاد اجتماع ممکن نیست گویند باشد اجرا
 حدود از حکم الفلانیست نمجمل آثار مخبره است که تقدم و تاخر یکی بر دیگری هنوز معلوم نیست
 باینهمه اندر حدود و کتبیهات مجمل سلمات و الداعی هر چه نوشته ام با اعتماد تحریر و غیر نوشته ام

اگر بالفرض سند و گویان است اینهمه کلامی نبون بریش خواهد ندانید اگر سند صحیح است
 و هر چه نوشته ام تقریرش نتوان شد و جرحش نیست که یکچون و پریشان و اسلام و ذوق
 در افتاد و محقق قاسم سلام سنون تقدیم رسانید و میرساند که قید اغفر برای اسمی عامی باشد

صاحب را دیدم و بغضیل و دیگران سرور گردیدم به طاعت اعراس شیع و روح و تب
 او شان ختم تحمیر در گرفت این قصه را اینچنین است که قسمی و انهم اغفر بر چنین در
 هیچ و تاب آید غرض من است که من بل مولی الفان مولانا مکتوب علی بر روایت او ستاد
 خویش اعنی مولانا رشید الدین خا نصاحب رحمانه تعالی و قدر اسرار کمال او شان را
 باشیعیان معالیه افتاد و مباحثه را دوده می فروزد و مذکور نقل شعری از کتب و بیست و هفت

فباین برگز مطلق اصل نمیشد با تخریج و استغراق و دریاقتدایم که درین باره باتمام بود
و تعارض از سایر احوال و نحو احوال شان پیروی اوشان و اوشان چویداست
تخریف را بکار می برند بخلاف لایق و سابق یا بتغییر و تبدیل و معالط می اندازند از باب
شان درین بحث برگز قابل اعتبار نیست و مقابل را لازم است که نقل را با اصل
مطابق کنند و این روایت نه تنها روایت است با وایت نیز درست و گریبان است و
چون نباشد قومیکه درین اوشان عقیده و مذهب و اعتقاد اسلام اوشان باشند اینجا را بکنند
چگونه خصوصاً درین افسانه یعنی معاد حضرت عمر و مگر در تعلیقات اهل سنت و معتقد
اوشان کمال ایان حضرت عمر بن عبدسبیت از تعلیقات است چگونه تواند شد که
یعنی شایع بخاری این کلمه لوح به اصل طبرستان اگر دیکست از اهل سنت که از کلمات
حضرت عمر بن خنیس دارد و بر اخص اوشان از احوال مطلق نیست آری شیعیان مثل دیگر
خرافات اوشان درین قصه اعمی در معاد کثین و احوال متها فیه دارند بعضی باین
طرف هم رفته اند که اوشان از وقت القلوب بودند و شاید علامه عینی چنین گفته
فعلی که گفته باشند این قول اوشان را در معرض تردید ذکر کرده باشند یا گفته بطور تنزیل بود
کاش از این شیعی که در مقابل است نشان باب و کتاب در ریاض قدیمی نوشته شد مطابق
ان نشان اول و دجاشتی بخاری شریف تجسس کرده می شود و اگر از ان کار بر نمی آید نزد

مولوی عبد الرحمن صاحب ریخته نوشته می فرستادم در کتب شایسته مولوی احمد علی صاحب
نصف اول عینی بیشتر موجود بود و در گذر گشته بعضی بارایش باز بهر سید بود و نگار
ان کتاب و ان باب در ان بار میسود و امید که تعلیقات آن باب را از مقام مقصود
فعل کرده می فرستاد و نگار انون چه تواند کرد که نه عینی در اینجا موجود که او را نقل کند
تعلیق مذکور بر آورده شود نه بخاری چنین کتاب که عقیده بقضا بط باشد یا نه این
انرا میسود گرفته مقصود خود و خود اندر سید الغزیر خود میسود که امام بخاری رحمه الله علیه
یک حدیث را در کرات و مرات در ابواب مختلفه آورده اند و بعضی ابواب بیمناسبت
خفیه که در بادی النظر برگزیده می شود و بلا قبل را برادر اوشان باین معنی نمیتوان
و مناسبت نموند اوشان منتشر نمیتوان شد نیز چون باینهم ممکن نیست که قبل الملاح
نشان دیگر انرا بدایت کرده شود تا اوشان طایق اشعار را اینجا تواند کرد و باینهمند
ایک سلسله اعلام عینی از عینی نوشته بهشتانما از بفره انکا نتوان کرد که حضرت
عمر صلح علیه السلام را بکار ریخته اند و حدیث صحیح باشد این انکار اگر راستی را بکار
رسالت سید ابی علیه و علی افضل الصلوات و التسلیمات نیست باز نیست و
بچنین تکلف حضرت عمر یعنی بقاره این گفت و میشود و در اثن اوشان علم این
متنوع بر باشند و در جوه حضرت صلعم اگر نبوده باز بهر بوی تحریر جایش چنین نظر بر

حضرت ابراهیم علیه السلام و حضرت علی بن ابی طالب و حضرت ابراهیم علیه السلام
که مناعت بکلام و ادب و نشان خیرخواهی حضرت خداوندی بآنان تدریس الهی می فرمود
و حضرت عمر را گرد معا و مذکور چندی عرض کردند نظر حقوق عاریت نشان حضرت بدار
صلعم و درین معنی عرض کردند اگر نعم باشد بعد فهمیدن الیه یعنی و دنیا برین معنی گواه است
و حضرت علی را چندین بار که در میان حضرت رسالت صلعم کردند و الا تعافت
اگر و نه حضرت عرضی از عند امر حیا قفا و بخوش حسیّت حضرت بنوی علیه و علی آله
افضل الصلوات و التسلیمات افتاد و تعافت امری روزداد و نشان ایشان را
اگر اشتباه همین است که حضرت عمر را پیش آمده و باین وجه و نشان از ضعیف
بودند سیدنا شعیب حضرت رسول علیه السلام را ضعیف الايمان بکلامه ایامی حضرت
کرد باشند و آیة سوره یوسف حتی اذا استیأس السلسل و فطنوا انه
قد کذبوا بقرآن تحفیف ذال که قرآن مشهور و متواتر است مستند
باشد شرح می آید است که در بین سوره یوسف نمی آیند که یاس من روح
الا لقوم الکافر و ن بازطن کذب خداوندی از شک که مراد از اشتباه
است بالاتر است و ایمان را اگر تحقیق است یقین صدق خداست و علاوه بر این
و اقدس سوره بقره کوع دوم بار سوم و اذ قال ابراهیم رب ارف کیف

خوش فحی آتیز سخن اطلاق می بینم اما بخیال آنکه گاهی اذکیه در امر و جلد میران می باشد
کردن ضرر و افساد و غیرین بعد از احوال سابقه و لاحق حضرت عمر این امر از کمالات
او نشان معلوم میشود این دو مقدمه معلوم غیر خود را بدو یکی آنکه جزا نظامات دینی و معانی
نبوی بسوق بومی نبی بود و نه امر ساز که نمی آید معنی داشته بلکه احکام نظامیه که حق
انرا اکتساب می دیند تعبیر کرده برای حضرت صلعم منوط بودند و بعد برین احکام حضرت سید
انام علیه افضل الصلوات و السلام را منحوسه بود و نگویس از ملاحظه فقر خداوند
ملحق با حکام و می شوند و دیگر آنکه در شکار و جان شکار و جنگا برائی با خود قرار گرفته
و بر او مخدوم چنانکه باشد - در نظر خداوندان دوی الاقله که افضل و فرات
و دینت و مروت بهره وافر داشته باشند چنان مورد الطاف میشوند که بعضی مواقع
وقت اوده منازعه می کنند خصوصاً و اید که نشان مناعت و ان خیرخواهی خودی
خود باشند باین دعا آریات سوره هود فل اذهب عن ابراهیم الروح
وجاءته البشیر میجاد لنا فی يوم لوط و از احادیث هم درین قصه
جدید با وجود ابراهیم می خورد و در علی و لغیر رسول الله است پس نیز اگر شیعیان
بستند این حدیث معنی ففاق با ضعیف ایمان حضرت عمر باشند بابر حضرت ابراهیم
علیه السلام و حضرت علی را بدین روشنان خواهند نمود و آخر حضرت عمر کفایه کردند
مهر

فحق الموفق قال اولد تو من قال و لكن مصطفی قلبی درین امر شیعیان را
 مستند کامل است چنانچه حضرت خداوندی را بطریق فهم شیعیان در ایمان حضرت
 ابراهیم تر و افتاد و حضرت رسالت بنامی معلوم موافق فهم شیعیان این را یکسکه تغییر نموده
 نفس الحق بالشک من ابراهیم او کما قال و ازین جمله تنباه و شک بودن
 حضرت ابراهیم علیه السلام می بر آید بکه حضرت سید الانبیاء علیه و علی آله افضل الصلوة
 و التسلیما گرفتار شک حسب فهم شیعیان معلوم میشود و اگر بطریق درستی حضرت ابراهیم
 علیه السلام ایمان را جعل و اطمینان را جدا قرار میدهند حضرت عمر بن خطاب را در آنکه این
 جواب را روشن نمی شنوند باز اگر تعصبی سخن پروری خود بر خلاف دیانت و امانت
 عرض حضرت عمر را مستافا قرار دهد و با انکار قرائن محسوس و ایدیه های این امر را نهد
 میگوید که آیة سوره هود بگذاشت شیعیان را خطره فرماید و انصاف فرماید که در مجادله
 چوکی هست اگر انصاف باشد با حق نخواهد بود و که مجادله اگر ستافی هم در گذشتند
 اگر برین یکایه قناعت نباشد آیة سوره اعراف که متضمن تعاد حضرت موسی است
 علیه السلام احمی آیه افتملککم بما فعل السفهاء هذا فی الکافرین
 فضل بهما من تشاء و قهیدی من تشاء را شیعیان مطالعه فرمایند
 و اما من سبب شتم و از خود خواهد و بر زبان کشاده و حق انبیاء و رسول هم کسان و غیر

هم خواهد رسید که ازین صورت حضرت عمر و طرقداران او شان را نیز شکایت
 طاعت اقدار انبیاء و پیروی سنت او شان شعرا را اهل سنت است اگر انبیاء نیز نفوذ
 بالهین بنده الخرافات تا بدیهه ایمان نرسیده بودند و همین به ایمانی سرانگمال
 او شان بود و ضم الوفاق بمنحین قصه حضرت یونس علیه السلام و سوره انبیاء را در
 اقرب بناس و تروم است شیعیان خود را خطره فرمایند خود خداوند کریم و حق را
 چه بفرماید و خدا النون اذ ذهب معا ضیا فظن ان لن نقدر علیه
 فنادی فی الظلمات ان لا اله الا انت سبحانک انی کنت
 من الظالمین لفظا مغایضا و هم لفظ فظن ان بن نقد علیه بالغیر و طالع
 فرمایند باز در جواب و شتم حضرت یونس بیج اشتباهی باقی خواهد ماند و بعد
 چنانچه کفار و اذن حضرت عمر را اعتراف بتقصیر خوشتن است و لایست
 انی کنت من الظالمین در اخبار این اعتراف بیشتر ازین است از اشاره بهما
 فرقی که هست هویدا است باقی کفار و اذن حضرت عمر و قصه نازنده این
 سلسله که سبب بودن انکار و بدیهه را شایسته است بنی بران است که انجا می
 خداوندی تا تید رای عمری کرد و موافقت و حی باعث اطمینان شد که هر چه کردم
 حق کردم و هر چه گفتم حق گفتم اما اینجا چون وحی بموافقت نیامد این منازعت

خویشتر را بوجه کمال وجع و غایت احتیاط و نهان بودن نفس خود که شدید
 انبساط و آمیزش باشد چنانچه او عید ثانویه قرانی که از زبان انبیا منقول اند و نیز از
 صحیفه کاف که نزد شیعیان نیز صحیفه آسمانی است و او هر مدعو حضرت امام همام
 امام زین العابدین در آن مرقوم اند بر آن دلالت دارند که از من
 خطا واقع شد که در پیش حضرت رسالت پناهی معلوم اخین جرات کردم شاید ایام
 از عرق مصیبت و تعصب قوم و پاس عزت خود و ریخام فاسد باشد شود این
 واقع در کلام الله بسیار انداز طول میسر من جهت بر یک آیه خداوند میگویم
 حضرت موسی علیه السلام در واقع نقل قطعه و سوره قصص پاره بر من مرقوم است
 هذا من عمل الشیطان ان عدو مضل مبین فقط و السلام
 [اشق تر من منصوص علیها صاحب کلمه العالی السلام علیکم وعلیٰ آلکم
 عنایت نامه رسید جوابش اینست که اول بهر اخین احوال که بظاهر سر اخلاف منصوص
 قطعه هم بهر این تعلیل باشد سندی بیاید پس اگر شهادت سند نبوت بر من
 که این سخن گفته فلان بزرگ است و انحراف حسب تعیین ربانی علامات ایمانی از هر
 قول و فعل او شان بیشتر از این سخن هویدا شده باشد آنوقت البتہ در اول و بعد
 تکذیب و تعلیل آن سخن نباید کرد و در دلی تاویل آن شد بعضی پیوسته بری است

و در منجمن خضر گری چه اندرین صورت هر کس را حرکات اخین بنیان
 بدست خود آمده و رونق با دار اسلام خواست گلبه یا سپاس خاطر آن مشفق بنگذارد
 اگر کسی این را از را گویند میگویم که مصدر و کلمات چنانکه ذات رفیع الدرجات حضرت
 خالق اشین و سموات است چنانچه مصدر صفات و اجسام همان مرقوم بکلمات است که
 اینجا حدوث است و اینجا قدم اینجا خلق است و اینجا لزوم اینجا تباث است و اینجا لازم با
 انبیا لازم هم لازم ذات لازمی لوازم ذات اند که لزوم آن همان ذات رفیع الدرجات
 مثالی اگر بفهم این مراتب و فرق با همی بکار است آفتاب و اشعاع و قطعیات نور
 ارض را که آنرا به دهم تعبیر میکنیم پیش نظر کتب جسم آفتاب نه آن نور را که در هر کجای
 سیرا کرده شکل گردیت در بر گرفته لزوم پذیرد و این اشعاع را که در کتب مشرق
 از ذات نور اول گرفته تا درین تسطیل آمده آمده اند لازم ذات آن بدان و قطعیات
 را از صفات آن خیال کن چون این مثال بدین است اکنون که چند و صفات تقدم و
 تاخر زانی نیست که مانده خود را اینجا وجودی و نمودی ندارد مگر از تقدم و تاخر ذاتی بکار
 است چنانکه حاجیات خود را مقدم بالذات از علم و علم مقدم بالذات از اراده و غیره
 صفات و افعال می بنویسد چنانچه و صفات خداوندی اعتقاد تقدم و تاخر ذاتی
 شبهات بدیهه عقل لازم است مگر بل حقایق هم گواه اند و بر عقل هم دین باره

جسٹیفکے صادر اول وجود است و هر چه جز این صدور یافته پس ازین صدور یافته و جملة احکام
وجودیه و صفات و کمالات وجودیه از وجود و علم و قدرت و افعال همه بدو منسوب بران
موقوف اگر چه نیست زید راز عالم خوانند زه قاهر و مجتنبین قیاس باید کرد چون کلام ترکی
از انست محترم که باشد مرجع اولی ان جهان وجود مذکور باشد و الا علم و چون حال
صفات واجبی با وجود واجبی نیست حال وجود کمالات وجودی چون نباشد که انیمیه مثل
تقطیعات نورین که یکی از مرتبهای نور آفتاب است ان شعاعها بدو است انچنانکه کمالات
مکملات از ظلال وجود واجبی است و الا علم پس کلام و پیام و گفت و شنود مانیر آخر الامر
بان وجود چنان باین ارتباط رسد که احکام این قطعیات نور آفتاب باشد ان شعاعها
یعنی انیمیه نور که می بینی آخر الامر بافتاب نیست سبکی که چنانکه باعتبار اتصاف ارض باین
و لوق دیگر کیفیات ممکن از ترکیب و تشکیل و تسلیس و تخمیس و غیره در قطعیات
صوری چنانکه بر نور عارض میشوند باین است انچنانکه همان تابش ملحوظ مانده باشد بگفت
که قاسم و منصور علیخان نعوذ بالله عین ذات پاک خداوندی است با همه چنانکه بر وجود
و عاقل و نادان درین قدرتش اندک آفتاب چیزی دیگر است و بالای آسمان و
و بن و هو چه چیز دیگر است و بر روی زمین اگر چه از همان آفتاب و لکن نور را بدو
بچنین مکملات و ذات رفیع الدرجات بدان که ابراج نفع است و این در بعضی

مربوط آنجا و جوبت آنجا اسکان آن ذاتی و گراست این چیزی دیگر چون انقدرش
کردی دیگر شود که حقیقت وجود ناین وضع جهت ابریز من حاشا و کلائے تحقیقش
تذلل است که هر چنانکه در ظهور دارد بدی آدم نظرش نیست و آفتاب و هر چه در جبال
و شجر و دواب که بنس الم تر ان الله یبدر له من فی السموات و من
فی الارض و الشمس و القمر و النجوم و الجبال و الشجر و الدواب
و کثیر من الناس و یکوی حق علیه العذاب ثبوت قطعی است
و انکارش نتوان کرد و مظهرش در کرم مقصود و بالذات ظاهر باشد مظهر آینه اگر
مطلوب است اهر معاینه روی خود که در ان مظهر کند مطلوب نه بذات خود و چنانکه مثل
مذکور اصل مقصود است و مظهرش بالعرض چنانکه معاینه عکس روی خود بی آینه
صورت نمید ملاحظه تذلل مذکور به مظهرش هر چه باشد باید داشت تأییدات
قلبی قاعته کرده ازین حجب جهانی بنگارشوند مذکور آن که مابین مصدر و صادر
هر چه باشد و مابین ملزوم و لازم هر کدام که بود و علاقه ناز و نیاز و استغناء و محبت
و بی نیو به یکطرف رنگ عزت و طرف ثانی رنگ تذلل بر گرفته لازم و صادر و مبین
مصدر و ملزوم دلیل است گویند نسبت بر تو بای لا تعد و حادثه غریب باشد چنانکه
بجاست شعل خارج چنانکه پیش نور کردی که مندمج و جرم آفتاب دلیل است

فقط ذات باعتبار اعتبار انضمامات مفهومات فطرات است چون مفهومات
نیست مفهومات نیز نباشد و نفی هر دو می باشد پس برگرفته کلمات و صفات خدا نیز
اگر و کامل و واصل است نظیر بر مفهوم است نه مصداق الغرض مصداق اصلی کسی
مجتب از ارباب را بر وجود و همچنین باعتبار تقدم و تاخر ذاتی از اول و مقدم مگر
مفهوم مذکوره باعتبار تقدم و تاخر مذکور از مرتبه صادر اول و نور و تراند و لعل و
تکلیف و اشکاف باطنی که در تاسیب بر سر روی یا زین می آید و قوار و اعضا
او را بسوزد و بگوید که خود را از آن بگوید چنین غلبه و وجودی بر ملکات خاصه و
و اعضا ملکات خود را بگوید که خود را از آن بگوید چنین غلبه و وجودی بر ملکات خاصه و
و حقیقت منبع این همان مرتبه مذکور می باشد و السلام فقط غیرین و اوله و اوله علی
عبارات چند متعلق تعبیر است از استیلا بر السلسل بر پرچه دیگر و نقل بر دست خود
مثل است بغیرین از عبارات هوایست که دیگران هم باین طرف و آنرا بیکه تاج
المغیرین حضرت عبدالله بن عباس این راه رفتن ازاری مفسران دیگر همان مطلبان که
در بادی النظر پیش می آید این راه را گذارند بلکه بعضی از مفسران متبعان شده اند و
مرحوم که باین جلالت قدما فخر الدین لازمی را چند اینجا بنیاد بر چه
ملکی است بهر متکمل است و وعده خود دلیل قدرت بر مخافه موجود است پس اگر

و ان غیر چنین تعبیحات مشار الیه باشد خارج و دلیل از آن بمقابل لغز چون ازین
بهم خارج شدیم سخن دیگر بشو که باین اجزاء زمانه تقدم و تاخر ذاتی است و باز انتقال من
حالی الحال چنان اول فضا می شود آدم آن لاق بوجودی آید پس اگر باین نظریه انتقالات
و تنزلات و تحولات صفات که هم تقدم و تاخر ذاتی و در آن است و هم در بعد نسبت
ناقبل انتقال من حال الحال وقت و زمانه و اوقات انرا باستعاره گیرند از قانون کمال
و سلسله کلام ملباه و بنیاد پس ازین تعبیحات شرح شعر مشار الیه می نویسم اگر قائلان
شعر مخالف نفوس و بر این معنی من الوقت که دم خدا را سجود کلمات صفات خارج
شخصه کامل است و الله اعلم بمعنی نیست که این سخن را اول بوجه قبله شوق راجع بوجود
منبسطا معنی وجود و احیای فاعل و اندوان ندل که وجود مذکور بوجه صدور یا مصدر خود
اعنی ذات پاک خداوندی دارد وجود الگنا رنگی چون تان تحول و تنزل که بوجه صدور
وجود مذکور بر روی کار آمده باعتبار تقدم و تاخر ذاتی و نشانه از صفات دیگر نبود
می توان گفت که الوقت این فرق ذات و صفات نبود و هر یک از حد بود و در این معنی
و ان را صادر این را از موم و انرا لازم این را ذات و انرا صفات گفتن زیرا نبود که این
اسماء صفات همچو فوق و تحت و بین و یسار و فاعل و مفعول و ضارب و مفعول و غلام
و بولی و دیگر اضافات اگر تفحص میشود یکدیگر متحقق میشوند الغرض برین تعذیر مفهوم

و بجا این اعتراض تهیه کرده بودم که حدیث سوم سوانظن را پیش کرده خواهم گفت
که ما در اول نام جواب این اعتراض پیشگفته است و ایم و علاء و برین آیه یا ایها
الذین امنوا اجنبوا الکثیر من الناس (ان بعض الناس اثم) - رانیز
در خیال اشتهار می آید و برین آیه نجاشی با سلم نظری آید و در حدیث مذکور این قسم
حجت را مسلح نیست چنانچه می داندست مگر از تعایش را بهیها معلوم شد که او
در کفرش ظن میخورد و احتمال باک ندارد و چون تمحیض کسان را نقل احوال باید حجت
عرض حدیث مذکوریم نماز که در اول عرض حدیث و باز عرض احوال متحسن است
و در ساحتی باقی اگر اتفاق افتد چنان متحسن است که اول آیه ان الله علی
کل شیء قدير را پیش کرده شود بخوابش اگر فرق معدوم ابدی بودن نظیر نبوی
صلعم را پیش کنند باید گفت که نظیر صورت جناب هم معدوم ابدی است
اگر چه منید چه معلوم شود و قهر نبوت است و باره صورت ما چه و صده رفته باید گفت
معدوم ابدی را چه ضرورت است که معلوم هم باشد یا اینهمه برین فرق موجب اقبال
توان شد تا احتمال انتفاع موجب شود بلکه خود دلیل امکان است با اینهمه ثابتست
موجود همین ذات نبوی صلعم نیست پس اگر همین بنا را امتناع است لازم
که نظیر ذات محمدی قطع نظر از این وصف عارض ممکن و ضروری و غیر ضروری

۱۸۵
که اهلان وقت بهر چه نیازی مثل غصب و حرم و استبطاء و عوج و مومنان با
دیگر و در همین ایماست نه سلب کاین و خلق ان و نه تقبی فله و با جاری
ان لازم می آید با لفظ انقدر ثابت است که حضرت عبداللین عباس سر کفایت
که میگوید ملک را بداند از ان چه ما را شرع و ذکر بود قبول آن بود که رسول عظیم
السلام را حکم الحرم سوانظن احتمال و محتمل باشد پیش آمده باشد و احتمال چنانچه
در امثال این مقامات از پیشتر شرع است اگر برین باره گفتگو کنند شاید در ثبوت
این روایت کنند مگر این چنین گفتار و بهر تعاقیر جاری است و اینکار این محال است
و ان ممکن بود محال نزع است بلکه در نظر اهل نظر امکان امثال این افعال صحیح فدا کردن
و یکبارگی این همچون را آیتی سیغوالا رسال و الذین امنوا مع صفه حضور
الله یا آیتی خدا استیاس الرسال و برین باره متشابه معلوم میشود با هم یکدیگر
منعانی نظری آمدند مگر الحمد لله حضرت عبداللین عباس معصوم را این خیال شدند
باقی احتمال بود که شاذ و زری مولوی محمد حسن صاحب باره ظن گفتگو کنند و گویند که
اگر سلمنا نظیر نبوی را بجانب رسول عاقد است و این ظن هم بجانب کبرای است لیکن این
چه جوار که لغو نظر شما اگر ثابت شود امکان احتمال از قسم خیالات نشود و ظن که خواه
مخواه قوت احتمال به گمانی از ان می تراود و در کفر از این قسم ظنون مایل توان کرد

١٠

منبسطه غرضهای نظیر برین ممکن نیست که کمتر انطباعی آن در وجود منبسط ممکن باشد و وجود
ذهنی که از اوقات علیم هم سبک و کم بعضی امور نظیر وجود حاجی است بخلاف انطباع با کل و
آن و وصف خاتمیت مفهوم اضافی است تا نظارین مفهوم را تا نظار اطراف این اضافات
لازم است و قبل تا نظار اطراف اطلاق نظیر عبادت و بعد تحقق اطراف و مفهوم اضافی
در تحقق نظیر هیچ حدش نمیتوان شد و الف لام النین در خاتم النبیین نظارین است که بر عبد
خارج است و اگر چه استعراق است استعراق افراد خارجی است نه مقدره حق است
که لام همیشه بر عبد میباشد و معنی تقیقه الف لام همین است استعراق نوعی از افراد
عبد است نظایر دیگر انبیاء کرام علیهم السلام را اول باید پرسید که ممکن است
متنوع اند و چش اگر همین خاتمیت حضرت رسول اکرم است صلعم و لازم می آید
که خاتمیت گذاشتن خود موقوف بر این است نظایر انبیاء کرام علیهم السلام است و اگر
و چه دیگر است و بدیهه باید آیه ان یشاء ینذهبکم ایها الذکک و یثاب
بالآخرین و کان الله علی الکاف قدیرا برد و ادوات دارد یکی آنکه
مشیر را وجود حاجی در احد الاثنته الثلثه ضرورت است دوم آنکه معدوم ابدی بودن
چیزی مخالف امکان و مقدریت نیست و جهنم هر دو ظاهر است و از آخرین
اینست که چه تولد و تناسل یکی بعد دیگری می آید که مقدریت و امکان این خود بر

ظواهر است باینجه این امر را پس ضروری الوقوعی بنماید و ایات مشعوه موت
 کفیلین و عید شده اند تعلیق آن بنشیته از فوق قهر باشد خبر از غیر معناد بودن
 آن سید بآن مهول را از دل میر باید + و آیه کل نفس ذائقة الموت درین با و
 حکم عالم رسانیده باشد تعلیق آن بنشیته بجای و عید کار و عده میکنند کار و عید از
 خلوه و علی غنیمین کلام مبریده کی تواند که بخفتی بعضی و عید گذارند و گفتگوی تسهیل
 کند بخبر ایشان قطع نظر از توالد و مسائل آوردن بکل موجودین مراد باشد مگر چه
 گفته شود نظایر است که با مخاطبین انجمن نکرده شد متعین بالغیر بذات خود ممکن است
 و بود غیر که آن غیر مانع نیست منع گمان مانع اگر خارج از ذات و صفات باری باشد
 لازم آید اراده خداوندی پیش آن غیر که خود توان کرد و ارشاد فعال لما یصل
 لغو و بالذات غلط گردد و اگر آن غیر ضعیف دیگر با اراده است و همین حق است پس خلقت
 هم همین طور متعین است + از معلومات خدا ممکن است که قابل تعلق اراده خداوند
 باشد گویند تعلق نرسد چنانچه بصرات آن آنکه قابل تعلق البصار باشند اگر چه
 نسبت فعلیه تعلق نرسد + فاعل حقیقه یعنی مصدر فعل فقط اراده است باقی متنا
 حاکم آن اندوخته باعث تعلق باشند با مانع آن در یک صورت واجب یا غیر است
 و در یک صورت متعین بان اینقدر دیگر باید شنید که اگر بخوای ولیست نعمه علیه

دست زنده برافتنش انکار تمام نعمت شخصی کرده اتمام نوعی لا یشک کنند و نظیر
 از کمالات غصه و دشواری کشنیک مگر کی تواند بر عناصر را بر قدری دلالت
 نهاده باشند و دیگر کی کرد و غصه فقط سرمایه ترکیب و بود چنانکه ترکیب اول
 مجموع هر عناصر است و در ایجاد آن اتمام انواع عناصر کرده اند از اشخاص آن
 همچنان از ترکیب کمالی کمالات خداوندی که مری از آن غیر بنیاست پاره متعین
 در وجود با وجود آن سر و موجودات علیه و علی آن افضل التسلیمات و التیمات سپرده اند
 نه آنکه تمام شخصی تمام کمالات کرده اند و اگر کرده اند ولی باید آورد و این شهر را جواب
 باید داد که اندرین صورت اول تساوی بنایاری غمخیزه و حضرت عبد کامل
 صلعم لازم خواهد آمد یعنی هر چه قدرت خداوندی میکند قدرت معصوفی هم از آن
 عاجز نیست علی بن الحقیاس کمالات دیگر را با یغیند چه در صورت اتمام نعمت شخصی
 و نظیرت نام بطور مذکور اگر چه فرق بالعرض و بالذات هم باشد تا هم حسب عموم
 اوشان مخدوم و مذکور لازم آمدنی است چرا که بالعرض هم است از دو حال غایت نیست آنچه
 آنجا است بنیاست با قدری هست و قدری نیست صورت ثانی خلاف منقوض
 است و صورت اولی مخدوم و مذکور است علاوه برین موجودات دیگر اگر چه
 مستحق از رسیدار فیاض اند لازم آید که همه کمالات بطور مذکور اتم نموده اند

والا کربوا سطره مصطفوی صلعم کلمات شریف شده اند نقصان افاضه اگر تنگی و کمی صلح
قابلیت است این خود بخیرالهی آیه صیحات دیگر از آیات محمدی صلعم چند ان
نفاوت کمی و بیشی و خوری و کفایت نیست کما بین ما نیست نبوی صلعم و ذات خداوندی جل
مجده است چنانچه خطاب است اندر صورت لازم است که بفرصتی صلعم نوبت نماند کامل
نرسیده باشد یا احاطه علم مخصوص بحضرت حکم است بر رسول الله صلعم است باید کرد
و به کاشی تحمید قابل شده قابل پذیرا و ندی باید شد یا تمایذ کلمات انصاف لغز سوزی محبت
و شکر جلال ازل انیت که کلیات هر بدست افراد خود کل بدست چنانچه از برای نسبت هم
بشهادت معجز بود یا است و بذات خود در بر خود آنها نیز خردی اندیشی شخص متعین اند
پس بین شخص تعین مراد است و زیاده این عددین انصاف بکار است نه در انصاف
و کبریا تعریف و تکریم تعین و عدم تعین را گویند و یک اگر همین جزیت است لازم است
که در انصاف علی که نفعی نیز همین طور تمام مراد باشد و در و انبیا
علیهم السلام و امتیان فرق نماند و از خطاب علیکم کلیت مجموع گرفتن حکم جایست چه باشد
سیاق و سباق مراد از این نعمت خود این دین است و ظاهر است که مجموع دین بر
برگردد است نه اینکه پاره از انزل بهر آن کمال است و پاره بهر آن و در تخصیص احکام اگر کلمات
جوابی بر آورده شود مانع از کدام مانع است بنوعی که حضرت سر و کلمات علی الصلوات

و التسلیمات بر مخاطب جملا احکام شریف چنانچه از خصائص نبوی صلعم ظاهر است
علاوه برین متحد وجود نبوی صلعم که از ضروریات امکان است چنانکه دینی و دینی دیگر
است بر امکان نظیر احتمال وجود تنهایی از غیر تنهایی که اینجا خود و بنسب ظاهر و ندی است
غیر تنهایی قطع توان که از الغرض تفسیر با کل علوم یک کل نبوی صلعم نیز از ان سنت کار آمدنی
انسان اندامین مضامین چند یک کل محبت بطور بر نشان نوشته ام اگر چه بهر گوش خود و ناغیر
اند که نام تکریم نه خدای از فاعله نخواهد شد نشان از فاعله پس از این گوش به نشاند که حتی دیگر سبک
جزی جزئی مجرد است مغفوش و متحقق خود اگر چه بهر جازای جازای نیرد متعاقب و دو کمال است
یکی فاعله و دوم مفعول مگر فرق نمایم مجرد و نیرد نیز می باید داشت القصد و بجات فعلیت
باشنا بفاعلیت بجانب دیگر هم باشد و جزا مجرد و فاعلیت بخر یک طرف بود چون برین فرق
نظر گذاریم و از خصائص مجازات که بکافران عمل تامل نماید تفصیل این اجمال اندک مومن را
عبودیت و عبودیت خردی است و در مقام عبودیت و عبودیت ترقی فی الغرض رو نماید
اعنی به تامل ثمرات قرب نوافل که بهر چه عبودیت بهر چه از ان تعبیر فرموده اند نگران دیگر
بحصول انجامد که اگر تعبیر کنند بمصیر الله یا العبد و سميع الله یا العبد
توان گفت الغرض در مقام عبودیت بنده را بذات خود رضای و رغبتی نبود رضا
او بر رضای مولى بود و همچون دوست و با چشم و گوش و بیکاری از کار اینش بهر خود

و اینها از برای
توضیح است

بهر خدا تعالی بود اندرین صورت جزای معنی عوض که محصل مجازات است
 چگونه صورت بندگی این معنی خواستگار گدازی است که نیاز اعضا خود بطور آید
 کسی نگردد باشد آری اگر خبری بخبری را معنی کافی می گزید بجای خود باشد چه
 پاس ضروریات تن و اعضا خود بدل هر کس و دلعت نهاده اند این پاس
 لحاظ میدانی که بدین صفت است و از این پاس لحاظ ضروریات دیگران بر است
 فزون غذا و دوا و جامه و مکان هر قدر که بترین خود مطلوب است القدر
 بهر دیگران نیست مگر چنانکه مومنان از رضاء و غنبت خود بخیرند بلکه رضاء و غنبت
 خود را در رضاء و غنبت خداوندی فدا کنند همچو تقدیر رضاء حتی تعلق غنبتی
 جلالت دارند نظر بر آن همه کارهای او شان بهر خود بودن بهر خداوند کریم و آگاه
 که جان و تن با هم از آن خدای دو الجلال است و موافق و مخالف لغت الحوق
 الهی است الا بعد از آن ما همه را بهر عبودیت آفریده اند که مستلزم
 فناء رضاء و غنبت است این رضاء و غنبت مستقلا اصل هر معصیت نادر
 پنج جلد نور سیئات بود لا جرم مجازات او شان منحصر در عذاب بود اما
 ثواب نبود و چون مجازات خود منحصر در او شان بود بالفرض مجازات هم
 قطع نظر از اوصاف کلی منحصر فی فرد واحد بود بالجملا اگر بنظر دقیق بنگریم مجازات

در کمال عذاب بجای خود است درین نظر ظاهر بدالات قرآن مقام الحاق تعد
 با سو میسر این هر میتوان شد و انچه از صحت و عدم خبر خود پرسیده اند که جواب
 مولوی که بدین نوشته اند جوابش بخیر آفرین و تحسین چه گویم مگر بغرض شرح و تفسیر
 سخن آن عزیز محترم نمی گویم شدت کیفیات اگر چه بوجه بیضا عاف و اجتماع
 کیفیات باشد چنانچه از روشن کردن و آلودن چراغی در کعبه روشنی چراغی
 در مکانی میوید است لیکن این اجتماع اصطلاحی مثل نتوان شد البته هیچ معنی
 ضرورت و جبر این دعوی نیست که مائله از اوصاف بیماکل است و صفات
 اشکال در موده و در جمیع قطع نظر از بیماکل و اشکال این اوصاف را بحال نیست
 البته مراتب اشکال بیماکل با یاقینی نیست مختصر نیست که حیثیت اطلاق مائله
 البته حیثیت تفسیر و قطع که همان شکل باشد امکان تامل است و چون نباشد
 در تامل تجانس ضرورت و این امر بقطع البته متصور است می توان گفت که این قطع
 مائلان قطع دیگر است و سبب آن که در مرتبه اطلاق این امر مقهور است و در اطلاق
 نباشد پس اگر داده هم تامل باشد بالفرض در نظر تفسیر و تفسیدی بود و در
 مرتبه شدت ادراک اجتماع و تضاد است لیکن اشکال بیضا عاف که معروف
 به شلیت بودن قضا شدن و شکلی نماند که مصداق شدت باشد آید بالجمله

اینهمه از قبیل باشد که گفتند این بد که تو میروی بترکستان است
ناگوار خاطر ما دار آن نمودم در فهم خود نگاه خو خواهند فرمود و از دیگران بپنداشتا
خواهند پرسید معلوم خواهد شد که فهم فروریات این راه و اشارات بزرگان کاجنبات
کارگران است و دیگران اگر اهل فهم اند هر چند سراپا ناهم بشند بدین فهم مسلم میشوند
که این نشیمن یا فرزند وری ایشان در مقام پیچ و تاب بدان ماند که گفتند و روان
یا خبر در حضور نزد یکان بے بعد و در اکنون تهنیب او شان و دیگران را بپنداشتن گستا
خویش محبوب عالم طبع ذوق باشد که خود بتلاهی هر کونامراض مملک بود و جهان را بر لب
آورده باشد که از اراضی و بیابان را چرخ و راحت جلالان توانا چه سود آید
چنانکه موجب حیات است اتباع جلالان توانا سامان ملت این همه مصداق را
بغور دیده مهر سکوت بر لب بنهند و بار در دوش تنم ترند سلسله جنبانی بخصومت
رسم جلالان است خود از علما شمرند و بازان کاکردن نیز میبایست
تهذیبان اگر ایضا که کنیم بجاست این بار بگذر شد تا میوم و رنگ مکنونات خود الهی را
نفع و غیره کشیده زمین نظم و شترند جنبات می توانیم گرد اندیخیز باید بود و لب تاب شود
ما این اشعار را تا بل ملاحظه بایز فرمود
بیر و عوثنی بالعبود و سلاهی
صلوات المصوم اللہ علیہم اجمعین
و لا دیفرهم فها اذنا انصتدی

۱۹۵
اکنون تعدد لازم نیست برخاست و حده صرفه ماند که محل ثلثیت نتوان شد البته
این ترس و ضعف قریب اول باید گفت فقط

3

و بزرگان مهمل با بنجامین اندر ساینده باشند اگر اکنون مخفی بطرف نوح که حق پرست است
عرض میکنم تا گوارا و مظاهر شرع را اصل باید داشت و مشابهاست را بر چند او
رسول صلی الله علیه و سلم و اسحاق فی العلم باید گذاشت بر نسبت مشابهاست اشغال
ما و شما ایمان بحقیقت آن کافی است اما در پی تنقیح کفر حقیقت نباید شد که تا بکنند
آن همچو ایمان ناقصه نتوان رسید باینست که روان ایمان خود در پی تحقیق در بزرگان
علیه السلام معبود و خالق را از مخلوق جدا باید داشت آن عین این نتوان شد و کلمات بزرگان
را اگر موم خلاق این مضمون بر آید اول تا مایل باید کرد و اگر نتواند باید گذاشت و بقدر
باید بگوید که آنچه فهمیده باشند بجا باشد مگر آنچه فهمیده ایم آید غلط است بالجمیع هر کلمات
بزرگان و پاس آنها ظاهر قرآن و حدیث را بسوی آنها نباید کشید بلکه کلمات بزرگان
بسوی آنها باید برد چون با مشابهاست خداوندی و نبوی صلی الله علیه و سلم چنین
میکنیم با مشابهاست بزرگان چرا که تقسیم ما با یکدیگر این چنین میکنیم وحدت وجود و لا اله الا الله همه را حق میدانیم و مظاهر حکمت شرع را از ان هم برتر دانیم هر چه سالی آنها
ناقصه دیدیم که آنها همه متعاقب و متوافق اند اصلا تعارضی نیست آری بعضی
بزرگان یا در غلبه حال سخن گفته اند که موم چنین است یا سقط اشاره شان
چیزی و گراست و سر اسن الفاظ جنبه که باید مطابق بر معانی نیاید از مساحت

نظر سزای قطعی بجای قطعی برآمد زیرا دقت ندارد بر فرض تحقیق محصول نقل
عاریت بلفظ خط سوزی ~~نقطه~~ محلی الدین فیاض صاحب از مسکنم
فقط تمام شد

کتابخانه سید ابوالحسن الرضی از علوم فاسمیه
هائیکلون اناس الحافا به آنکه سال در سوال بر گری می چید یعنی بر دیگر می چید و چیزی
می طلبد و آنکه برای دیگر سوال میکند در تحقیق آنرا سوال نباید گفت بلکه آن سفارش
و شفاعت است و آن است که برای خود از کسی چیزی طلب نماید و بس و چون آنست که در
سوالان جدیدین سائل بر گری و در پی او افتادن ضروری است و سوالی که برای غیر باشد و
ظاهر هیچکس در پی او افتادن بوقوع آید اما نظر تحقیق سوال تو بگفت آری صورت
سوال است و فی الحقیقت سفارش است مگر سفارش ممنوع نیست بلکه مشروع و مطلوب
و مستحسن است نظیر بر این لفظ الحافا از کلمات بمعنی پیچید نیست بیان حقیقت سوالان
نه قید و گاه و حاصل نیست که آنان از مردمان سوال که اندران همین پیچیدگی در پی او افتادن
آنها می باشد و نمیکند بلکه انجمنی از نشان بطور سفارش بر سر نیز اندر ضمیمه لغی سوال تحقیق
نه لغی اقامت نباید که بهر حد و حدود + آن توده اقله شافعهای و آن که خواهان امر و آنکه
در صدقه فرض و دیگر فرض مثل صلوة و حج اعلان بر ضرورت و در صدقه نفاذ و عبادت و شکر
انعام است سرش بکنایه صابره و اصل همین تر است که در فرض مطالب از نظرات باو
رسیده و در تذلل بر حضرت که در جمیع باشد تا ضمنی کافر کشش را دعوت از هم باشد و بر غیر
و کبر آنکه اگر او در و در طوالت ظاهر است که انجمنی کرده و بنده و پیش جمیع مدعیان از خاک است

[illegible][illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۰۵
خودست بخاطر انکه این سخن نهاده حال شدت نفسی و استقبال جان بر عماره و دانا و غیر
نسبت لهذا اندر خود هم اصفا می رسد نسبت زمان نهاده حال مراد باشد بهر جمع از نزد و دلازم
داریم که ریب نگردد است و سابق نمی افتاده و فخر و محمود است و حق در داده مقتضای استحکام
است که نسبت کلام بانی که همان قرآن مجید است که کسی را نمی آید که ریب بر خود و عاقلانه فرقی بد
از حرف قرآن است و در ریب خود افتاده اند که زیاد از این چه باشد شکی که ریب شود و کلام را نمی گنند
و حاضر فهمیم که این صفتی باشد بر این نوعی ریب است و خود را بگوید در نشیمن خود و بر این شکی
هر شش باشد که ریب است و خود و حق علم را بدو که این صفا معلوم بانی نمی که اگر سوزنی باشد یک
چیز شش چیز نظری می اندازد و او با وجود حدت بر نظر نماید نقصان اصداء خود گنند همچنین است
که صفت نظر از آتش باشد بر نظر نماید و در اول خدا صبر است و در دره خود بی نقصان نظر
هر سانی از علم معلوم باید فرساید و اینجا بدین است که بدست نظری است تا بهای بی از علم معلوم
منوب که در خلاصت هست هر دو تیر اندازد را سخن فهمیم ریب از نقصان علم در نشیمن گان بخت
همینست که اینجا در صیغه فرموده از غلطی این شیء را از رخ بکنده اند و معارضه و نقدی و دانی
کشم فی این معنی فافره و کلام از این است و خودت مسلیم بر این است که گنندند و جدی متیقن
درایت و ادا است و نسبت خود و درستی نظری بر می باشد این میاید گفت برای تیه تقیانه که خود را مال و ارباب
باشد بگوید بر می باشد گنندند و بشو نظری می رسد است و صفتی است منوی که در حدت شریعت

[illegible]

بسم الرحمن الرحيم

بعد و ملوۀ جواب است حضرت خود بایر شنید بر شخص معترض احدی باشد یا نباشد محبت دنیا فیه
محبت خداست یا بر محبت دنیا و عدم غلبه آن بان یک نفس افسوس آماره و نفس مطهره و نفس الکلیه
گویند و این میان آنرا که شخص ملود و ابتداءات مختلفه بر او در برادر توان گفت و حاکم و
را با محافت خرمه کلک و محسبه قرآن خواند تفصیل این احوال سیکه محبت را با هیچ بلانم است
که از کفر و مشربان در دل باشد و چون حقیقت امر نیز منوط است به محبت نفس را آماره
توان گفت اگر چه موجب است عند الله و اما با حسن و آماره و با خیر و آماره با طاعت باشد و اگر
محوریش بود پس عند است آماره با سوء و آماره با بصیحت بود و گرنه آنجا که آماره را محبت خلاف
است خیاچانچیز می فرماید و الذین آمنوا اشد شباسه و یحبون الله و الله یحبهم و الله یحب
الغنی السعد اعلمی السعد و منع السعد فقد استكمل امانه و نیز من محبت آب و نان و غیره و نیز

[illegible]

از قرأت قرآن بازماند و بدینا میر که پس از این غفلت شکر که غلط است میزد گفت که من در حدیث
و انصوات هیچ انکسوات همچنین اگر کسی بگوید یا بشود و بغیر از نام مناسب قراوة
بکرات و مرات همان یک است یا میخواند آنوقت هم قرآنیست که من در قرآن متعلق نماز میزد اندر
نماز که بخندید که بخندید و بدان عادت را خود معلوم شد که از غیر من در قرآن متعلق نماز و بهیچ
نکره نمی توانی پس و سلم آیت مذکوره خود را بگوید و این است بود که بعد از آن حال این قرآن میسر و اتمام
و عاوض خوش و ایشان بکرات و مرات تلاوة فرمودند و ظاهر است که این نماز در هر مرتب
مسئود است و در آن تحقیقات آن آری نماز مذکور مسئود وقت مجزواست این مجزوا نماز
بآن تاسی میسر و در هر نفس سبیل است که بگوید و این است که در هر نماز و عادت و نظم و سنن
قرآنی و عادت و این مرتب متعلق به نماز است چنانکه در هر نماز این عادت است و این مجزوا کرده
از محسنات آن مغزین اگر کسی را در نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
در هر نماز اولی که میگوید یا بخندید و بهیچ انکسوات که در وقت و موقع و محل و در هر نماز متعلق به نماز
در هر نماز قرآنی این محسنات که در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
که در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
است که در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
شان نماز است چون در هر نماز دوم و این که در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز

شدند و در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
الحاق و در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
مغزین که یک یک است و در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
شان نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
حقه ابوکر صدیق رضی الله عنه الامام که در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
آورده و بعد از اطلاع ابوکر صدیق را شنید که حقه رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
رسید و حقه رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
بجز این خود که حقه رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
از این چه باشد که خود رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
مقتدایان را بهر نیت و صلح که پیش از آنکه بنشیند امام خود و دست آری بر آن است که به تسمیه بگوید
چنانچه تسمیه انقیض که در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
جائز باشد لغضیل این حال آنکه هر چه در فضائل نماز که در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز
ایمان را نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز در هر نماز متعلق به نماز

اول است از قرآن ناز نیست بزم است حضرت رسول و مسلم انجیلان نیست که بر کس را
 میران آید بگفتن تعلیم عام بخداوند آری قرآن شریف را چون بخود دیدیم داشتیم که همه
 قرآن را تلقین آنست که در هر رکعت فرض کرده شود و قرآن بعد از نماز واجب
 اینها بعد از استسقیم نشستن که در هر بار اول باشد و گفت کتابت فیسم سجده حق تعالی خطاب
 فرموده است و دانستند که معصوم و بارگشت فرضی که خوانی به نسبت تقیید آن بود و در آن قرآن قرآنی
 بخلاف خلافتی که هر چه را بدی فرموده اند افراد آنرا از نظر برین قرآن مجید قرآن قابل اعتراض
 بود باز که جو علم آن آن تصور قریب بود که غافرا از هر سزا و بدیوم آن مشاهده و بعد از آن بشهادت
 قرآنی چشم انداخته و بعد از تحریف عباد از حق خود ساختن و سبغ بنیاده ای که حق خود کرده پس
 بر قدر که خوانده شود به فرض باشد آنکه فقط یک آیت فرض باشد یک سوره فرض یک آیه
 امنیت که کم از آن ساحت نیفتاده آنکه استحقاق ندارد در نزد حق تعالی بهر اندازه
 بر قدر که اتفاق افتد بحساب فرض میارند و تا به فرض که حق از فرض قیام و قرآن سبغ به خود
 حق آن سبک اند از نظر برین اصلاح قرآن در مقدار سبغ است پس آنان معتقدند از امر است بود
 و اسلام اعتقد که در شش بار و سوالی که یکبار بنظر آید و دیده شده بود و نوشته شد
 باز که لغزش تعلیم است بحال که در سوال مغرور استیم بظاهر سوال از آسان و در این آسان
 بر آنکه نظر برین حرفی جنبه دیگر فرض کنیم که همین دلیل است ایتیم نبی است هم توان بر آورد

مگر چه بهتر بنحیج کلمات از طرف مقتدیان خالی اگر است آتی نیست به اصل نیست
 که امام طالع بنشر مقتدیان اگر این معصوم اصلاح نماز تلقین این که از تهمین کرد و توبه و توبه
 لهذا مقتدیان سبک باشند و در است خوانده از قصه است حضرت صدیق که بر صفا
 عزه افتد که این اول بار اتفاق افتاد بهی آنکه درین باره حضرت رسول معصوم در آن دیده
 باشند سبب هم خود کاری که در آری در حدیث چون مخالفت نکرد نیست بلکه بظاهر تفریح
 معصوم مشهور و از او داده میشود از قرآن خالی اتصال صافه سبب و عدم کوشش آن
 استیلا نام است و هم مخالفت معصوم است و آنکه خود سبک است که استیلا نام است خالی
 نیست که اتصال فساد و توبه است بجز کتب که مخالفت کسیر معصوم یعنی خود را در حدیث

[illegible]

214

و جراین مردم بودی نیست که چون علم بر بعضی مسلم غرض قوه مجزیه و طبیعه و هود بر آن داخل است و علی علم
تیز لقیه و در حد و این قاعده و سایرین مشهور و در است و در زمان پیدایش او پیشتر خود را آن
مجان از قسم بیان نوی بود یا شخصی و جراین اتحاد طبیعه فاعلی بود یا اتحاد فعلی نیست که کما فی کتابنا
و در وقت و مصدر از معنی با تفسیر است که فعل معنی با انشال میوه است همچنان و جراین انشال
معنی با انشال قایم کن القصد بحیث فاعلیه از مصدر است که تفسیر است که هر چه بحقیقه منفی و غیره
عمل و در انشال معنی با انشال است که در راه می بینیم که بدینست تفسیر از هر چه در معروض
نیز است که با تفسیر از انشال که در انشال است که تفسیر است که هر چه بحقیقه منفی و غیره
لازم اند و لازم آنکه فاعلی و طبیعه و هود بر آن داخل است و علی علم تیز لقیه و در حد و این قاعده و سایرین
مشهور و در زمان پیدایش او پیشتر خود را آن
مجان از قسم بیان نوی بود یا شخصی و جراین اتحاد طبیعه فاعلی بود یا اتحاد فعلی نیست که کما فی کتابنا
و در وقت و مصدر از معنی با تفسیر است که فعل معنی با انشال میوه است همچنان و جراین انشال
معنی با انشال قایم کن القصد بحیث فاعلیه از مصدر است که تفسیر است که هر چه بحقیقه منفی و غیره
عمل و در انشال معنی با انشال است که در راه می بینیم که بدینست تفسیر از هر چه در معروض
نیز است که با تفسیر از انشال که در انشال است که تفسیر است که هر چه بحقیقه منفی و غیره
لازم اند و لازم آنکه فاعلی و طبیعه و هود بر آن داخل است و علی علم تیز لقیه و در حد و این قاعده و سایرین
مشهور و در زمان پیدایش او پیشتر خود را آن

[illegible][illegible]

اولاد و محارم و غیره و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 قریب اهل علم و اشراف و قریب بی اکران و کفر و شک و کفر و تقاضا و مواد و بدایه و از و خبره و قوت
 نشانده و خبره و قریب بی کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 گداشته و آید و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 خبره و قریب بی کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 همین است بی کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 و زبان و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 اقتضای و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 باشند و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 اجماع و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 اول و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 بگویند و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 به و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 لیکن و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 به و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید

نام و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 عمری و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 برین محل و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 قریب اهل علم و اشراف و قریب بی اکران و کفر و شک و کفر و تقاضا و مواد و بدایه و از و خبره و قوت
 نشانده و خبره و قریب بی کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 گداشته و آید و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 خبره و قریب بی کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 همین است بی کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 و زبان و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 اقتضای و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 باشند و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 اجماع و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 اول و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 بگویند و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 به و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 لیکن و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید
 به و کسبیه و علم انشراح و کسبیه با خبره معلوم می شود و بجهان آید

معلوم می شود در این رشته خلافت او شان بود است اگر از لفظ خلافاً یا کلمه کردن است
است خلافاً را شنیدیم که هر چه را در گوشت و چنانکه مقتضای مسافت است اصل لفظ خلافاً
و انقضای است سابق و لفظ امام است آن وقت ظهور این معنی در حد و حدود از هر چه وجود
بوجود حضرت امام موجود است اقتضای خود را می بیند و اگر چنانچه از آن لفظ فلیفه امام دلالت
بر مکتوبه دارند از خلافاً و این مکتوبه را گویند در اتصال این از او شان هر چه نیست مگر در
صورت وجود او شان از مقتضای این خبر در تعالی این معنی آن حضرت می تواند بود و مگر نظر آن
باینست که می بیند و در آن سال این قوه و قدرت خواهد بود و مگر به حساب قضا
عزت می رسد و معنی فلفه هم مثل خلافاً را شنیدیم معنی اصحاب را بعد از آنکه به جواب سوال سوم
معتبر بود که خاتمه می دانیم بپشت افعال اختیاری مخلوقات اند از این سبب این معتبر بنده قدره
خود را در نظر این مصداق تقلید می جویم او شان که باشد از خود اصحاب اینقدر می دانند و ملازمین
تشبیه می جویم که در حد و حدود خود را می دانند است چه جویم بر این مظهر مقدر و خاص می بیند
که خلق خیر و از آنجا می شنود و خلق شر هم بر این افکار استند و مقرر که در سبب او شان
باین مظهر تدوین خلق را قرار گرفته که خلق افعال اختیاری را که ان شاء الله است صادر می نمایند و
خداوند افعال اختیاری که قسم است خود اختیار می کنند یا نه در سبب این ادوات بتوضیح آمد
که قدره بکنان قدرت و بیست که همین اقتدار بقدر خلق افعال و خلق و مخلوق که است آن

که بسیار از احوال طبیعت قوه علییه می دانند از علم علوم ضروری تفسیری بر وقوع آمده حاشا که
که آفتاب نیست که عالم را نور بر کشد یا اینها اگر که خورشید می بیند او چنانکه در علم انوار نیست
توزیع عالم است و بر طبق حکم که ان شاء الله می بیند نیست در مولا توضیح مکتوبه خفیه در این
نور صیقل و نور نیست و همچنین حکم بر یکدیگر که قوه ای در هر یک از این قدرت خلق قوه نور نشان
نیست و در علم متداول و در مکتوبه و این همان بر خاستگی و این همان مقصود که می بیند
اگر که احسن علماء از این می بیند و در مقابل می بیند این همان نیست که باطل عقیده شناسانند
نقده و اگر که احسنی شناسی بر می بیند و در مقابل می بیند و اگر که احسنی شناسی بر می بیند
آمد و آنکه صالح می بیند و در مقابل می بیند و اگر که احسنی شناسی بر می بیند
که نشان که باطل نیست و در مقابل می بیند و اگر که احسنی شناسی بر می بیند
آری که قوه نور بر خورشید می بیند و در مقابل می بیند و اگر که احسنی شناسی بر می بیند
تعلیل او شان در مکتوبه می بیند و در مقابل می بیند و اگر که احسنی شناسی بر می بیند
از تمام جبهه و شفقت بر این علم و در مکتوبه می بیند و اگر که احسنی شناسی بر می بیند
و این علم به حقیقت کمال اینکه می بیند و در مقابل می بیند و اگر که احسنی شناسی بر می بیند
چونکه که اینهمه که در مکتوبه می بیند و در مقابل می بیند و اگر که احسنی شناسی بر می بیند
خبر و از آنکه در مکتوبه می بیند و در مقابل می بیند و اگر که احسنی شناسی بر می بیند

بوجه تصور هم که منافست محل خود ندی قیامه موجب انکار تقدیر غیر برین متعین شد که متعلق
 این لقب برین فقره و تابع شان اند جواب سوال مجیدم لایب محل انصاف کلیه
 خداوند است که که اصل خداوندی نیست که حقوق در محال و ملوک و حقوق بجا بی گنا
 باو شان است نه در نه خداوند بود و خود بهد بر این امر خود و حقوق بر حق اولاد و حقوق بجا بی
 او شان است اگر چه کسی باشد که مالک ملک متعلق بر حق تعالی است پیش مالکیت او تعالی و مالکیت
 مالکان نیز بر مالکیت مستعین برین مالکیت مسلک است و است اراضی خداوندی است و مالکیت
 بر اینده صریحی است روشن و قیامه از انکه حقوق بجا بی است مردم از ان نیست که کسی بگردد
 کسی نهاده اند و اجور است و تابع و شتری بر دولت کش لیکر اند و چون این را حکم
 لا تدرو ایست که قرب که نفع با نفع برسانی بر بوطر است از راه دشمنی است و است
 میان باشد حق و حقوق و لا حقوق بجا بی و حقوق و هیچ بایر نیست و برین حق و
 که است کش کشی که لیکر اقرار حکام و در حکومتی که در دست و در برین
 میباشد معابد انقیاد حق و شری که است که حقوق انفعالی اگر قرب آید که در دنیا
 مردم از ان امتناع خدا از انصاف تغییر اگر چه بر این قدرت علی بن ابی طالب و در دست
 و که در این معجزه و نماز و بها و حقش را بجا خودی اگر در این عالم چه بر علیه انصاف کنی
 مگر این امتناع از انصاف است که باید و اگر که تو نشود و نمیتوانی بهد و خود میسر چون انقید باشد

و که باید شنید که خداوند عالم را بهد و شتری است که نیست و اجور است و در ان امتناع و است
 و صورت توان شناخت که مقتدا انصاف نبوده است اصحاب است که در ان امتناع است
 از ان فرشتگان است که نمی دانند که این را غفوره شریست و است و شتری
 اصحاب جمع و حلق در نفیس چنین اجور است و محتاج لیکر اند و در است و است
 مال اگر احتیاج مال داغ و فقره بر میده حال غنی اند نیز و اجور که از این مال که نهاده
 میرفتند و غفوره حقوق بجا بی در غفوره تعالی و دیگر کم و کار و در ان نیست که کسی
 تصور حقوق تعالی در ان گاه میزانی است که انقید خود را در بر فقره و در بر یکس آن
 قابل را بجا بی که برین است که اصل آن باشد که هر که است این شایع و در بر این
 از ان غفوره و هر که در انصاف نبوده و در انش مال را بخش خود را از ان که حقیقت شان
 غافله صحن غفوره و در است و غفوره تقوی می کنند و از ان داغ و حقوقش را در بر
 خضیعت شان عید و او بهد و است و غفوره نبوده و نظر اند و در است منی علی غفوره
 و نه اید لایس صاحبان و هم سیکون را بر که در حق او است و در غفوره و در بر
 گفتن در فقره و است نه انقید فقره صحن بر که بر فقره قلم اندازم جواب سوال ششم
 از جواب سوال مجیدم علی بن ابی طالب و شتری که در ان امتناع و در حق بجا بی است
 از جهت تعالی اند و حق ملک علی که بر این است که حقوق تعالی خود و در ان و در

غیر از او و فراد که مانع بود بقیانند که کتب علی بن ابي طالب ازین اثر و جوب متکثر فی
 فیه بن کمال دل خوش می جست جناب عالی و جوب حقوق را که خبر حقوق اجمالی ما را نیز موسی
 و از جوب علیه ضرورت است خفیه ای بر سره پیش ازین است که خداوند بفرمود خود انرا
 کرده که این چنین غلام که در کمالی را نمی شناسیم که از اختیار برش اندوه و تیران فیه و در تخصیص
 رحمت بر او غلبه و غلبه هم حکم عدل است بر او غلبه بود اگر و جوب بی بود و در
 و جوب بی بود و متعلق و دعا و مضرت و خود مضرت و از کندی که بقضا هم سبک و مضرت
 از احوال و صفات کماله او تعالی است همه احوال و صفات یعنی بودی و در برین جوب حقوق یکبارگی
 اگر خدا و تعالی است آن کلام حق است که کلید او تعالی آورده و اگر خدا و تعالی است از غایت
 انرا هم فرموده که اولیاد نیست مالم تر به مرتبه و جوب سبک بر خدا و جوب هر چه ازین است که در
 است و در غایت است و در جوب هر چه ازین است که در جواب سوال ششم برین خبر که خداوند تعالی
 برین بانه می بیند که و جوب و در غایت است که در جواب سوال ششم برین خبر که خداوند تعالی
 از دست آن مختار مطلق برین نمی بود و آخر می بیند که اختیار مطلق است که انانی
 است و از صفات کماله و در سبک او تعالی است تعلق صفاتی مثل مابعد و صفاتی مثل
 تحقق است که علامت عدم در ازل آن سبک از مضرت ممکن است که او تعالی آن خبر را
 در آن وقت سبک از غایت و در آن سبک مطلق است که در آن وقت سبک از غایت و در آن سبک مطلق است که در آن وقت سبک از غایت

از حدیث اعتبار برین کشیده معاذ و برین یک اخصه خداوند تعالی علم او علم این تمام است
 که خداوند خیر در غایت وقت بطور آید و خداوند خیر در غایت وقت نه مضرت ذاتی و توجع آن چه
 مضرت ذاتی وجود را که ما را جوب ذاتی است ضرورت که ذاتی وجود و توجع و توجع
 خود را که موصوفات او صفات او تیران خود را خود را تیران برین اربع زوجیت را و تیران خود را
 که بر این امر مخصص ضرورت و لوازم ذات او تعالی است زیرا که خود برین مثل دیگر صفات او مال
 خالی توان شد که در کماله و در غایت او صفات محسوسه یا نه ذات و صورت را که خداوند
 بودی و نظر و افق و انشای بی نیستیم ما را خارج است از صفات که در آن گم و درین صفات
 می کنیم اخص او صفات درین اقسام صفات چون بود نیز یعنی با الوجود و بیکی از صفات
 است و در آن اشتقاق موجود را چه یعنی بود و در آن اخص او صفات درین اقسام صفات
 وجود و صفات از خارج آمده و در آن صفات صفات می بود که علامت وجود خود ذات ممکنات
 بودی و از آنجا که معمول از صفات مختلف شود لازم بود که معصرا تا ممکنات در سایه غیری هم
 انانی بودی و در هر سبک علم او در صفات آنها جان با به اتمیر است که بی را از دیگر صفات
 و ظاهر است که مصداق این تیران وجود نیست که آن خود است و جوب وجود است و از آن
 تیران خاص باشد عام بقیانند می که لائق تیرانی و تیرانی خود مستحق اعتبار داشتن
 است و از آنجا که لائق نسبت به اجمالی است می باید که ما را در این نسبت به تیران

و در آن وقت سبک از غایت و در آن سبک مطلق است که در آن وقت سبک از غایت و در آن سبک مطلق است که در آن وقت سبک از غایت

بدرستی نیست که تحقق در جهت اشتباه تصور و وجود قبل از وجود لازم خواهد بود و در این اثبات
که این یک تناقض است اهل محصل را ملزم و وجود از محولات است الحق وجود با موجود است سبقت وجود را
نمی خواهد و در تحقق این قبلی غنیه لازم آید و می گویند که بیایات ممکن از انتر اعیان و وجود
نه آید که وجود از انتر اعیان بیایات نموده و در موقوف آنکه وجود از انتر اعیان مستند از انتر اعیان
انتر اعیان باشد بلکه شرح که در کمال انسان غنیه که خود حرکت غنیه باشد فرق اگر است فرق
انتساب که یکطرف از انتر اعیان است و در یکطرف بعضی وجود از انتر اعیان میخورد
وجود بخشی از انتر اعیان و فرق اگر باشد همان شد گفته شد لازم بود که وجود در تحقق خود محتاج
و دیگران موجودند و اگر این محتاج بود و غایب است که این عقیده حقیقه غلط است اطلاق موجود بر وجودات
خود بود بر حقوق وجودات و این بیایات کامل بر وجودی بلکه وجود بیایات ممکن از
اعتبار اعیان از انتر اعیان وجود بعضی با وجودی تصور شد و این بیایات بهتر که تعلیقاتند
از شش منبع که هر افعالی اند و در اشتباه باشد از انتر اعیان و در بعضی با وجود باشد تحقق
آنها قبل از وجود و تعلیقات شد چنانکه تحقق تعلیقات نور قبل از نور محال است و متعین غنیه
و واضح شد و باشد که موقوفه تحقق حاکمین قبل از موقوفه در بیایات است اینی در ضمیمه است از انتر اعیان
و انتر اعیان با محمولات ممکنه مصدر وجود و بعضی با وجودی و بعضی نیستند بلکه وجود آنها از خارج
است یعنی از وجود محقق و در آن ای وجودی و در این وجودات بر موقوف آن شد اینی که در موقوف

مگر از بخار هر وقت خارج بصر است که در خارج با ذرات بیشتر اشیاء لذات او ناشی
شده باشد و نه تسلسل اشیاء که با وجود ذاتی چنین است که تسلسل را درونی و تسلسل بیرونی
و وجود باشد و با هر اشیاء در خارج و در نیمه که از تسلسل است که تسلسل لذات از بخار معلول
ذات باشد و معلولی از لذات جدا شود و لذات و معلولت تلف نشود و چون عقل سلیم خبر
مخصوص است فشی معلولت نیست لایعرب هر چای که در معلولت است در واقع باشد از
چنان حال خبر بود اگر با هم در واقع ارتباط و وقت یکدیگر بگریز است که اصل آن باشد
که یکی را در دیگری جدا نگشت القدر کرد و در واقع ارتباط و وقت است در اصل هر ارتباط
و توقف باشد چنانکه در این دو وقت است که در نیمه که از تسلسل است که تسلسل لذات از بخار معلول
در واقع زمانیه مفهومی است این توان گفت که علوان القدر مخصوصیت قدر متعین نخواهد
است مگر آنکه کسی با عقل سلیم خود نظیر این اقتصاد و در وقت و ضرورت وجود و در خارج
کائنات میان ذره و عین باشد که در این است تحقیق متعین است چنانچه علی بن
ضرورت ذاتی وجود توان شد اگر با خود نماند و در این است تحقیق متعین است چنانچه علی بن
فعلیه در آن لغت باشد نماند لذات تا بوجه اقتصاد و تحقیق متعین است اقتصاد یعنی
آن لازم دیگر چون در این است تحقیق متعین است چنانچه علی بن ضرورت ذاتی وجود توان شد
با خود حسب کند و این علم غلبه افشند و بدانای گوی تحقیق از اخلاص با هر متعین است

toobaa-elibrary.blogspot.com

ملک پس از وجود خارج معلومات آن موجودات حکمی مطابق علم و مطابق باقی بخیر
چنانکه در مسلم اول علم مطابق موجودات می خوانیم و چون قبل از مطابق
و مطابق را راه نیست زیرا که غیر مطابق که انانی هست نه نشانی پس اگر در ان نشانی
همان علم فعلی است غیر از او باید از مطابق تراگشت تا امکان نذب بشود و عمل تودیه
و غیره سواقی است از می این امر گفتنی و شنیدنی نیست که این تکین علی با مطابق
مردی تسلیم نیست مگر وجهی دیگر هم بر ما مرده است یا بی نظری این بقدر ضرورت
که اگر می هست مگر غیره خود نفسیم نقد شناسان خبر بود علاوه برین درسته و او سعه و حکم
را فرست و سابع را فهم باید و باقی به و امر غیره ضروری است چون این فهم سمانی نفوذ است
بر بقدر خفا که فهم افتاد و فهم علم خبر بود و اصوله و اسلام علی حسیه و او را در وجه
و صوابی که به همگی امکان شی خیری دیگر است و در وجه آن خبر که در انتساب به یکی کسب علی علم
خطی چیزی دیگر است تبدیل انتساب خبر دیگر تبدیل فترت است خود ممکن است در صورت وقوع آن امکان
لازم این به همین کسب که چون این ممکن واقع خواهد شد این مسند به علم لازم خواهد بود که در متنش باشد
بودن این محدود را که باشد موجب انتساب بغیر عدم وقوع خواهد بود نه سلمان انتساب باذرات آن
المان منتقل انتساب خود زیرا که امتیاز انتساب عطا منتفع باذرات مگر خواهد بود و منتفع از خود نیز
تا باذرات دیگر و به همین شیوه تمام از جمله از میراث منتفع بشود و بدست که انتساب غیر حاصل

اول آن که کتاب تقوئی برای آنها میفرمود آنچه در صحت و عدم تفصیل
 است یا در خصوص که از آن حضرت چه خبر غیب شده که برای غایبان چنین کلمات میفرمود
 اسرار غایبان سوم تفصیل در آن که کدام بر صحت وقوع آمده که بر صحت یا این چنین کلمات
 صادر شده بر مفسر ۸۰ کتاب تقدیر فرمود که در ذیل است چه کتب کتب بود که در این کتاب
 جواب سوال است در اصطلاح سیاحتی و اسباب اهل بیت که گویند و احادیث این است که
 سنان مروان و دیگران و اکثر او را و دیگران که بگوید این غایبان هستند چنانچه صحت
 تقدیر فرموده است که نشان حضور سال و دهانه بر مقدار که است اگر حضور سال چندین
 بیشتر تقریبی گفته اند و گفته سوال از آن سید باقی تفصیل سال او شان اگر بنویسند است
 که وقت صحت کنونی حاضر و متقوئی علیه السلام باشد که کدام کسان بود این امر قابل سوال
 نیست چه حضور متقوئی حضرت از ظاهر کتب کتب این ملک از آن زمانه اند تفصیل سال شان
 در کتب بجا نشان مرقوم می شود و اگر بنویسند است که موقوف به است سال و کلام کسان
 از دهان این غایبان بود از اینهمه سوال از آن است یعنی این امر قابل سوال است
 اگر قابل سوال است نیست که کدام کلام کسان موقوف به این است بود و نیز که اکثر ایشان
 و غایبان کلام و بیان بود و در ظاهر و ظاهر شده که گفته شد و نیز چه در تمامه میفرمود
 بلکه در این ظاهر بود و در ظاهر و ظاهر شد که کدام خبر است که از حضور متقوئی غایب است این

است نیست و از عدم وقوع خبر از آن وقت فرمود که هر چه در وقوع متقدّم است
 برای پیش تغییر علی بود که برای خارج از آن است و برای آن گفته شود و علی را جز آنکه این چنین باشد
 که آنچه بنویسد او را خود و نیز از خبر پیش خود لازم می گویند و چون بطور است بلکه در وقوع
 اقتدار است این از آن فرمود بود و تفصیل اقتدار و از آن باین وضع موجود و اتفاق شایسته دلیل
 تحقق آن شایسته در ظاهر و عدم تفصیل که گفته شد و اسلام علی من اتبع الهدی
 سوال بنهم چه خبری که در این امر و در این کتاب که بر مفسر کتب است که بنویسد
 منطبق بر طبع احدی است که این کلام که در کتاب تقوئی برای آنها میفرمود
 کلمات میفرمود و تفصیل سال این زمان بود که است بجا از کتاب در این فرموده خود و صحت
 تقدیر است که نیست سوم کتاب تقوئی که سال را که اهل احوال و حق است و بهر
 شکر و در آن در صحت و بیعتی است و نیز از ظاهر کتب که با کرده کلمات معنی فرمود و در این
 عامر شش غیب است و تفصیل است سوال از احادیث بر صحت و مفسر کلام
 مخالفت شرعیه و سوال این است می فرمود و در آن تفصیل که می نیست این امر قابل سوال
 معنی پیش آن که کلمات را در هیچ کتاب که در آن از آن حضرت غیر از آن فرمود و در آن است
 در اصطلاح حقیقی و خود و تفصیل که بنویسد و در آن خبر که نام آن که در کتب میفرمود
 و در آن و نیز فرمود و در آن تفصیل سال اسیر است که بنویسد و در آن تفصیل کلام فرموده شد

toobaa-elibrary.blogspot.com

[illegible]

سوال دوم عدل خدا بر حسب بی توایه لایسلی غفلت و هم بیگونگی کیا می بیند این
سوال سوم توفیق اراده و شل و کثیر و اعضا غفلت و شریعت من مشرب این اس
مصرفه من اگر افعال اراده غفلت و شریعت من مشرب این اس که همان خلق افعال و شریعت
بر افعال غفلت و شریعت من مشرب این اس که همان خلق افعال و شریعت من مشرب این اس
نزد اتمه و حق و خدا و انسان و در اتمه و حق و خدا و انسان و در اتمه و حق و خدا و انسان
سوال چهارم و اما شل و کثیر و اعضا غفلت و شریعت من مشرب این اس که همان خلق افعال و شریعت
مین و اراده و اختیار و شریعت من مشرب این اس که همان خلق افعال و شریعت من مشرب این اس
سبب افعال و اختیار و شریعت من مشرب این اس که همان خلق افعال و شریعت من مشرب این اس
شریک و کثیر و اعضا غفلت و شریعت من مشرب این اس که همان خلق افعال و شریعت من مشرب این اس
بی اراده و شریعت من مشرب این اس که همان خلق افعال و شریعت من مشرب این اس
مطلب بی غفلت و شریعت من مشرب این اس که همان خلق افعال و شریعت من مشرب این اس

[illegible]

تم کتابت میں مندرجہ ذیل الفاظ مفقوش ہیں یا سہو کتابت سے غلط لکھے گئے ہیں۔ قاری مہربان کرام سے گزارش ہے کہ ان کی تصحیح فرمائیں۔

صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸
۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴
۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶
۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲
۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸
۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴
۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰
۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶
۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲
۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸
۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴
۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰
۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶
۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰	۱۰۱	۱۰۲
۱۰۳	۱۰۴	۱۰۵	۱۰۶	۱۰۷	۱۰۸
۱۰۹	۱۱۰	۱۱۱	۱۱۲	۱۱۳	۱۱۴
۱۱۵	۱۱۶	۱۱۷	۱۱۸	۱۱۹	۱۲۰
۱۲۱	۱۲۲	۱۲۳	۱۲۴	۱۲۵	۱۲۶
۱۲۷	۱۲۸	۱۲۹	۱۳۰	۱۳۱	۱۳۲
۱۳۳	۱۳۴	۱۳۵	۱۳۶	۱۳۷	۱۳۸
۱۳۹	۱۴۰	۱۴۱	۱۴۲	۱۴۳	۱۴۴
۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰
۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶
۱۵۷	۱۵۸	۱۵۹	۱۶۰	۱۶۱	۱۶۲
۱۶۳	۱۶۴	۱۶۵	۱۶۶	۱۶۷	۱۶۸
۱۶۹	۱۷۰	۱۷۱	۱۷۲	۱۷۳	۱۷۴
۱۷۵	۱۷۶	۱۷۷	۱۷۸	۱۷۹	۱۸۰
۱۸۱	۱۸۲	۱۸۳	۱۸۴	۱۸۵	۱۸۶
۱۸۷	۱۸۸	۱۸۹	۱۹۰	۱۹۱	۱۹۲
۱۹۳	۱۹۴	۱۹۵	۱۹۶	۱۹۷	۱۹۸
۱۹۹	۲۰۰	۲۰۱	۲۰۲	۲۰۳	۲۰۴
۲۰۵	۲۰۶	۲۰۷	۲۰۸	۲۰۹	۲۱۰
۲۱۱	۲۱۲	۲۱۳	۲۱۴	۲۱۵	۲۱۶
۲۱۷	۲۱۸	۲۱۹	۲۲۰	۲۲۱	۲۲۲
۲۲۳	۲۲۴	۲۲۵	۲۲۶	۲۲۷	۲۲۸
۲۲۹	۲۳۰	۲۳۱	۲۳۲	۲۳۳	۲۳۴
۲۳۵	۲۳۶	۲۳۷	۲۳۸	۲۳۹	۲۴۰
۲۴۱	۲۴۲	۲۴۳	۲۴۴	۲۴۵	۲۴۶
۲۴۷	۲۴۸	۲۴۹	۲۵۰	۲۵۱	۲۵۲
۲۵۳	۲۵۴	۲۵۵	۲۵۶	۲۵۷	۲۵۸
۲۵۹	۲۶۰	۲۶۱	۲۶۲	۲۶۳	۲۶۴
۲۶۵	۲۶۶	۲۶۷	۲۶۸	۲۶۹	۲۷۰
۲۷۱	۲۷۲	۲۷۳	۲۷۴	۲۷۵	۲۷۶
۲۷۷	۲۷۸	۲۷۹	۲۸۰	۲۸۱	۲۸۲
۲۸۳	۲۸۴	۲۸۵	۲۸۶	۲۸۷	۲۸۸
۲۸۹	۲۹۰	۲۹۱	۲۹۲	۲۹۳	۲۹۴
۲۹۵	۲۹۶	۲۹۷	۲۹۸	۲۹۹	۳۰۰
۳۰۱	۳۰۲	۳۰۳	۳۰۴	۳۰۵	۳۰۶
۳۰۷	۳۰۸	۳۰۹	۳۱۰	۳۱۱	۳۱۲
۳۱۳	۳۱۴	۳۱۵	۳۱۶	۳۱۷	۳۱۸
۳۱۹	۳۲۰	۳۲۱	۳۲۲	۳۲۳	۳۲۴
۳۲۵	۳۲۶	۳۲۷	۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰
۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶
۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲
۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸
۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲	۳۵۳	۳۵۴
۳۵۵	۳۵۶	۳۵۷	۳۵۸	۳۵۹	۳۶۰
۳۶۱	۳۶۲	۳۶۳	۳۶۴	۳۶۵	۳۶۶
۳۶۷	۳۶۸	۳۶۹	۳۷۰	۳۷۱	۳۷۲
۳۷۳	۳۷۴	۳۷۵	۳۷۶	۳۷۷	۳۷۸
۳۷۹	۳۸۰	۳۸۱	۳۸۲	۳۸۳	۳۸۴
۳۸۵	۳۸۶	۳۸۷	۳۸۸	۳۸۹	۳۹۰
۳۹۱	۳۹۲	۳۹۳	۳۹۴	۳۹۵	۳۹۶
۳۹۷	۳۹۸	۳۹۹	۴۰۰	۴۰۱	۴۰۲
۴۰۳	۴۰۴	۴۰۵	۴۰۶	۴۰۷	۴۰۸
۴۰۹	۴۱۰	۴۱۱	۴۱۲	۴۱۳	۴۱۴
۴۱۵	۴۱۶	۴۱۷	۴۱۸	۴۱۹	۴۲۰
۴۲۱	۴۲۲	۴۲۳	۴۲۴	۴۲۵	۴۲۶
۴۲۷	۴۲۸	۴۲۹	۴۳۰	۴۳۱	۴۳۲
۴۳۳	۴۳۴	۴۳۵	۴۳۶	۴۳۷	۴۳۸
۴۳۹	۴۴۰	۴۴۱	۴۴۲	۴۴۳	۴۴۴
۴۴۵	۴۴۶	۴۴۷	۴۴۸	۴۴۹	۴۵۰
۴۵۱	۴۵۲	۴۵۳	۴۵۴	۴۵۵	۴۵۶
۴۵۷	۴۵۸	۴۵۹	۴۶۰	۴۶۱	۴۶۲
۴۶۳	۴۶۴	۴۶۵	۴۶۶	۴۶۷	۴۶۸
۴۶۹	۴۷۰	۴۷۱	۴۷۲	۴۷۳	۴۷۴
۴۷۵	۴۷۶	۴۷۷	۴۷۸	۴۷۹	۴۸۰
۴۸۱	۴۸۲	۴۸۳	۴۸۴	۴۸۵	۴۸۶
۴۸۷	۴۸۸	۴۸۹	۴۹۰	۴۹۱	۴۹۲
۴۹۳	۴۹۴	۴۹۵	۴۹۶	۴۹۷	۴۹۸
۴۹۹	۵۰۰	۵۰۱	۵۰۲	۵۰۳	۵۰۴
۵۰۵	۵۰۶	۵۰۷	۵۰۸	۵۰۹	۵۱۰
۵۱۱	۵۱۲	۵۱۳	۵۱۴	۵۱۵	۵۱۶
۵۱۷	۵۱۸	۵۱۹	۵۲۰	۵۲۱	۵۲۲
۵۲۳	۵۲۴	۵۲۵	۵۲۶	۵۲۷	۵۲۸
۵۲۹	۵۳۰	۵۳۱	۵۳۲	۵۳۳	۵۳۴
۵۳۵	۵۳۶	۵۳۷	۵۳۸	۵۳۹	۵۴۰
۵۴۱	۵۴۲	۵۴۳	۵۴۴	۵۴۵	۵۴۶
۵۴۷	۵۴۸	۵۴۹	۵۵۰	۵۵۱	۵۵۲
۵۵۳	۵۵۴	۵۵۵	۵۵۶	۵۵۷	۵۵۸
۵۵۹	۵۶۰	۵۶۱	۵۶۲	۵۶۳	۵۶۴
۵۶۵	۵۶۶	۵۶۷	۵۶۸	۵۶۹	۵۷۰
۵۷۱	۵۷۲	۵۷۳	۵۷۴	۵۷۵	۵۷۶
۵۷۷	۵۷۸	۵۷۹	۵۸۰	۵۸۱	۵۸۲
۵۸۳	۵۸۴	۵۸۵	۵۸۶	۵۸۷	۵۸۸
۵۸۹	۵۹۰	۵۹۱	۵۹۲	۵۹۳	۵۹۴
۵۹۵	۵۹۶	۵۹۷	۵۹۸	۵۹۹	۶۰۰
۶۰۱	۶۰۲	۶۰۳	۶۰۴	۶۰۵	۶۰۶
۶۰۷	۶۰۸	۶۰۹	۶۱۰	۶۱۱	۶۱۲
۶۱۳	۶۱۴	۶۱۵	۶۱۶	۶۱۷	۶۱۸
۶۱۹	۶۲۰	۶۲۱	۶۲۲	۶۲۳	۶۲۴
۶۲۵	۶۲۶	۶۲۷	۶۲۸	۶۲۹	۶۳۰
۶۳۱	۶۳۲	۶۳۳	۶۳۴	۶۳۵	۶۳۶
۶۳۷	۶۳۸	۶۳۹	۶۴۰	۶۴۱	۶۴۲
۶۴۳	۶۴۴	۶۴۵	۶۴۶	۶۴۷	۶۴۸
۶۴۹	۶۵۰	۶۵۱	۶۵۲	۶۵۳	۶۵۴
۶۵۵	۶۵۶	۶۵۷	۶۵۸	۶۵۹	۶۶۰
۶۶۱	۶۶۲	۶۶۳	۶۶۴	۶۶۵	۶۶۶
۶۶۷	۶۶۸	۶۶۹	۶۷۰	۶۷۱	۶۷۲
۶۷۳	۶۷۴	۶۷۵	۶۷۶	۶۷۷	۶۷۸
۶۷۹	۶۸۰	۶۸۱	۶۸۲	۶۸۳	۶۸۴
۶۸۵	۶۸۶	۶۸۷	۶۸۸	۶۸۹	۶۹۰
۶۹۱	۶۹۲	۶۹۳	۶۹۴	۶۹۵	۶۹۶
۶۹۷	۶۹۸	۶۹۹	۷۰۰	۷۰۱	۷۰۲
۷۰۳	۷۰۴	۷۰۵	۷۰۶	۷۰۷	۷۰۸
۷۰۹	۷۱۰	۷۱۱	۷۱۲	۷۱۳	۷۱۴
۷۱۵	۷۱۶	۷۱۷	۷۱۸	۷۱۹	۷۲۰
۷۲۱	۷۲۲	۷۲۳	۷۲۴	۷۲۵	۷۲۶
۷۲۷	۷۲۸	۷۲۹	۷۳۰	۷۳۱	۷۳۲
۷۳۳	۷۳۴	۷۳۵	۷۳۶	۷۳۷	۷۳۸
۷۳۹	۷۴۰	۷۴۱	۷۴۲	۷۴۳	۷۴۴
۷۴۵	۷۴۶	۷۴۷	۷۴۸	۷۴۹	۷۵۰
۷۵۱	۷۵۲	۷۵۳	۷۵۴	۷۵۵	۷۵۶
۷۵۷	۷۵۸	۷۵۹	۷۶۰	۷۶۱	۷۶۲
۷۶۳	۷۶۴	۷۶۵	۷۶۶	۷۶۷	۷۶۸
۷۶۹	۷۷۰	۷۷۱	۷۷۲	۷۷۳	۷۷۴
۷۷۵	۷۷۶	۷۷۷	۷۷۸	۷۷۹	۷۸۰
۷۸۱	۷۸۲	۷۸۳	۷۸۴	۷۸۵	۷۸۶
۷۸۷	۷۸۸	۷۸۹	۷۹۰	۷۹۱	۷۹۲
۷۹۳	۷۹۴	۷۹۵	۷۹۶	۷۹۷	۷۹۸
۷۹۹	۸۰۰	۸۰۱	۸۰۲	۸۰۳	۸۰۴
۸۰۵	۸۰۶	۸۰۷	۸۰۸	۸۰۹	۸۱۰
۸۱۱	۸۱۲	۸۱۳	۸۱۴	۸۱۵	۸۱۶
۸۱۷	۸۱۸	۸۱۹	۸۲۰	۸۲۱	۸۲۲
۸۲۳	۸۲۴	۸۲۵	۸۲۶	۸۲۷	۸۲۸
۸۲۹	۸۳۰	۸۳۱	۸۳۲	۸۳۳	۸۳۴
۸۳۵	۸۳۶	۸۳۷	۸۳۸	۸۳۹	۸۴۰
۸۴۱	۸۴۲	۸۴۳	۸۴۴	۸۴۵	۸۴۶
۸۴۷	۸۴۸	۸۴۹	۸۵۰	۸۵۱	۸۵۲
۸۵۳	۸۵۴	۸۵۵	۸۵۶	۸۵۷	۸۵۸
۸۵۹	۸۶۰	۸۶۱	۸۶۲	۸۶۳	۸۶۴
۸۶۵	۸۶۶	۸۶۷	۸۶۸	۸۶۹	۸۷۰
۸۷۱	۸۷۲	۸۷۳	۸۷۴	۸۷۵	۸۷۶
۸۷۷	۸۷۸	۸۷۹	۸۸۰	۸۸۱	۸۸۲
۸۸۳	۸۸۴	۸۸۵	۸۸۶	۸۸۷	۸۸۸
۸۸۹	۸۹۰	۸۹۱	۸۹۲	۸۹۳	۸۹۴
۸۹۵	۸۹۶	۸۹۷	۸۹۸	۸۹۹	۹۰۰
۹۰۱	۹۰۲	۹۰۳	۹۰۴	۹۰۵	۹۰۶
۹۰۷	۹۰۸	۹۰۹	۹۱۰	۹۱۱	۹۱۲
۹۱۳	۹۱۴	۹۱۵	۹۱۶	۹۱۷	۹۱۸
۹۱۹	۹۲۰	۹۲۱	۹۲۲	۹۲۳	۹۲۴
۹۲۵	۹۲۶	۹۲۷	۹۲۸	۹۲۹	۹۳۰
۹۳۱	۹۳۲	۹۳۳	۹۳۴	۹۳۵	۹۳۶
۹۳۷	۹۳۸	۹۳۹	۹۴۰	۹۴۱	۹۴۲
۹۴۳	۹۴۴	۹۴۵	۹۴۶	۹۴۷	۹۴۸
۹۴۹	۹۵۰	۹۵۱	۹۵۲	۹۵۳	۹۵۴
۹۵۵	۹۵۶	۹۵۷	۹۵۸	۹۵۹	۹۶۰
۹۶۱	۹۶۲	۹۶۳	۹۶۴	۹۶۵	۹۶۶
۹۶۷	۹۶۸	۹۶۹	۹۷۰	۹۷۱	۹۷۲
۹۷۳	۹۷۴	۹۷۵	۹۷۶	۹۷۷	۹۷۸
۹۷۹	۹۸۰	۹۸۱	۹۸۲	۹۸۳	۹۸۴
۹۸۵	۹۸۶	۹۸۷	۹۸۸	۹۸۹	۹۹۰
۹۹۱	۹۹۲	۹۹۳	۹۹۴	۹۹۵	۹۹۶
۹۹۷	۹۹۸	۹۹۹	۱۰۰۰	۱۰۰۱	۱۰۰۲

طوبیٰ ریسرچ لائبریری
اسلامی اردو، انگلش کتب،
تاریخی، سفرنامے، لغات،
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com